حالات و واقعات

شانِ حضرت بابا فریدؒ گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

عالم فقری



ادارہ پیغام القرآن

شانِ بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

عالم فقری

ادارہ پیغام القرآن
40- اردو بازار لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔شان بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

مصنف ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔عالم فقری

اشاعت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔2004ء

تعداد: ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔1100

زیر اہتمام ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔محسن فقری

قیمت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

طابع ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اشتیاق پرنٹرز لاہور

ملنے کے پتے

شبیر برادرز 40 اُردو بازار لاہور فون: 7246006

چاند کتب خانہ درگاہ بازار بابا صاحب فون 73216

لبیک کتب خانہ سابقہ فریدی کتب خانہ درگاہ بازار پاکپتن شریف

نظامی کتب خانہ درگاہ بازار پاکپتن شریف

مکتبہ بابا فرید خواجہ عزیز مکی روڈ پاکپتن شریف

فہرست

شانِ حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ○ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ○
وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ○
وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ ○
اَمَّا بَعْدُ
فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ والوں کی بڑی شان اور بڑا مقام ہے۔ حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ انہی اولیاء میں سے ہیں۔ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید فرقان حمید میں خود ارشاد فرمایا ہے کہ

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○

''بے شک اللہ کے اولیاء کو نہ تو کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمزدہ ہوں گے۔''

(یونس:۶۲)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کے بارے میں دو انعاموں کا ذکر فرمایا ہے۔ پہلا انعام بے خوفی ہے اور دوسرا انعام بے غمی ہے۔ بظاہر یہ دونوں نعمتیں عام سی معلوم ہوتی

ہیں مگر حقیقت میں یہ دونوں نعمتیں اتنی عظیم ہیں کہ دنیا اور آخرت کی بہتری اور سعادت انھی میں پوشیدہ ہے۔اس دنیا میں انسان کسی نہ کسی صورت میں دوسری مخلوقات سے پیوستہ ہے۔اس پیوستگی کی بناء پر انسان کو کبھی امن اور کبھی ڈر اور خوف سے دوچار رہنا پڑتا ہے۔داخلی اور خارجی طور پر انسان کو دو چیزیں یعنی جان اور مال بہت عزیز ہیں اور اس کی ساری زندگی دونوں چیزوں کو بچانے میں صرف ہو جاتی ہے۔اس پر خوف رہتا ہے۔اگر اسے کھانے کے لیے کچھ نہیں ملے گا تو وہ بھوک سے مر جائے گا اور اگر اس کے رہنے کے لیے جگہ نہ ہوگی تو وہ رنج اور مصیبت کا شکار ہوگا۔کوئی بیرونی قوت اسے جان سے مار نہ ڈالے یا اس کا مال نہ چھین لے غرض یہ کہ اس کی زندگی میں ہر طرح سے ہر وقت خوف ہی خوف طاری رہتا ہے۔اس خوف سے بے خوف ہونے کا واحد حل اللہ سے دوستی ہے۔یعنی اولیاء اللہ کے زمرے میں شامل ہوتا ہے۔چونکہ اللہ تعالیٰ ہر لحاظ سے اپنے دوستوں کو اپنا ہی محتاج کر لیتا ہے اور انھیں اپنی قدرت کاملہ سے ضروریات کی نعمتیں پہنچاتا ہے۔لہٰذا وہ خوراک لباس رہائش چلنے پھرنے میں اللہ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں۔یعنی انھیں توحید میں عین الیقین کا مقام حاصل ہوتا ہے جس کی بنا پر انھیں دنیا میں کسی چیز کا خوف نہیں رہتا۔اگر کوئی انھیں جان سے مارنے کے لیے آتا ہے تو اللہ اس کے ارادوں کو بدل کر ان کا گرویدہ کر دیتا ہے اور یہ مقام انھیں صرف یقین کامل اور استقامت ایمان کی بنا پر اللہ کا ولی بننے پر ہی حاصل ہوتا ہے۔ذرا غور فرمائیں کہ خواہ کوئی بادشاہ ہو یا گدا امیر ہو یا غریب مالک ہو یا ملازم غرض یہ کہ وہ کچھ بھی ہو وہ حصول دنیا کے خوف میں مبتلا نظر آئے گا اور اللہ کا کسی کو بے خوف کر دینا کتنی بڑی نعمت اور احسان عظیم ہے جو اس آیت کریمہ کے مطابق اولیا اللہ کو ہی حاصل ہوتا ہے۔

اس آیت کریمہ میں جس دوسرے انعام کا ذکر کیا گیا ہے وہ بے حزنی ہے۔یعنی بے غم ہو جاتا ہے۔انسان ہر وقت دنیوی طور پر کسی نہ کسی چیز کا طالب رہتا ہے مگر جو چیز اسے نہیں ملتی تو اس کی محرومی اس میں حزن یعنی غم پیدا کرنے کا باعث بنتی ہے۔اس طرح اس کا دل بے چینی اور بے سکونی میں مبتلا رہنے لگتا ہے جسے وہ بدقسمتی تصور کر بیٹھتا ہے۔حالانکہ کسی چیز کے حاصل ہونے یا نہ ہونے میں قدرت کاملہ کا کچھ نہ کچھ مصلحت انگیز اقدام ہوتا ہے۔حصول رزق کے لیے کوشش

کرنا فرض عین ہے۔اس کاوش کے نتیجہ میں جو مل جائے اس پر قناعت اور گزر اوقات کرنا اللہ پر بھروسے کی نشانی ہے۔مگر بے صبر انسان یہ چاہتا ہے کہ دنیا کا ہر معاملہ اس کی ذاتی خواہشات کے مطابق ہو۔اگر اس کی کوئی کی کوئی خواہش پوری ہو جائے تو صرف وہ وقتی طور پر خوشی محسوس کرتا ہے لیکن خواہش پوری نہ ہونے کی صورت میں تلملانے لگتا ہے۔جس سے اس پر غم اور پریشانی طاری رہتی ہے حتیٰ کہ اہل دنیا کے شب و روز اسی غم میں گزر جاتے ہیں اور انسان کی زندگی پوری ہو جاتی ہے۔اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کو دنیا کے اس غم سے بے غم کر دیتا ہے۔ذرا غور کریں کہ یہ کتنا بڑا فضل عظیم ہے کہ اسے کسی طرح کا غم ہی نہ ہو۔کیونکہ اللہ کے بندے جب اپنی خواہش کو مکمل طور پر رضائے الٰہی کے تابع کر لیتے ہیں تو انھیں اس بنا پر اللہ کی طرف سے ہر وقت سکون اور اطمینان قلب رہتا اور دنیا کے غم ہمیشہ کے لیے ان سے ختم ہو جاتے ہیں۔

اس دنیا کے علاوہ انسان کو آخرت میں سزا ملنے کا خوف ہے اور جنت میں داخل نہ ہونے کا غم فکر لاحق ہے۔مگر جب کوئی ہر لحاظ سے اللہ کی دوستی کے زمرہ میں آجاتا ہے تو وہ آخرت کے حساب وکتاب سے بے خوف ہو جاتا ہے اور یوم حشر میں کامیابی کی بنا پر اس سے دوزخ کے غم کا خطرہ بھی ہمیشہ کے لیے ختم ہو جاتا ہے۔اس طرح اس آیت کریمہ کی رو سے اولیاء اللہ کو یہ جو دو انعام ملتے ہیں بڑے ہی عظیم ہیں۔اگر ان دونوں انعاموں کو دنیا اور آخرت کی بادشاہت کہے دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔اولیاء اللہ کی پہچان ہی یہی ہے کہ دین و دنیا میں یہ دونوں انعامات ان کے حال میں شامل ہوں گے۔اس لیے وہی اللہ کے ولی یعنی دوست ہیں۔اہل ایمان میں سے جو لوگ اللہ کی دوستی کے طالب بنتے ہیں۔انھیں ہر صورت میں اپنی زندگی کی ضروریات کو اس کے سپرد کرنا پڑتا ہے جو رزق اور مال انھیں اللہ کی طرف سے مل جاتا ہے۔اس پر شکر کرتے ہیں اور جو نہیں ملتا اس پر صبر کرتے ہیں۔صبر اور شکر کا دامن انھیں ہر لحہ یادِ الٰہی، کثرتِ عبادات اور زہد و تقویٰ سے حاصل ہوتا ہے۔شمع رسالت کے فیضان نبوت کے وسیلہ ہی سے اولیاء کو اللہ کا مقام قرب اور مقام ولایت حاصل ہوتا ہے۔جن اولیاء کو ولایت کا انمول مقام حاصل ہوا انھی میں سے ایک بزرگ ہستی حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کا نام نامی بھی چاند کی طرح اُجاگر ہے۔

حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی پوری زندگی کا اگر غور سے احاطہ کیا جائے تو ہمیں یہ بات واضح طور پر عیاں ہو جاتی ہے کہ حضرت بابا فرید نے ہوش سنبھالتے ہی یاد الٰہی کا دامن پکڑ لیا اور انھوں نے یہ بات دل میں ٹھہرا لی کہ جو رزق انھیں اللہ کی طرف سے ملے گا اسی پر گزارہ کریں گے۔ اس سلسلہ میں انھیں بے پناہ فاقہ کشی برداشت کرنا پڑی۔ زندگی کی بنیادی ضرورتوں سے محروم رہنا پڑا مگر چونکہ ان کے سامنے صرف ایک ہی منزل تھی کہ اللہ ان سے راضی ہو جائے اور ان کی عبادت کو اللہ اپنی بارگاہ میں قبول فرما لے۔ آخر اس تزکیہ نفس کی بنا پر وہ اللہ کے محبوب اور مقرب بندے بن گئے اور جوں ہی اللہ کے قرب میں اضافہ ہوتا گیا۔ اللہ نے انھیں اپنے انعام یعنی بے خوفی اور بے حزنی سے نواز دیا۔ حضرت بابا فرید کو چونکہ یہ مقام حاصل ہوا ہے اس لیے ان کے مرقد کو اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کے باعث اہل دنیا میں باعث سکون و امن بنا دیا ہے۔ ان کے آستاں پر جو بھی غم زدہ اور دنیا کے مصائب سے خوفزدہ لوگ جاتے ہیں ان کے دلوں کو سکون اور امن کی دولت حاصل ہوتی ہے۔ یہ کتنی بڑی شان ہے کہ انسان آپ کے آستاں پر جائے اور اسے اطمینان قلب حاصل ہو جو دنیا کی چیزوں سے حاصل نہیں ہوتا۔

حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق طریقت میں بزرگان چشت سے ہے اور سلسلہ عالیہ میں آپ کو سرزمین پاکستان میں بڑی اہمیت اور عظمت حاصل ہے۔ کیونکہ آپ کی ذات گرامی کی وجہ سے پنجاب میں بے شمار غیر مسلم اقوام حلقہ بگوش اسلام ہوئی ہیں۔ سلسلہ عالیہ چشتیہ کے موسس اعلیٰ حضرت ابو اسحاق شامی ہیں جو قصبہ چشت کے رہنے والے تھے اور اسی نسبت سے چشتی کہلوائے۔ قصبہ چشت ملک افغانستان کے شہر ہرات سے کچھ فاصلے پر ہے۔ حضرت ابو اسحاق شامی چشتی رحمۃ اللہ علیہ سے طریقت میں یہ نسبت حضرت خواجہ ابو محمد ابدال چشتی، حضرت خواجہ ابو یوسف چشتی، حضرت خواجہ مودود چشتی اور دیگر بزرگان کی وساطت سے حضرت خواجہ معین الدین چشتی کو حاصل ہوئی پھر ان کے ذریعہ سے حضرت خواجہ بختیار کاکی کو حاصل ہوئی اور پھر ان سے حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کو حاصل ہوئی۔ طریقت میں یہ نسبت عشق الٰہی کے جذبہ میں سرشار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نسبت چشتیہ کے بزرگان میں عشق الٰہی کا جذبہ بڑا نمایاں ہوتا ہے۔ حضرت بابا

فرید رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا ہر لحہ ہمیں عشق الٰہی میں ڈوبا ہوا نظر آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے پاس دنیا کا مال وزر بڑی تیزی سے آیا مگر انھوں نے اللہ کی محبت کے لیے دنیا کی کسی چیز کی طرف ذرہ بھر کسی رغبت کا اظہار نہیں کیا۔ یہ کتنی بڑی شان اور کتنا بڑا مقام ہے کہ شاہان وقت کی بیٹی آپ کی زوجہ مطہرہ ہو اور گھر میں گزر اوقات کے لیے سوائے اللہ کے بھروسہ کے اور کچھ نہ ہو لہٰذا آپ ان چند اولیاء اللہ میں سے ہیں جنھیں ہر طرح کی ظاہریٔ اور باطنی نعمتوں میں استغنا حاصل تھا۔

حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں خلوص ومحبت کے جذبات میں مختلف دیگر اولیاء کرام نے یوں اظہار فرمائے ہیں۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد گرامی

سلسلہ عالیہ چشتیہ کے جلیل القدر خواجہ خواجگان سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کو خاندان چشت کی روشن شمع اور شہباز عظیم فرمایا ہے۔ یہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایسی جامع اور سچی تعریف ہے جس کے بعد دوسروں کی کہی ہوئی باتوں کی ضرورت تو نہیں رہتی۔ مگر یہاں یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ اپنے اپنے وقت کی فقید المثال عظیم ہستیوں نے آپ کو کن الفاظ سے یاد کیا ہے۔

جب دہلی میں حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اجمیری پہلی دفعہ تشریف لائے تو حضرت خواجہ قطب عالم بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مریدین کو خواجہ خواجگان کی خدمت میں سلام کے لیے پیش کیا تھا۔ جس وقت حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نظر جناب بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر پڑی تو فرمایا۔ اے بختیار رحمۃ اللہ علیہ تمہارے دام میں ایسا شہباز عظیم آیا ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ کے سوا کہیں قرار نہ پکڑے گا۔ پھر فرمایا کہ فرید ایک ایسی شمع ہے کہ جس سے خانوادہ درویشاں روشن ہو جائے گا۔

حضرت شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد عالی

حضرت شہاب الدین سہروردی سلسلہ سہروردیہ کے اکابر شیخ الشیوخ میں سے

تھے۔حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی ان سے ملاقات اس وقت ہوئی جب آپ بغداد شہر میں بغرض سیاحت تشریف لے گئے اور آپ چند روز ان کی خدمت اقدس میں بھی رہے۔راحت القلوب میں حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خود فرمایا ہے کہ حضرت شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ کو اس دعا گو نے دیکھا ہے اور چند روز ان کی خدمت میں بھی رہا ہے۔رخصت کے وقت حضرت سہروردی نے جناب بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی تصنیف عوارف المعارف کا ایک قلمی نسخہ عنایت فرمایا اور دعا دی کہ:

شیطان را بر ذاتِ شما دست قدرت نباشد

یعنی شیطان تم پر قابو نہ پاسکے گا۔

حضرت سید الدین باخرزی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

آپ حضرت نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے تھے۔دوران سیر و سیاحت جب حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ بخارا پہنچے تو اس وقت ان کی ملاقات آپ سے ہوئی۔آپ نے اپنے اوپر سے سیاہ چادر اتار کر جناب بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو عنایت فرمائی تھی اور چند مرتبہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو غور سے دیکھ کر فرمایا۔

ایں درویش از مشائخ روزگار گردد و ہمہ عالم از مریدان و فرزندانش پر شود

یعنی یہ درویش اپنے زمانے کا شیخ کامل ہوگا اور تمام عالم اس کے مریدوں سے بھر جائے گا۔

حضرت جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

آپ حضرت ابو سعید تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ اور مشائخ کبار میں سے ہیں۔آپ نے تبلیغ اسلام کا اہم فریضہ بڑی خوبی سے انجام دیا ہے۔جب آپ ملتان سے دہلی جا رہے تھے تو راستہ میں کھتوال میں ٹھہرے تھے اور وہاں لوگوں سے پوچھا تھا کہ مجھے یہاں سے اللہ کے دوست کی خوشبو آتی ہے۔

لہٰذا مجھے بتاؤ کہ یہاں کون کون سے درویش ہیں تاکہ میں ان کی زیارت کروں۔لوگ آپ کو حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لے گئے۔اس وقت حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کھتوال سے باہر مسجد میں بیٹھے تھے۔آپ کے کپڑے بہت زیادہ پھٹے پرانے تھے اور ہوا کے جھونکوں سے بدن کا کوئی نہ کوئی حصہ برہنہ ہو جاتا تھا جس سے آپ کو شرم محسوس ہوتی تھی۔حضرت جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے نورِ باطن سے اس بات کو معلوم کیا اور فرمایا!

اے فرزند از چنیں حال غم مخوری کہ نتیجہ این آن بود کہ قطب روزگار خواہی شد

یعنی اے بیٹا اس حالت سے غمگین مت ہو کہ اس کا نتیجہ ایک دن یہ ہوگا کہ تو قطبِ زمانہ ہو جائے گا۔

حضرت اوحد الدین کرمانی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

جس زمانے میں حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ ظاہری علوم کی تکمیل میں سیستان کی دینی درس گاہ میں مشغول تھے تو آپ کی ملاقات نواح سیستان میں اپنے وقت کے مشہور و معروف اور صاحب کرامت بزرگ حضرت شیخ اوحد الدین کرمانی سے ہوئی جو حضرت خواجہ معین الدین اجمیری کے مرید و خلیفہ تھے اور حدود سیستان و کرمان کے بیشتر لوگ ان کے عقیدت مند تھے۔جب حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کی خدمت میں پہنچے تو وہ کھڑے ہو گئے اور حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو گلے لگا کر فرمایا:

زہے سعادت کہ تم ہمارے پاس آ گئے۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان

آپ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ جانشین تھے۔آپ نے فرمایا

"من بہ یقین می دانم و بہ رائے العین مشاہدہ کردہ ام کہ شیخ من از واصلان درگاہ بے نیازی بود و از مشربے کہ شیخ بایزید رحمۃ اللہ علیہ و جنید رحمۃ اللہ علیہ دیگر مستان عشق خدائے جامہا نوشیدہ انداد ہم نوشیدہ بود۔

میں یقین کے ساتھ جانتا ہوں اور میں نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا ہے کہ میرے شیخ (حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ) درگاہ بے نیازی کے واصلوں میں سے ایک تھے اور انھوں نے بھی اسی قسم کا پیالہ پیا ہوا تھا جیسا کہ حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر عاشقان خدا نے پیا ہوا تھا۔

اولیاء کرام کے ان ارشادات سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کا روحانی مقام بڑا بلند اور آپ کی شان بڑی اونچی تھی۔



خاندان

حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق شاہی خاندان سے تھا جو اپنے زمانے میں بڑا معزز اور صاحب حشمت تصور کیا جاتا تھا۔آپ کے اجداد میں سے شیخ شہاب الدین احمد المعروف فرخ شاہ کا نام بہت قابل ذکر ہے جو اپنے عہد میں کابل کے فرمانروا تھے۔ان کے عہد حکومت میں سلطنت کابل کو بہت عروج حاصل ہوا مگر بعد ازاں شاہان آل سبکتگین کے ہاتھوں ان کی حکومت ختم ہوگئی۔حضرت بابا فرید کے دادا کا خاندانی تعلق فرخ شاہ کی اولاد ہی سے تھا۔ان کا اسم گرامی شیخ قاضی شعیب تھا۔

حضرت قاضی شعیب

بیان کیا جاتا ہے کہ قاضی شعیب اپنے خاندان کے ساتھ کابل میں بڑے امن اور سکون سے زندگی بسر کر رہے تھے مگر چھٹی صدی ہجری کے وسط میں وہاں غزنی قبائل کے چھاپے شروع ہوگئے اور کابل میں رہنا مشکل ہوگیا۔اس بے سکونی کے پیش نظر حضرت بابا فرید کے دادا حضرت قاضی شعیب ۵۵۲ھ مطابق ۱۱۵۷ء میں کابل سے ہجرت کر کے لاہور میں قیام پذیر ہوئے۔کچھ عرصہ یہاں قیام کیا ان کے ساتھ ان کے تین لڑکے اور خاندان کے دیگر افراد بھی تھے۔لاہور میں کچھ عرصہ گزارنے کے بعد قاضی شعیب قصور تشریف لائے۔شہر قصور کے قاضی نے آپ کا پرتپاک خیر مقدم کیا اور سلطان وقت سے آپ کے حسب ونسب اور اہلیت وصلاحیت

کے بارے میں کلمات خیر سے ذکر کیا۔اس وقت لاہور کے علاقے پر غزنوی حکمران برسراقتدار تھے چنانچہ لاہور کی جانب سے قاضی شعیب کو کھتوال کے علاقے کا قاضی مقرر کردیا گیا۔

کھتوال کا قصبہ دریائے ستلج کے کنارے مہاراں اور اجودھن (پاک پتن) کے درمیان واقع تھا۔آجکل ایک چھوٹا سا گاؤں بنام چاولی مشائخ آباد ہے۔یہاں پہنچ کر حضرت شیخ شعیب رحمۃ اللہ علیہ نے بحیثیت قاضی علاقہ فرائض سرانجام دیئے۔آپ کے تین صاحبزادوں میں قاضی جمال الدین سلیمان اور درمیانے شیخ عبداللہ اور چھوٹے شیخ سعد حاجی تھے۔

حضرت قاضی جمال الدین سلیمان رحمۃ اللہ علیہ

حضرت قاضی جمال الدین سلیمان اپنے والد محترم قاضی شعیب کی طرح بڑے عالم اور فاضل تھے۔اپنے والد محترم کے وصال کے بعد جمال الدین سلیمان قاضی کے عہدہ پر فائز ہوئے۔آپ عدل وانصاف زہد وتقویٰ اور جود وسخا میں اپنے والد گرامی ہی کا نمونہ تھے اور اپنے ذاتی اوصاف اور کمالات کی بنا پر خوب شہرت پائی۔اسی دور میں ایک اور معزز خاندان بھی نواح کابل سے ہجرت کر کے قصبہ کروڑ لال عیسن (ضلع لیہ پنجاب) میں آکر مقیم ہوا۔اس کے سربراہ مولانا وجیہ الدین خجندی تھے۔وہ ایک متجر عالم اور عابد وزاہد بزرگ تھے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب کی اولاد سے تھے۔ان کی ایک صاحبزادی قرسم (یا قریشم) خاتون تھیں۔خواجہ شعیب رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا وجیہ الدین خجندی سے اپنے فرزند حضرت سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کے لئے بی بی قرسم خاتون کے رشتہ کی درخواست کی۔مولانا خجندی فوراً رضامند ہوگئے اور اس طرح خواجہ سلیمان رحمۃ اللہ علیہ اور بی بی قرسم خاتون رحمۃ اللہ علیہا کا عقد نکاح عمل میں آیا۔

حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ

حضرت بی بی قرسم خاتون ہی وہ پاکباز عورت ہیں جنھیں شیخ الاسلام خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔حضرت بی بی قرسم خاتون بڑی زاہدہ اور عابدہ تھیں۔کثرت عبادت کی بنا پر آپ کی اکثر دعائیں بارگاہ رب العزت میں مقبول ہو

98369

جاتی تھیں۔اس لئے آپ مستجاب الدعوات تھیں۔

حضرت نظام الدین اولیاء اپنے پیرومرشد حضرت بابا فرید کی والدہ ماجدہ کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ وہ بڑی مستجاب الدعوات تھیں۔اس ضمن میں ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایک رات حضرت بی بی قرسم خاتون رحمۃ اللہ علیہا نماز تہجد میں مشغول تھیں کہ ایک چور گھر میں گھس آیا۔بی بی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا کی نظر اس پر پڑی تو وہ فی الفور نور بصیرت سے محروم ہوگیا۔اب اس نے گریہ وزاری شروع کردی اور کہنے لگا جس نیک بخت کی دہشت اور بددعا سے میری بینائی سلب ہوئی ہے میں اس سے وعدہ کرتا ہوں کہ اگر میری بینائی پھر واپس آجائے تو میں عمر بھر چوری نہ کروں گا۔

حضرت بی بی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا کو اس کی فریاد اور گریہ وزاری پر رحم آگیا اور بارگاہ الٰہی میں اس کی بینائی کے لیے دعا کی۔اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور چور کی بصارت عود کر آئی۔اسی وقت بی بی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں پر گر پڑا اور معافی مانگ کر رخصت ہوگیا۔صبح کو اپنے اہل وعیال کے ہمراہ بی بی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اہل وعیال سمیت مشرف بہ اسلام ہوگیا۔

حضرت بی بی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا نے اس کا اسلامی نام عبداللہ رکھا۔کہتے ہیں کہ اس شخص نے قبول اسلام کے بعد کثرت مجاہدات و ریاضات کی بدولت درجہ ولایت حاصل کرلیا۔اسے خاندان خواجہ شعیب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے چاولے مشائخ کا لقب عطا ہوا اور قصبہ کھتوال بھی اسی کے نام پر چاوٗلہ یا چاوٗلے مشائخ مشہور ہوگیا۔حضرت خواجہ شعیب رحمۃ اللہ علیہ خواجہ سلیمان اور بی بی قرسم خاتون کے مزارات اسی قصبہ میں ہیں۔

حضرت قاضی کی اولاد امجاد

حضرت قاضی جمال الدین سلیمان کے تین فرزند تھے۔پہلے بیٹے کا نام عزالدین محمود تھا۔دوسرے کا نام فریدالدین مسعود تھا اور تیسرے کا نام نجیب الدین متوکل تھا۔اس کے علاوہ اللہ

تعالیٰ نے انہیں ایک لڑکی بھی عطا فرمائی جس کا نام جمیلہ خاتون تھا جو مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ تھیں۔

حکایت

حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جب حضرت نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ تعلیم و تحصیل کے لیے درس میں گئے تو مدرس نے پوچھا کہ نجیب الدین متوکل تم ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں تو نجیب الدین متوکل (کھانے والا) ہوں۔ متوکل ہونا کس کے بس میں ہے؟ پھر مدرس نے پوچھا کہ شیخ الاسلام فرید الدین کے بھائی تم ہو؟ انہوں نے فرمایا: بظاہر تو بھائی ہوں، باطنی طور پر مجھے معلوم نہیں (یعنی مراتبت کا مجھے علم نہیں)۔

(فوائد الفوائد ص 67)

ولادت

حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ چشتیہ کے ان اکابر اولیاء میں سے ہیں جن پر زمانہ ہمیشہ فخر کرتا رہے گا۔

آپ کی ولادت باسعادت قصبہ کھتوال میں ۵۷۱ھ مطابق ۱۱۷۵ء میں ہوئی۔ قصبہ کھتوال کا موجودہ نام دیوان چاولی مشائخ ہے۔ جو بورے والا سے دس کلومیٹر کے فاصلے پر ضلع وہاڑی میں واقع ہے۔

آپ کے سن ولادت کے بارے میں تذکرہ نگاروں میں کافی اختلاف موجود ہے جواہر فریدی میں آپ کا سال ولادت ۵۶۹ھ درج ہے اور سیر الاولیاء میں بھی یہی سال ولادت لکھا ہوا ہے۔ خزینۃ الاصفیاء میں آپ کی پیدائش کا سال ۵۸۴ء ہے۔ احوال الآثار شیخ فرید الدین گنج شکر میں آپ کا سن ولادت ۵۷۱ھ لکھا گیا ہے۔ صاحب مقام گنج شکر نے بھی اسے ہی درست تسلیم کیا ہے۔

آپ قاضی جمال الدین سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے صاحبزادے تھے۔ بڑے صاحبزادے کا نام نامی شیخ عز الدین محمود اور چھوٹے کا اسم گرامی شیخ نجیب الدین محمد متوکل تھا۔

نام ونسب

آپ کے والدین نے آپ کا نام مسعود رکھا۔ مگر آپ فرید الدین مسعود کے نام سے

مشہور ہوئے مگر آپ نے گنج شکر کے لقب سے شہرت پائی ہے۔اس کے علاوہ تذکرہ نگاری کی دنیا میں آپ کو شمس الحقیقت' سر حلقہ و اصلان حق' قدوۃ الاخیار' قطب الاقطاب' فرد الاولیاء' آفتاب انوار ولایت' پیشوائے عالم ہدایت' بردالطریقت' زبدۃ اتقیائے ابرار' عمدہ الابرار' سلطان السالکین' شمس العارفین' برہان العاشقین' شیخ کبیر' محرم اسرار مشیت ایزدی' شیر بیشہ تقدیس ربانی' فرد الحق شہباز طریقت اور شیخ الاسلام شیخ الشیوخ العالم کے القابات سے بھی پکارا جاتا ہے۔اس کے علاوہ آپ کو اکثر لوگ شیخ فرید' صادق فرید' شاکر فرید' مولانا فرید' خواجہ فرید' حاجی فرید' درویش فرید' عبد اللہ فرید' مقبول فرید' عالم فرید' امام فرید' مجتہد فرید' متدین فرید' متقی فرید' عارف فرید' ولی فرید' سخی فرید' جہاں گشت فرید' حامد فرید' مخدوم فرید' فقیر فرید' محمود فرید' متوکل فرید' سالک فرید' زاہد فرید' عابد فرید' صوفی فرید' محب فرید' مرشد فرید کے اسماء سے بھی یاد کرتے ہیں۔

گنج شکر کی وجہ تسمیہ

بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا سب سے مشہور لقب حضرت گنج شکر (یعنی شکر یا مٹھاس کا خزانہ) ہے۔آپ اس لقب سے کیسے مشہور ہوئے اس کے متعلق مختلف تذکروں میں مختلف روایات ہیں۔اس ضمن میں کچھ مشہور روایات یہ ہیں۔

1- آپ کے والد کا انتقال آپ کے بچپن میں ہی ہو گیا اور آپ کی ابتدائی تربیت آپ کی والدہ ہی کی نگرانی میں ہوئی۔انہوں نے چاہا کہ بچپن ہی سے آپ پابندیٔ نماز کے عادی ہو جائیں۔اس لئے آپ کی والدہ جائے نماز کے نیچے شکر کی پڑیا رکھ دیا کرتی تھی اور اپنے بچے مسعود سے فرمایا کرتی تھیں جو بچے نماز پڑھتے ہیں ان کی جائے نماز کے نیچے سے روزانہ ان کو شکر مل جاتی ہے۔ایک دن ایسا ہوا کہ والدہ شکر کی پڑیا رکھنا بھول گئیں اور انہوں نے گھبرا کر حضرت سے کہا مسعود تم نے نماز پڑھی یا نہیں۔حضرت نے جواب دیا ہاں اماں نماز پڑھ لی اور شکر کی پڑیا بھی مل گئی۔یہ جواب سن کر حضرت کی والدہ کو بہت تعجب ہوا اور وہ سمجھیں کہ اس بچے کی غیب سے مدد ہوتی ہے اور اس وقت سے انہوں نے اپنے بچے مسعود کو "شکر بار" اور "شکر گنج" کہنا شروع کیا جو

آج تک مشہور ہے۔

2- حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ جس زمانہ میں بیابانوں میں مجاہدات و ریاضات میں مشغول تھے تو ایک دن ان کو سخت پیاس لگی۔ پانی کی تلاش میں ایک کنوئیں کے پاس پہنچے۔ مگر وہاں کوئی ڈول اور رسی نہ تھی جس سے پانی کھینچتے۔ مایوس ہو کر کنوئیں کے پاس بیٹھ گئے اتنے میں دو جنگلی ہرن دوڑتے ہوئے کنوئیں کے کنارے پر پہنچے۔ یکا یک کنوئیں کا پانی اچھل کر کناروں تک پہنچ گیا۔ ہرنوں نے اپنی پیاس بجھائی اور چل دیئے۔ بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت حیران ہوئے اور آگے بڑھ کر اپنی پیاس بجھانی چاہی، لیکن پانی نیچے اتر گیا۔ بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حیرت میں اور اضافہ ہوا۔ آپ نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی اور کہا۔ ''الٰہی تو نے ہرنوں کو تو پانی پلا دیا مگر مظلوم نہیں اپنے بندے کو کیوں محروم رکھا۔'' غیب سے آواز آئی ''تو نے ڈول اور رسی کا سہارا ڈھونڈا اور ہرن صرف میرے سہارے پر یہاں آئے تو محروم رہا اور وہ سیراب ہوئے۔''

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ ندائے غیبی سن کر بہت پشیمان ہوئے اور پھر بیابان میں جا کر ریاضت میں مشغول ہو گئے۔ چالیس دن تک عبادت کرتے رہے اور اس عرصے میں پانی کا ایک قطرہ بھی حلق میں نہ ڈالا۔ چلہ ختم ہونے پر خاک کی ایک مٹھی منہ میں ڈالی جو فوراً شکر بن گئی۔ غیب سے آواز آئی۔

''اے فرید تجھے ہم نے برگزیدہ بندوں میں جگہ دی اور تیری عبادت قبول کی اور آج سے تجھے شیریں سخنوں کے گروہ میں ''گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ'' بنایا۔

3- ایک دن حضرت شیخ خواجہ فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ اپنے حجرے سے باہر نکلے۔ دل میں آیا کہ آج اپنے پیرو مرشد کی خدمت میں حاضر ہونا چاہئے۔ یہ برسات کا موسم تھا۔ شیخ کے پاؤں میں لکڑی کے جوتے تھے۔ کیچڑ کی وجہ سے آپ کا پاؤں پھسلا اور آپ گر پڑے۔ زمین سے مٹی شیخ کے منہ میں جا پڑی۔ آپ نے محسوس کیا کہ یہ مٹی نہیں شکر ہے۔ اٹھے اور حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرمایا کہ فرید الدین آج جو مٹی تمہارے منہ میں شکر بن گئی ہے وہ اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں گنج شکر بنا دیا ہے۔ تمہیں اس نعمت عظمیٰ کی قدر کرنی چاہئے اور اللہ کی

مخلوق سے مہربانی اور محبت کرنی چاہیے۔

4- جن دنوں اجودھن (پاک پتن) کا قصبہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذات بابرکات کے انوار سے جگمگا رہا تھا۔ ایک سوداگر کا ورود اجودھن میں ہوا۔ وہ اونٹوں پر شکر لاد کر ملتان سے دہلی جا رہا تھا۔ اس کی ملاقات حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی تو انہوں نے پوچھا ''اونٹوں پر کیا سامان تجارت کے لئے لدا ہوا ہے'' سوداگر کو یہ سوال ناگوار گزرا اس نے یونہی تمسخر سے جواب دیا ''نمک ہے'' بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''بہتر ہے نمک ہی ہوگا'' جب سوداگر دہلی پہنچا اور بورے کھولے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وہ شکر کی بجائے نمک سے بھرے ہوئے تھے۔ سخت پشیمان ہوا اور الٹے پاؤں واپس ہو کر بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اجودھن پہنچا اور اپنی خطا کے لئے معافی کا خواستگار ہوا۔ بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''اگر شکر تھی تو شکر ہو جائے گی'' آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلتے ہی نمک پھر شکر میں تبدیل ہو گیا۔ اسی دن سے آپ ''گنج شکر'' کے لقب سے مشہور ہو گئے۔

شجرۂ نسب

خزینۃ الاصفیاء میں آپ کا شجرہ نسب یوں بیان کیا گیا ہے۔

1- حضرت فریدالدین مسعود
2- بن حضرت جمال الدین سلیمان
3- بن حضرت قاضی شعیب
4- بن حضرت شیخ محمد احمد
5- بن حضرت شیخ محمد یوسف
6- بن حضرت شیخ محمد
7- بن حضرت شیخ شہاب الدین
8- بن فرخ شاہ بادشاہ کابل

-9 بن نصیر الدین

-10 بن محمود شاہ

-11 بن سامان شاہی شیخ سلیمان

-12 بن شیخ مسعود

-13 بن شیخ عبداللہ واعظ الاکبر

-14 بن شیخ الفتح واعظ اصغر

-15 بن شیخ اسحاق

-16 بن شیخ ابراہیم

-17 بن شیخ ادھم

-18 بن شیخ سلیمان

-19 بن شیخ ناصر

-20 بن حضرت عبداللہ

-21 بن امیر المومنین وخلیفۃ المسلمین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہم اجمعین۔

ایک مجذوب کی پیش گوئی

آپ کی ولادت مبارک پر ایک عجیب واقعہ صاحب سیر السالکین روایت فرماتے ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولود مسعود مادرزاد ولی اللہ اور صاحب مقام ہستی ہیں۔

"جس سال حضور بابا صاحب قدس سرہ العزیز کی ولادت ہوئی۔ شعبان کی انتیس تاریخ تھی۔ آسمان پر گھرے بادل چھائے ہوئے تھے۔ شہر کے مسلمان آپ کے والد ماجد حضرت قاضی جمال الدین سلیمان کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ چاند تو نظر نہیں آیا۔ اب ہم کل روزہ رکھیں یا نہ رکھیں۔ قاضی صاحب نے فرمایا۔ شک والے دن روزہ رکھنا مکروہ ہے۔ اس لئے روزہ کا حکم کیسے دیا جا سکتا ہے۔

اس وقت قصبہ کھوتوالی میں ایک بزرگ مجذوب صفت رہا کرتے تھے۔ عام خیال کیا جاتا تھا کہ وہ ابدالوں میں سے ہیں۔ لوگ ان کی خدمت میں گئے اور عرض حاصل کی۔ حضرت موصوف نے فرمایا۔ واہ جی واہ! "ڈھنڈورا شہر میں لڑکا بغل میں۔"

آج رات قاضی صاحب کے گھر میں جو بچہ پیدا ہوگا وہ قطب ہے۔ پس اگر وہ کل دودھ پیئے تو جاننا کہ چاند نہیں ہوا اور اگر نہ پیئے تو سمجھ لینا کہ آج رمضان ہے۔ پس یہی ہوا کہ اسی رات کو آپ کی ولادت ہوئی اور صبح کو آپ نے دودھ نہیں پیا۔ تمام شہر نے یہ حال معلوم کر کے روزہ رکھا۔ جب افطار کا وقت آیا تو آپ نے دودھ پیا اور پورے ماہ رمضان کے روزوں میں آپ کی یہی صورت رہی کہ دن بھر دودھ نہ پیتے اور وقت افطار نوش فرماتے۔" (اسرار الاولیاء)

مادرزاد ولی ہونے کا واقعہ

حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کے مادرزاد ولی ہونے کا ایک اور واقعہ تذکرہ نگاروں نے یوں بیان کیا ہے کہ جب آپ اپنی مادر مشفقہ کے بطن سعید میں تھے تو آپ کی والدہ ماجدہ کو بیروں کی رغبت ہوئی۔ پڑوس میں ایک ہمسایہ کے ہاں بیری کا درخت تھا۔ انہوں نے بلا اجازت مالک کے دو چار بیر اس درخت سے توڑ کر کھانا چاہے۔ آپ نے پیٹ کے اندر اس بے قراری کا اظہار کیا کہ وہ بیر ان کے ہاتھ سے گر پڑے۔ اس طرح وہ بیر کھانے کی خواہش پوری نہ کرسکیں۔ جب آپ حضور سن تمیز کو پہنچے تو والدہ صاحبہ نے فرمایا۔ فرید! ہم نے آپ کے حمل کے زمانے میں کبھی مشکوک شے کی جانب ہاتھ نہیں بڑھایا۔ آپ مسکرائے اور کہا۔ امی حضور! ایک دفعہ آپ بلا اجازت مالک کے بیر کھانا چاہتی تھیں۔ میں نے بے قراری کر کے آپ کی اس خواہش کو پورا نہ ہونے دیا۔ یاد کر لیجئے۔ یہ سن کر حضرت بی بی صاحب بہت متعجب ہوئیں کہ میں نے اس کا ذکر کبھی کسی سے نہیں کیا تھا۔ اسے کیسے معلوم ہوگیا اور یہ بیٹا کہتا بالکل سچ ہے۔ یقیناً یہ کوئی ولی اللہ ہے جب تو میرے اس راز سے آگاہ ہے۔" (اسرار الاولیاء)

تعلیم وتربیت

حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کی ابتدائی تعلیم و تربیت آپ کے آبائی قصبہ کھتوال (دیوان چاولی مشائخ) ہی میں ہوئی۔ آپ کے والد گرامی حضرت قاضی جمال الدین سلیمان کا چونکہ آپ کے بچپن ہی میں انتقال ہو گیا تھا۔ اس لئے آپ کی تعلیم و تربیت کی تمام ذمہ داری آپ کی والدہ ماجدہ حضرت بی بی قرسم خاتون پر عائد ہو گئی۔ لہٰذا آپ کی والدہ ماجدہ کو اپنے فرزند ارجمند حضرت فرید الدین مسعود کی پرورش اور تربیت پر خصوصی توجہ دینا پڑی۔ چنانچہ جب آپ کی عمر پڑھنے والوں بچوں کی طرح ہو گئی تو آپ کی والدہ نے آپ کو اپنے قصبہ کھتوال ہی میں آپ کو قرآن مجید کی ابتدائی تعلیم دلوانا شروع کر دی۔ آپ کی تعلیم کے بارے میں سوانح نگاروں کا کہنا ہے کہ آپ نے بڑی چھوٹی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بچپن ہی سے آپ کو غیر معمولی ذہانت عطا فرمادی تھی اس لئے آپ جو سبق پڑھتے فوراً آپ کو یاد ہو جاتا۔

بچپن میں نماز کی پابندی

حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ چونکہ بڑی زاہدہ اور عابدہ تھیں اور ان کا گھریلو ماحول اللہ والوں کی طرح تھا۔ لہٰذا حضرت بابا فرید اپنی والدہ کی تربیت کا یہ اثر ہوا کہ آپ میں بچپن ہی سے زہد و تقویٰ کے آثار نمایاں ہونے شروع ہو گئے۔ اوائل عمر ہی میں آپ میں صوم و صلوٰۃ کی پابندی پیدا ہو گئی۔ والدہ کی خصوصی توجہ سے آپ کے خیالات اور عادات میں بچپن ہی میں تلاش حق کے جذبات موجزن ہو گئے جس کی بنا پر آپ بچپن ہی میں کھیل کود اور بڑے بچوں کی صحبت سے مکمل طور پر محفوظ رہے۔

ملتان میں تحصیل علم

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں آپ کے آبائی قصبہ کھتوال میں اعلیٰ دینی علوم کے حصول کا خاطر خواہ اہتمام نہ تھا۔ لہٰذا جس حد تک ممکن ہو سکا۔ آپ نے ابتدائی دینی تعلیم حاصل کی پھر آپ کی والدہ نے آپ کے متعلق سوچا کہ اپنے بیٹے کو مزید تعلیم کے لئے ملتان بھیجیں۔ کیونکہ ملتان شہر ایک بڑا شہر تھا اور وہاں ہر طرح کی تعلیم کے حصول کے خاطر خواہ مواقع موجود تھے۔ ویسے بھی ملتان شروع ہی سے علم و عرفان کا گہوارہ رہا ہے۔ وہاں بڑے بڑے نامور علماء موجود تھے جن سے قرآن و حدیث کی تعلیم بخوبی حاصل کی جا سکتی تھی۔ اس غرض سے آپ کی والدہ نے آپ کو ملتان شہر بھیج دیا۔ ملتان آنے کے وقت آپ کی عمر تقریباً اٹھارہ برس بیان کی جاتی ہے۔

مولانا منہاج الدین ترمذی کی شاگردی

ملتان پہنچ کر آپ نے درس والی مسجد میں قیام کیا۔ یہ مسجد سرائے حلوائی کے قریب تھی۔ اس زمانے میں اس مسجد میں ایک نامور عالم دین حضرت مولانا منہاج الدین ترمذی بچوں کو دینی تعلیم دیتے تھے۔ بہت سے شاگردان کے حلقہ درس میں شامل تھے۔ انہیں قرآن وحدیث اور دینی علوم کی تدریس پر کامل عبور تھا۔ حضرت بابا فرید گنج شکر ان کی شاگردی میں داخل ہو کر علوم دینیہ کی تعلیم حاصل کرنے میں مصروف ہو گئے۔ انہوں نے دوران تعلیم حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کو بڑا ہونہار طالب علم پایا۔ اس لئے آپ ان کی خصوصی توجہ کے محور بن گئے۔ اسی بنا پر آپ کے استاد مولانا منہاج الدین ترمذی نے آپ کو دینی علوم میں کامل کرنے کے لئے کوئی کمی نہ چھوڑی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی نظر التفات کی بنا پر آپ نے چند سالوں میں قرآن وحدیث، تفسیر وفقہ منطق وفلسفہ ہیئت وریاضی غرض یہ تمام ضروری علوم کی کتابیں ان سے پڑھ لیں اور نہایت ہی قلیل عرصہ میں ہر طرح کے دینی علوم میں کامل ہو گئے۔

مرشدِ کامل سے ملاقات

جن ایام میں حضرت بابا فرید الدین مسعود رحمۃ اللہ علیہ ملتان میں دینی علم کے حصول میں شب و روز مصروف تھے۔ ایک روز یوں ہوا کہ حضرت فرید الدین مسعود مسجد میں ایک کتاب کا

مطالعہ کر رہے تھے۔اس کتاب کا نام نافع تھا۔اسی دوران میں اسی مسجد میں نماز پڑھنے کی غرض سے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے آئے۔حضرت خواجہ نے جب آپ کو کتاب پڑھتے ہوئے دیکھا تو پوچھا کہ اے جوان کیا پڑھتے ہو حضرت بابا فرید نے سر جھکائے ہوئے جواب دیا کہ یا حضرت نافع پڑھ رہا ہوں۔حضرت خواجہ نے فرمایا کہ اے جوان تمہیں انشاء اللہ اس سے نفع ہوگا۔یعنی نافع کتاب کا پڑھنا تمہارے لئے نافع ہی ہے۔

پھر حضرت فرید الدین مسعود رحمۃ اللہ علیہ نے مشتاق نگاہیں اٹھا کر حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف دیکھا' دیکھنا کیا تھا کہ حضرت بابا کی قلبی کیفیت بدل گئی۔ درحقیقت حضرت خواجہ کی نگاہ کیمیا نے آپ کو اسی وقت اہل خلق کے لئے نافع کر دیا۔اس کے بعد حضرت بابا فرید نے حضرت خواجہ کے قدموں پر سر رکھ کر کہا کہ یا حضرت مجھے تو اصل نفع آپ کی نگاہ کیمیا سے ہی ہوگا۔حضرت خواجہ اس سے حضرت فرید الدین مسعود پر ایک دم مہربان ہو گئے۔ ادھر حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی دلی چاہت اور تمناؤں کو حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی سے وابستہ کر دیا اس کے بعد حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ جتنے روز ملتان میں مقیم رہے۔حضرت بابا فرید الدین مسعود رحمۃ اللہ علیہ ان کی صحبت سے مستفیض ہوتے رہے۔

حضرت خواجہ کی بصیرت انگیز نگاہوں نے یہ محسوس کر لیا تھا کہ یہ سعادت مند نوجوان ایک جلیل القدر ولی اللہ بن جائے گا کیونکہ انہیں آپ کی پیشانی میں نور ولایت چمکتا ہوا نظر آیا۔آخر کار ایک روز حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ دہلی جانے کے لئے روانہ ہوئے تو حضرت فرید الدین مسعود رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کے ساتھ چل دیئے تھوڑا سا سفر کیا تھا کہ حضرت خواجہ نے فرمایا اے فرید ظاہری علوم کی تکمیل کے لئے کچھ عرصہ اور لگائیں اس کے بعد میرے پاس دہلی آ جانا۔لہٰذا حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ یہ حکم سنتے ہی واپس ملتان میں اپنی قیام گاہ پر آ گئے اور تحصیل علم میں مصروف ہو گئے۔

حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ خود فرماتے ہیں کہ میں جب ملتان سے دہلی گیا تو شیخ الاسلام قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے ان کے دست حق پرست پر بیعت کی جو نعمت اور عظمت میں نے ان میں دیکھی آج تک کسی میں نہ دیکھی تھی میں ان کا مرید ہو

گیا۔آپ فرماتے ہیں کہ تیسرے روز انہوں نے مجھ پر اپنی عطاؤں اور کرم کے دروازے کھول دیئے اور فرمایا کہ اے فرید خوب ہوا کہ تم اپنا کام پورا کر کے میرے پاس آئے ہو۔(راحت القلوب)

''فوائد السالکین'' میں بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بیعت کا واقعہ اس طرح بیان کیا ہے

''جب اس بندۂ حقیر خادم درویشاں کو دولت قدم بوسی حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی حاصل ہوئی تو آپ نے اسی وقت کلاہ چہار ترکی میرے سر پر رکھی۔اس مجلس میں قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ 'مولانا علاؤ الدین کرمانی رحمۃ اللہ علیہ 'سید نور الدین مبارک رحمۃ اللہ علیہ' شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ 'المویدمولانا شمس الدین ترک رحمۃ اللہ علیہ' شیخ محمود موئینہ دوز رحمۃ اللہ علیہ اور بہت سے دوسرے درویش موجود تھے۔اس موقع پر حضرت خواجہ بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا''اے فرید مرشد میں اتنی قوت باطنی ضرور ہونی چاہئے کہ جو شخص اس سے بیعت کرنے کا طالب ہو اس کے سینہ کی آلائش کو اپنے تصرف روحانی سے ایک ہی نگاہ میں دور کر دے اور اس کے بعد اس سے بیعت لے کر واصل الی اللہ کرے۔اگر مرشد میں اتنی قوت نہیں ہے تو پیر اور مرید دونوں منزل سے دور ہیں۔

حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ جب حضرت خواجہ بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہو گئے تو انہوں نے آپ کو ریاضت و مجاہدے کا حکم دیا حکم ملتے ہی آپ پہلے سے زیادہ مجاہدات میں منہمک ہو گئے۔کہا جاتا ہے آپ عرصہ دراز تک اپنے مرشد کی خدمت عالیہ میں رہے اور ان کی بے پناہ خدمت کی۔

شجرۂ طریقت

حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کا شجرہ طریقت یوں بیان کیا جاتا ہے۔

1- حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ مدفن پاک پتن۔

2- حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ مدفن دہلی۔

3- حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ مدفن اجمیر شریف۔

-4 حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ مدفن مکہ معظمہ۔

-5 حضرت خواجہ شریف زندنی رحمۃ اللہ علیہ مدفن زندنہ۔

-6 حضرت خواجہ محمد مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ مدفن چشت نزد ہرات۔

-7 حضرت خواجہ ابو یوسف ناصر الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ مدفن چشت۔

-8 حضرت خواجہ ابو محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ مدفن چشت۔

-9 خواجہ ابو احمد ابدال چشتی رحمۃ اللہ علیہ مدفن چشت۔

-10 حضرت خواجہ ابو اسحاق شامی حسنی رحمۃ اللہ علیہ (بانی سلسلہ چشتیہ) مدفن عکہ (ملک شام)۔

-11 حضرت خواجہ ممشاد یا علی دینوری رحمۃ اللہ علیہ مدفن دینور۔

-12 حضرت خواجہ امین الدین ابو ہیرۃ البصری رحمۃ اللہ علیہ مدفن بصرہ۔

-13 حضرت خواجہ سدید الدین حذیفہ المرعشی رحمۃ اللہ علیہ مدفن بصرہ۔

-14 حضرت خواجہ ابراہیم بن ادہم بلخی رحمۃ اللہ علیہ مدفن شام۔

-15 حضرت خواجہ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ مدفن مکہ معظمہ۔

-16 حضرت شیخ ابو الفضل عبد الواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ مدفن بصرہ۔

-17 حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ مدفن بصرہ۔

-18 امیر المومنین شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ مزار اقدس نجف اشرف۔

سیر وسیاحت

اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق سیر و سیاحت حصول علم کا ذریعہ اور باعث عبرت ہے۔ لہٰذا اللہ کے بندے اس کرہ ارض کے مختلف مقامات پر کا کراللہ کی رحمت کے آثار دیکھتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس جہان میں بے شمار چیزیں ایسی بنا رکھی ہیں۔ جنہیں دیکھ کر بہت سے علمی مشاہدات اور رموز حاصل ہوتے ہیں۔ اسی ضرورت کے پیش نظر اکثر اولیاء اللہ کو اپنی زندگی کا بیشتر حصہ سیر وسیاحت میں گزارنا پڑتا ہے۔ بعض اوقات یوں بھی ہوتا ہے کہ مرشد کامل اپنے مریدوں کو طویل سفر اختیار کرنے کا حکم دے دیتے ہیں۔ جس سے وہ راستے میں مختلف صوفیاء کرام سے ملاقاتیں کر کے فیض حاصل کرتے ہیں۔ غرض کہ اللہ کا دوست بننے کے لئے طالب کے لئے زندگی کا کچھ حصہ سفر میں گزارنا ضروری ہے۔

حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ بھی اللہ کے انہی بندوں میں سے ہیں۔ جنہوں نے عالم شباب کا بیشتر حصہ طویل سیر وسیاحت میں گزارا۔ دوران سفر آپ کو بے پناہ مشقت اٹھانا پڑی اور مختلف تکالیف کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ جنہیں آپ نے رضائے الٰہی کی خاطر بڑی خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔ اس طویل سیر وسیاحت میں آپ کی بہت سے اولیاء اور بزرگان دین سے ملاقاتیں ہوئیں۔ جس سے آپ کو بہت سے علمی اور دینی اسرار ورموز حاصل ہوئے جو آنے والے وقت میں ظاہری اور باطنی منازل کے لئے عقدہ کشا ثابت ہوئے۔ تصوف شریعت طریقت' حقیقت اور معرفت کے موضوعات پر مفید تجربات حاصل ہوئے۔ غرض کہ آپ کے لئے یہ سیر وسیاحت بڑی مفید ثابت ہوئی۔

دوران سفر برصغیر اور دیگر ممالک کے جن شہروں اور علاقوں میں حضرت بابا فرید گنج شکر

رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے گئے۔ ان میں سیوستان غزنی قندھار بلخ بخارا بدخشاں چشت دمشق بغداد بیت المقدس مکہ معظمہ مدینہ منورہ اور کئی دوسرے مقامات بھی شامل ہیں۔ غرض کہ آپ نے ہندو پاک کے علاوہ روس' ترکستان' افغانستان' ایران' عراق' شام' اردن اور سعودی عرب کے طویل وعریض ممالک کا سفر کیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ان ممالک میں کئی مقامات پر مشائخ کرام اور صوفیائے عظام نے رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری کر رکھا تھا۔ جن سے آپ نے فرداً فرداً ملاقاتیں کیں اور بعض بزرگوں کی صحبت میں چند دن قیام کر کے اکتساب فیض کیا۔ اس طرح بے شمار صوفیاء اور مشائخ سے باطنی نعمتوں کا استفادہ ہوا۔ جن اکابر اولیاء اور صوفیاء سے آپ کی گفت و شنید اور ملاقاتیں ہوئیں ان میں حضرت شیخ شہاب الدین سہروری رحمۃ اللہ علیہ' خواجہ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ' مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ' شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ' شیخ محی الدین ابن عربی' خواجہ اجل سنجری رحمۃ اللہ علیہ' یاقوت حموی ہے' شیخ سیف الدین باخری رحمۃ اللہ علیہ' شیخ اوحد الدین کرمانی رحمۃ اللہ علیہ' تقی الدین فقیہ' شیخ ابو یوسف آمدی' شیخ عبدالواحد بدخشانی' صدر الدین قونوی' عبداللطیف بغدادی' امام حدادی اور شاذلی بن الاثیر کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ بھی بے شمار علماء اور مشائخ سے ملاقات ہوئی آپ کی اس طویل سیر وسیاحت کے چند واقعات برائے استفادہ حسب ذیل بیان کئے جاتے ہیں۔

1- بغداد میں حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات

حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ جب بغداد میں گئے تو آپ حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور چند روز قیام بھی کیا۔ اس ملاقات کا ذکر اسرار الاولیاء میں یوں بیان ہوا ہے کہ

ایک دفعہ میں سفر بغداد کے دوران حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی کے حضور حاضر تھا۔ دوسرے احباب شیخ جلال الدین تبریزی' شیخ بہاؤ الدین سہروردی' شیخ اوحدی الدین کرمانی' شیخ برہان الدین سیوستانی بھی موجود تھے اور خرقہ پوشی کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ ایک صاحبزادہ صاحب جو شیخ بہاؤ الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت میں تھے۔ حاضر ہوئے

آداب بجالا کر عرض کی کہ مجھے خرقہ مبارک سے نوازا جائے۔شیخ شہاب الدین سہروردی نے ان سے فرمایا۔آج معذرت خواہ ہوں کل صبح آئیے آپ کو خرقہ دے دیا جائے گا۔جب رات ہوئی صاحبزادے نے خواب میں دیکھا کہ دو درویشوں کی گردن میں آگ کی زنجیر ڈالے ہوئے فرشتے عالم بالا کی طرف پرواز کررہے ہیں۔انہوں نے فرشتوں کے دامن کو پکڑ کر پوچھا کہ یہ کون ہیں۔ فرشتوں نے آدمیوں کی طرف اشارہ کر کے جواب دیا کہ وہ پیر ہے اور وہ مرید ہے۔اس پیر نے خرقہ دیا تھا اور اس مرید نے خرقہ کا حق ادا نہ کیا۔گلیوں اور بازاروں میں دنیاداروں اور بادشاہوں کی صحبتوں میں رہ رہ کر اور پھر پھر کر اس نے خرقہ صفا کی توہین و تذلیل کی۔ہمیں حکم ہوا ہے کہ اس تاریک دل پیر کو اور اس گمراہ مرید کو آگ کی زنجیر میں گھسیٹ کر لایا جائے اور جہنم میں پھینک دیا جائے۔جب صاحبزادہ نے یہ خواب دیکھا۔فوراً بیدار ہوئے اور شیخ شہاب الدین کی خدمت میں حاضر ہوئے۔آپ مسکرائے اور ارشاد فرمایا تو نے خرقہ پوشوں کا حال دیکھ لیا۔خرقہ پوشی اسے ہی زیب دیتی ہے جو ہر دو عالم سے سلسلہ تعلقات منقطع کرلے اور اپنے مشائخ کے طریقے پر چلے' اور تو تو ابھی ستر حجابوں میں ہے۔تیری خرقہ پوشی کا وقت نہیں آیا۔واپس چلا جا ورنہ وہی پیش آئے گا جس کو تو عالم رویا سے دیکھ چکا ہے۔

ایک اور مقام پر فرمایا ہے کہ ایک دفعہ میں شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ العزیز اور شیخ اوحد الدین کرمانی رحمۃ اللہ علیہ کے حضور موجود تھا۔سلوک کے موضوع پر گفتگو جاری تھی۔شیخ شہاب الدین سہروردی فرمانے لگے کہ اصلی علم ذات خداوندی کا ادراک ہے اور معرفت اس کی تدبیر ہے۔محبت مشاہدہ سے بڑھتی ہے اور مشاہدہ کے لئے مجاہدہ لازم ہے۔

راحت القلوب میں لکھا ہے کہ میں نے شیخ شہاب الدین سہروردی (رحمۃ اللہ علیہ) کو دیکھا ہے اور کچھ دن ان کی خدمت میں بھی رہا ہوں۔ایک دن ان کی خانقاہ میں قریباً ایک ہزار دینار بطور فتوح (مفت کا پیسہ) آئے۔انہوں نے سب کے سب اللہ کی راہ میں لٹا دیئے اور شام تک ایک پیسہ بھی اپنے لئے نہ رکھا اور فرمایا کہ اگر میں اس میں سے کچھ اپنے لئے رکھ لیتا تو درویش نہ رہتا بلکہ درویش مالدار کا لقب پاتا۔

پھر اسی ضمن میں فرمایا کہ ایک روز میں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ انہوں نے کہا کہ جب خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ اپنے کسی بندے کو اپنا دوست بنائے تو ذکر کا دروازہ اس پر کھول دیتا ہے اور حیرت و دہشت کی سرائے میں اس کو جگہ دیتا ہے۔ جو اس کی عظمت و جلال کا محل ہے۔ اسی طرح ہر بندہ خدا تعالیٰ کی حفاظت و حمایت میں آ جاتا ہے۔

ایک اور مقام پر آپ نے فرمایا ہے کہ شیخ شہاب الدین سہروردی (قدس سرہ العزیز) چالیس سال تک اپنی آنکھیں باندھے رہے۔ سبب پوچھا گیا تو کہنے لگے۔ اس لئے کہ لوگوں کے عیب نہ دیکھوں اور اگر اتفاق سے دیکھ لوں تو چھپاؤں اور کسی سے نہ کہوں۔

آپ ہی کا ارشاد ہے کہ عزیزو! درویشی تو شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کر گئے۔ حال یہ تھا کہ صبح سے لے کر شام تک خانقاہ میں ہر آنے جانے والے کو جب تک کچھ کھلا پلا نہ دیتے جانے کی اجازت نہ دیتے۔

2- ایک بزرگ کی مناجات

آپ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ بغداد میں ایک بزرگ کی صحبت میں چند دن گزارنے کا موقع ملا۔ ہر بار جب وہ بزرگ سر بہ سجدہ ہوتے تو خدائے کریم کی بارگاہ میں نہایت عجز و انکساری سے مناجات پڑھتے۔ "اے اللہ! اگر تو نے مجھے قیامت کے دن دوزخ میں بھیج دیا تو اسرار عشق میں سے ایک بھید ایسا ظاہر کروں گا کہ دوزخ مجھ سے ہزار سال کی راہ دور بھاگ جائے گی۔ اس لئے کہ محبت کی آگ کے سامنے کوئی آگ سر اٹھانے کے قابل نہیں اور اگر سر اٹھائے تو تباہ ہو جائے گی۔"

3- ایک پر ہیبت بزرگ سے ملاقات

حضرت بابا فرید صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بغداد کے علاقے میں ایک غار میں ایک بزرگ سے میری ملاقات ہوئی۔ نہایت باعظمت اور پر ہیبت بزرگ تھے۔ ان کے جسم پر گوشت کا نام نہ تھا۔ محض ہڈیوں کا ایک ڈھانچہ تھے۔ میں نے انہیں دیکھ کر خیال کیا کہ معلوم نہیں اس جنگل میں کھاتے کیا ہوں گے۔ اس خیال کا میرے دل میں آنا تھا کہ وہ بزرگ مجھ سے یوں

مخاطب ہوئے۔"اے فرید اس جنگل میں ذکر الٰہی کرتے ہوئے چالیس سال گزر گئے ہیں۔اس عرصہ میں سوائے گھاس پات کے اور کوئی چیز میرے پیٹ میں نہیں گئی۔" میں نے یہ سن کر ان کے قدم چومے اور کچھ دن ان کی خدمت بابرکت میں رہ کر فیض صحبت اٹھایا۔(راحت القلوب)

4- حکایت

حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ میں بغداد کے سفر پر گیا۔دریائے دجلہ کے کنارے ایک غار میں ایک بزرگ کو میں نے پایا۔وہ بزرگ صاحب عظمت و نعمت و ولایت تھے۔لیکن بہت ضعیف تھے۔وہ اپنے عبادت خانے کے اندر نماز میں مصروف تھے۔میں رک گیا یہاں تک کہ وہ نماز سے فارغ ہو گئے۔میں نے سلام عرض کیا تو انہوں نے جواب میں کہا۔(علیک السلام اے فرید) میں حیران ہوا کہ ان کو میرے نام سے کیسے خبر ہو گئی۔فوراً فرمایا "نَبَّانِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ العلیم"(اللہ نے مجھے خبر دی) جو ذات تجھے میرے پاس لانے والی ہے اسی نے مجھے تمہارا نام بتایا ہے۔پھر حکم دیا کہ بیٹھ جاؤ میں بیٹھ گیا۔کچھ وقت ان کی مجلس میں بیٹھا رہا۔جب افطاری کا وقت ہوا تو دو مرد ایک خوان اٹھائے ہوئے آئے اور درویش کے سامنے رکھ دیا۔تھوڑی دیر کے بعد چند لوگ صوفیاء میں سے آ گئے۔انہوں نے میرے اور ان صوفیاء کے ساتھ روزہ افطار کیا۔لیکن بزرگ موصوف نے خود ہاتھ دھلائے۔میں نے عرض کیا کہ اتنے لوگ ہیں اپنے ہاتھ دھو لیں گے۔فرمایا اے درویش! دستور یہی ہے کہ جب مہمان آئے میزبان ہاتھ دھلائے۔

5- ایک بزرگ کے زہد و تقویٰ کا واقعہ

آپ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں بغداد شریف کی طرف سفر کر رہا تھا۔دریائے دجلہ کے کنارے میں نے بزرگان دین میں سے ایک کو پانی کی سطح پر مصلیٰ بچھائے نماز ادا کرتے دیکھا۔جب نماز سے فارغ ہوئے تو سجدے میں سر رکھا اور مناجات شروع کی۔اے اللہ! خضر (علیہ السلام) گناہ کبیرہ کا ارتکاب کر رہے ہیں۔انہیں توبہ کی توفیق عطا فرما۔اسی دوران حضرت خواجہ خضر علیہ السلام نمودار ہوئے اور پوچھا۔اے بزرگ میں نے کس گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا

ہے؟ مجھے بتلا تا کہ میں اس سے توبہ کروں۔ بزرگ نے فرمایا! اے خضر! تو نے جنگل میں درخت لگایا ہے اور اس کے سایہ میں آرام کرتا ہے اور دعویٰ یہ کرتا ہے کہ میں مخلوق خدا کی رہنمائی و دستگیری کرتا ہوں۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فوراً توبہ واستغفار کی۔ اس کے بعد ترک دنیا اور حق درویش کے بارے میں بیان کیا کہ تم بھی ایسے رہو جیسے میں زندگی بسر کرتا ہوں۔ حضرت خضر علیہ السلام نے پوچھا۔ آپ کیسے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ فرمایا! میں اس طرح زندگی گزار رہا ہوں کہ اگر مجھے کہا جائے کہ یہ ساری دنیا اور اس کے مال و زر لے لو۔ تمہارا کوئی حساب کتاب نہیں ہوگا اور اگر قبول نہ کرو گے تو تمہیں دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ میں دوزخ قبول کرلوں گا اور یہ دنیا لینے سے انکار کردوں گا۔ اس لئے کہ یہ دنیا میرے خدا کی شاید مغضوبہ ہے اور جسے خدائے عزوجل نے نظر غضب وعداوت سے دیکھا ہو میں اسے قبول نہیں کروں گا دوزخ کو ترجیح دوں گا۔

شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ان کے قریب گیا۔ سلام عرض کیا جواب دیا اور فرمایا آگے آجاؤ۔ میرے دل میں خیال گزرا کہ آگے تو پانی ہے۔ میں کیسے عبور کروں۔ معا راستا بن گیا اور میں خیال ہی ان کے قدموں میں پہنچ گیا۔ تھوڑی دیر بعد انہوں نے میری طرف توجہ فرمائی اور کہا۔ اے فرید! چالیس سال ہونے کو آئے ہیں کہ میں نے اپنے پہلو کو زمین پر نہیں لگایا اور نیند نہیں کی۔ مگر اے درویش! میری جو روزی مقرر ہے اگر اسے اپنے سامنے کسی آنے والے پر صرف نہ کرلوں۔ میرے دل کو آرام نہیں آتا۔ کیونکہ درویشی تو یہی ہے کہ جو تمہاری قسمت میں ہو اسے دوسروں کو دے ڈالو۔ اس وقت ان کا روزینہ دو پیالے شوربہ اور چار عدد پتلی روٹیاں عالم غیب سے ظاہر ہوئیں۔ ایک پیالہ میرے سامنے رکھا اور دوسرا اپنے سامنے۔ ہم نے کھانا کھایا۔ جب رات ہوئی ہم نماز عشاء سے فارغ ہوئے تو بزرگ موصوف نے نماز نفل شروع کر دی۔ میں نے بھی ان کی اقتدا کی۔ انہوں نے دو رکعتوں میں چار دفعہ قرآن پاک ختم کیا۔ ایک رکعت میں دو قرآن ختم کئے۔ اس کے بعد سلام پھیرا اور سر سجدے میں ڈالا اور رونا شروع کر دیا اور کہنے لگے اے اللہ! میں نے تیرے شایان شان کوئی عبادت نہ کی۔ تا کہ مجھے پتہ چلتا کہ میں نے کچھ کام سرانجام دیا۔ صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد مجھے الوداع کیا۔ میں نے دیکھا کہ میں دریا کے

کنارے کھڑا ہوں اور وہ بزرگ غائب ہو گئے۔ مجھے پتہ نہ چلا کہ وہ کہاں گئے۔ اس کا نام درویشی ہے کہ سوائے ایک ٹوٹے ہوئے گھڑے کے ان کی کوئی متاع نہ تھی۔ جب رات ہوتی تو اس کا پانی بھی گرا دیتے اور دن رات محاسبہ کرتے رہتے اور عالم تجرید و تفرید میں زندگی گزارتے۔ ایک بہت بڑے بزرگ تھے جو اس طرح تجرید کی زندگی بسر کرتے تھے کہ مال و جائیداد کا ایک ذرہ تک ان کے پاس نہ تھا۔ فرماتے تھے کہ قیامت کو جب سوال کریں گے کہ تیری زندگی کیسے گزری تو کہوں گا تجرید کے ساتھ گزاری ہے۔ (اسرار الاولیاء)

6- حضرت خواجہ اجل سنجری رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات

جن ایام میں بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ بغداد کے نواح کی سیاحت میں مشغول تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات اس دور کے ایک رجل عظیم حضرت خواجہ اجل سنجری رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی۔ بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواجہ اجل سنجری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دے کر میرے ساتھ مصافحہ کیا اور فرمایا۔ "بیا اے لنگر عالم کہ نیک آمدی" اس کے بعد میرے ساتھ نہایت حسن سلوک سے پیش آئے اور کئی روز مجھے مہمان رکھا۔ میں نے ان کے پاس اپنے قیام کے دوران میں دیکھا کہ جو شخص ان کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ اسے کچھ نہ کچھ دے کر رخصت کرتے۔ اگر اور کوئی چیز موجود نہ ہوتی تو خستہ خرما جو خواجہ رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے تھے عطا فرماتے۔ جب میں ان سے رخصت ہونے لگا تو دعا دی کہ اللہ تعالیٰ تمہارے رزق میں برکت دے۔ میں وہاں سے روانہ ہوا تو لوگوں سے معلوم ہوا کہ خواجہ اجل سنجری رحمۃ اللہ علیہ صاحب نفس بزرگ ہیں اور ان کی دعا ہمیشہ بارگاہ الٰہی میں شرف قبولیت پاتی ہے۔ بلکہ جس کے حق میں دعا کریں اس کی اولاد میں بھی اس دعا کا اثر باقی رہتا ہے اور جس کو خواجہ نے خرما دیا وہ عمر بھر کسی کا محتاج نہ ہوا۔

اسرار الاولیاء میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ میں خواجہ اجل رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ چار درویش ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تاکہ ان کی خدمت میں رہ سکیں اور فیض صحبت اٹھا سکیں۔ ان میں سے ایک شخص اس ارادے سے آیا تھا کہ شیخ موصوف کو موقع ملنے پر شہید کر

دے۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اس شخص کی طرف روئے سخن کرتے ہوئے فرمایا۔ اے درویش! کیا درویشوں کے لئے مناسب ہے کہ درویشوں کو قتل کرنے کے ارادے سے آئیں۔ درویش نے سر جھکا لیا اور عرض کیا کہ نہیں پھر فرمایا کہ یہ کیسی نیت ہے جسے بدلا جا سکتا ہے۔ جونہی یہ بات حضرت خواجہ موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی۔ درویش اٹھا اور سر آپ کے قدموں پہ رکھ دیا اور بیان کیا کہ حضور! واقعی میں آپ کے شہید کرنے کے ارادے سے آیا تھا۔ لیکن آپ مرد کامل تھے کہ باخبر ہو گئے۔ پس میں نے اس بُرے کام سے توبہ کر لی۔

راحت القلوب میں آپ نے فرمایا ہے کہ ایک دفعہ میں بغداد میں حضرت خواجہ اجل سنجری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ وہاں اس وقت درویشوں کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ خواجہ اجل سنجری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا عمدہ میں خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ تحریر کرتے ہیں کہ مذہب فقر میں درویش کے لئے یہ حرام ہے کہ وہ اہل دنیا سے میل جول رکھے یا بادشاہوں اور سلطانوں کے ہاں آئے جائے۔

7- ایک درویش کامل سے ملاقات

فرمایا کہ "ایک دفعہ میں نے بغداد کا سفر کیا۔ جب شہر میں پہنچا تو میں نے ہر شخص سے وہاں کے بزرگوں اور ان کے ٹھکانوں کا پتہ پوچھنا شروع کیا۔ آخر ایک درویش کا پتہ لگا کہ وہ دجلے کے کنارے رہتے ہیں۔ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے وہاں ٹھہر گیا اور ان کی کے فارغ ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ جب وہ فارغ ہوئے تو میں نے آداب عرض کیا۔ اشارہ فرمایا کہ بیٹھ جاؤ میں بیٹھ گیا۔ ایسا باعظمت و باہیبت چہرہ تھا کہ کبھی دیکھنے میں نہیں آیا۔ چودھویں رات کے چاند کی طرح تاباں، دریافت فرمایا کہاں سے آئے ہو؟ عرض کی اجودھن سے فرمایا جو درویش کے پاس ارادت سے آئے گا وہ کبھی نہ کبھی بزرگ ہوگا۔ یہ جملہ سن کر میں نے سر جھکا لیا۔ فرمانے لگے! مولانا فرید! میں پچاس سال سے اس غار میں مقیم ہوں۔ خار و خاشاک غذا ہے اور بندہ خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے ہے۔ کل ماہ رجب کی ستائیس تاریخ تھی۔ اگر سنو تو اس رات کی کیفیت بیان کروں۔ میں نے نہایت ادب سے عرض کی "فرمایئے"

کہا تیس سال گزر گئے۔ میں نہیں جانتا کہ رات کہاں آتی ہے۔ میرا پہلو زمین سے نہیں لگا' لیکن کل شب مصلے پر لیٹ کر سو گیا۔ خواب میں دیکھا کہ ستر ہزار مقرب فرشتے زمین پر آئے اور میری روح کو اوپر لے گئے۔ جب آسمان اول پر پہنچا تو دیکھا کہ فرشتے کھڑے ہیں اور ایک طرف نگاہ جمائے یہ پڑھ رہے ہیں۔ " سُبْحَانَ ذِی الْمُلْكِ وَ الْمَلَكُوْتِ " (پاک ہے وہ اللہ جو ملک اور بادشاہ والا ہے)۔ ندا آئی کہ جس دن سے یہ پیدا ہوئے ان کی یہی تسبیح ہے۔ بعد ازاں میری روح آگے بڑھائی گئی اور آسمان دوم پر پہنچی۔ پھر تیسرے پر' چوتھے پر' پھر پانچویں پر۔ میں جہاں گیا خدائے تعالیٰ عزوجل کی قدرت کے عجیب عجیب تماشے دیکھے کہ تعریف نہیں ہو سکتی۔ جب عرش سامنے آیا تو حکم ہوا بس ٹھہر جاؤ۔ جملہ اولیاء و انبیاء حاضر تھے اپنے جد امجد حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ سر جھکائے بالکل خاموش کھڑے ہیں۔ آواز آئی "اے فلاں" میں نے کہا "لبیک اے باری تعالیٰ" فرمایا شاباش تو نے عبادت کا حق خوب ادا کیا۔ اب تیری محنت کا صلہ یہ ہے کہ تجھے علیین میں جگہ دی جاتی ہے۔ میں بے حد خوش ہوا اور سجدے میں گر پڑا۔ ارشاد ہوا "سر اٹھاؤ" میں نے سر اٹھایا اور عرض کیا۔ "کچھ آگے بڑھ سکتا ہوں؟" جواب ملا "بس ابھی تمہاری معراج یہیں تک تھی۔ اگر اپنے کام میں اور ترقی کرو گے تو یہاں بھی تمہارا درجہ بڑھ جائے گا۔ تم سے جو کامل تر ہیں ان کی حجاب عظمت تک رسائی ہے۔" یہ سن کر میں نے خواجہ جنید رحمۃ اللہ علیہ کی طرف رخ کیا اور اپنے سر کو ان کے قدموں پر رکھ دیا۔ دیکھتا کیا ہوں وہ خود سر بسجود ہیں۔ میں نے پوچھا کہ "اے جد من یہ کیا ماجرا ہے؟" کہا "جب تجھے یہاں بلایا گیا تو میں اس فکر میں پڑ گیا کہ کہیں کچھ میرے خلاف تو عمل میں نہیں آنے والا۔ مجھے گمان تھا کہ تجھ سے کوئی تقصیر ہوئی ہے اور میں اس کے سبب شرمندہ کیا جاؤں گا کہ جنید کی اولاد نے ایسا کیا۔"

اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ پس اے فرید! جو شخص خدا کا کام کرتا ہے۔ خدا اس کے کام بنا دیتا ہے۔ اس لئے چاہئے کہ انسان اپنے فرائض کی ادائیگی میں ہمت سے بڑھ کر منہمک ہو اور فرمایا جو شخص شب زندہ دار رہے۔ اسے یہ سعادت حاصل ہو سکتی ہے۔ یہ دعا گو کچھ دن تک ان بزرگ کی خدمت میں رہا۔ وہ نماز عشاء کے بعد نوافل پڑھتے تھے اور ایسے پاؤں باندھ کر کھڑے ہوتے کہ صبح ہو جاتی۔ (راحت القلوب)

8- حکایت

فرمایا کہ ایک دفعہ میں بغداد میں ایک درویش کے پاس تھا۔ وہ درویش یادِ خدا میں ازحد مشغول تھے اور صاحب نعمت تھے۔ ایک دفعہ نماز جمعہ کے لئے باہر تشریف لائے۔ ان کی نظر ایک عورت پر پڑ گئی فوراً دونوں ہاتھ اپنی آنکھوں پر رکھ لئے اور کہا "یَاغَفُوْرُ یَاغَفُوْرُ" جب نماز جمعہ سے واپس گھر آئے تو دونوں ہاتھ دعا کے لئے اٹھا لئے اور کہا۔ میرے اللہ! جن آنکھوں نے تیرے دیدار کا شرف حاصل کیا ہے مولا! انہیں غیر کے دیکھنے کی توفیق نہ دے۔ ابھی یہ نہیں فرمایا تھا کہ دونوں آنکھوں سے نابینا ہو گئے۔ دو رکعت نماز شکرانہ ادا کی اور بیٹھ گئے۔ اس وقت حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ کی مبارک آنکھیں نمناک ہو گئیں اور فرمایا۔ وہ انسان کتنا کوتاہ نظر ہوتا ہے جو محبوب کے علاوہ کسی اور کو دیکھتا ہے۔ پھر یہ بیت زبان مبارک پر جاری ہوا۔

بیت:

چشمے کہ در رخ تو بیند روامدار
بجز در جمال تو کہ دگر سو نظر کند

وہ آنکھ جس نے تیرے رخ انور کا دیدار کیا ہے اسے دوسری طرف نظر کرنے کی توفیق نہ دے۔

اس کے بعد چند دن نہ گزرے تھے کہ اچانک کوئی ایسی بات ان کے کانوں میں آئی جو سننے کے لائق نہ تھی۔ کانوں میں انگلیاں کر لیں اور عرض کی۔ میرے اللہ! تیرے نام کے سوا کچھ اور سننے والے کان بہرے ہو جائیں۔ فوراً قوت سماعت جاتی رہی۔ اٹھے وضو کیا دو رکعت نمازِ شکرانہ پڑھی اور فرمایا اب میں اس دنیا سے ایمان کی سلامتی کے ساتھ جا سکوں گا۔ پھر یہ شعر پڑھا۔

بیت:

گوشے کہ جز بنام تو اے دوست بشنود
کر باد چوں بہر سخنے گوش بر کند

یہ کان اگر تیرے نام کے سوا کسی اور بات کو سننے کے لئے کھڑے ہوں تو بہرے ہو جائیں۔

جب حضرت اقدس نے یہ حکایت پوری کی تو رو پڑے اور فرمایا۔

چہ نیکو بود وقت مردن اگر سلامت برم رخت ایماں بگور

کتنا اچھا ہو اگر موت کے وقت میں متاع ایمان قبر تک سلامتی کے ساتھ لے جاؤں۔ یہ شعر پڑھتے جاتے تھے اور آسمان کی طرف رخ کر کے کہتے۔ اے اللہ! اس فقیر کی آرزو یہی ہے کہ اس دنیا سے سلامتی ایمان کے ساتھ جانا ہو۔ (اسرار الاولیاء)

9- شیخ شہاب الدین زندلیس

فرمایا اے درویش! ایک دفعہ یہ دعا گو دمشق کی جانب سفر کر رہا تھا۔ ایک خانقاہ میں ایک نہایت عظیم بزرگ صاحب ولایت کا پتہ چلا۔ جن کا نام شیخ شہاب الدین زندلیس تھا اور جو خواجہ حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ سے نسبت رکھتے تھے۔ جب میں خانقاہ کے اندر گیا سلام عرض کیا حکم ہوا بیٹھ جاؤ میں بیٹھ گیا۔ صوفیاء میں سے چند حضرات اور بھی موجود تھے۔ موضوع گفتگو گلیم وصوف اور دنیاداروں کے اس لباس کو پہننے کے بارے میں ہی تھا۔ ایک صاحب باہر سے آئے اور آداب بجا لانے کے بعد عرض کیا کہ فلاں صاحب جو آپ کے مریدوں میں سے ہیں۔ دنیاداروں کی مجلسوں میں زیادہ تر وقت گزارتے ہیں۔ بزرگ موصوف نے جب یہ سنا تو فرمایا۔ فوراً اسے میرے پاس بلا لائیں۔ جب وہ مرید حاضر ہوئے حکم دیا۔ اس کا لباس گلیم وصوف وغیرہ اس سے لے کر آگ میں ڈال دو۔ جب جل گیا تو غصے سے آنکھیں سرخ کرتے ہوئے اس مرید کی جانب دیکھا۔ فرمایا اسے باہر نکال دو کہ ابھی تک یہ صوف پہننے کے اہل نہیں ہوا۔ یہ تو انبیاء کرام علیہم السلام کا لباس مبارک ہے اور جو اس لباس میں خیانت کرتا ہے۔ قیامت کے دن یہی لباس اس کی گردن میں ڈال کر قیامت کے میدان میں پھرایا جائے گا اور آواز آئے گی کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے صوف کا گلیم کا لباس پہنا اور اس کا حق ادا نہیں کیا۔ (اسرار الاولیاء)

10- ملک شام میں ایک بزرگ سے ملاقات

فرمایا ایک دفعہ فقیر شام کے علاقے میں سفر کر رہا تھا۔ وہاں شہر میں ایک بزرگ کا پتہ

چلا۔ میں ان کی خانقاہ میں گیا۔ وہ بزرگ بڑے ذاکر و شاغل تھے۔ میں نے سلام کیا جواب دیا اور فرمایا بیٹھ جائیں۔ تھوڑی دیر بعد بزرگ موصوف کے چند خرقہ پوش مرید آئے۔ انہوں نے اپنی ٹوپیاں زمین پر رکھ دیں۔ پھر ایک اور درویش آیا اور وہ بھی بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر کے لئے بزرگ موصوف نے سر جھکایا اور پھر بات کا آغاز کیا کہ میں اس درویش کو خرقہ دینا چاہتا ہوں۔ آپ کی کیا رائے ہے۔ ہم سب نے تعظیماً جھک کر عرض کیا۔ آپ کی جو رائے ہے وہی ہم سب کی رائے ہے۔ جو بات آپ پسند فرماتے ہیں ہم ہزار بار پسند کرتے ہیں۔ پھر یہ لوگ ایک دوسرے کے موافق طبع و مزاج احوال و کیفیات پر گفتگو کرنے لگے۔ وہ درویش جسے خرقہ خلافت سے نوازا جانا تھا۔ اس نے بھی بغیر پوچھے کچھ احوال یاران طریقت کے مخالف و ناموزوں کہنے شروع کر دیئے۔ بزرگ موصوف اٹھ کھڑے ہوئے اور نماز میں مصروف ہو گئے۔ جب فارغ ہوئے تو حکم دیا کہ اس درویش کو واپس بھیج دو کہ یہ خرقہ کے لائق نہیں ہے۔ یہ جھوٹا اور مخالف آدمی ہے۔ خرقہ اسے زیب نہیں دیتا۔ (اسرار الاولیاء)

11- ایک صاحب نعمت درویش

حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بخارا میں ایک مرتبہ میں ایک مسجد میں شب باش ہوا۔ صبح سنا کہ وہاں ایک صومعہ ہے۔ اس میں ایک درویش رہتے ہیں۔ وہاں پہنچا وہ جلال دیکھا کہ اب تک کسی بزرگ میں نظر نہ آیا تھا۔ نگاہ آسمان کی طرف تھی اور عالم تفکر میں خاموش کھڑے تھے۔ تین چار دن کے بعد ہوش میں آئے۔ میں نے سلام کیا۔ جواب دیا اور فرمایا آپ کو میری وجہ سے تکلیف اٹھانا پڑی۔ بیٹھئے میں بیٹھ گیا۔ ارشاد ہوا کہ ''میں شمس العارفین رحمۃ اللہ علیہ کا نواسہ ہوں۔ آج تیس سال ہوئے کہ اس صومعے میں معتکف ہوں' لیکن اے فرید! اتنے طویل زمانے میں مجھے سوائے حیرت اور دہشت کے کچھ حاصل نہیں ہوا۔ سمجھتے ہو اس کی وجہ کیا ہے؟'' دعا گو نے گردن جھکائی تا کہ وہی کچھ ارشاد فرمائیں۔ ارشاد ہوا کہ یہ صراط مستقیم (راہ راست) ہے۔ جس نے اس میں سچائی سے قدم رکھا وہ تو پار ہو گیا مگر جو ذرا خلاف مرضی دوست چلا وہ جلا دیا گیا۔ اس

کے بعد اپنا حال بیان کیا کہ "اے فرید! جس دن سے مجھے در مولیٰ میں باریابی ہوئی ہے۔ ستر ہزار حجاب (میرے اوران کے درمیان) تھے۔ فرمان ہوا کہ اندر آؤ۔ پہلا حجاب ہٹا تو مقربان درگاہ دکھائی دیے کہ نگاہ اوپر کئے اپنی اپنی شان میں کھڑے ہیں۔ (ایسی شان میں کہ جسے سوائے خدائے عزوجل کے کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا) اور زبان حال سے کہہ رہے ہیں کہ خدایا تیرے دیدار کا اشتیاق ہے۔ اسی طرح تمام حجابات کو طے کیا۔ ہر جگہ نئے آثار اور نئی شانیں دیکھیں۔ جب پردہ خاص کے قریب پہنچا تو آواز آئی کہ اے فلاں! اس میں صرف وہی آ سکتا ہے جو دنیا اور تمام موجودات دنیا بلکہ اپنی ذات سے بھی بیگانہ ہو جائے۔ میں نے عرض کی۔ میں سب کو چھوڑ چکا۔ جواب ملا سب کو چھوڑ چکے تو بس ہمارے ہو گئے۔ آنکھ جو کھولی تو اسی صومعے میں تھا تو اے فرید اس راستے میں اگر سب کو چھوڑے تو حق کا یگانہ بنے۔

اس کے بعد شیخ الاسلام نے فرمایا کہ رات آ گئی۔ شام کی نماز انہی بزرگ کے ساتھ پڑھی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد دیکھا کہ دو پیالے آشِ جو کے اور چار روٹیاں غیب سے ان کے سامنے آ گئیں۔ مجھے اشارہ کیا کہ اندر آؤ۔ میں گیا اور کھانے کے لئے بیٹھ گیا۔ جو لطف ان روٹیوں اور آش کے پیالوں میں آیا آج تک کسی کھانے میں نصیب نہیں ہوا۔ خیر رات بھی وہیں بسر کی۔ صبح اٹھا تو ان بزرگ کا پتہ نہ تھا۔ (راحت القلوب)

12- شیخ سیف الدین باخرزی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت

دوران سیاحت میں بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ بخارا پہنچے تو وہاں آپ کی ملاقات شیخ سیف الدین باخرزی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی۔ بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ سیف الدین باخرزی رحمۃ اللہ علیہ بڑے باعزت اور پر ہیبت بزرگ تھے۔ جب میں ان کی مجلس میں حاضر ہوا اور تسلیمات بجا لایا تو فرمایا "بیٹھ جاؤ" میں بیٹھ گیا۔ بار بار میری طرف دیکھتے تھے اور فرماتے تھے۔

"یہ لڑکا اپنے زمانے کے مشائخ میں ہوگا اور ایک زمانہ اس کا ارادت مند ہوگا۔"

اس وقت شیخ کے کندھے پر ایک سیاہ کمبل پڑا ہوا تھا اسے اتار کر مجھے عطا فرمایا اور حکم دیا

کہ ''اوڑھ لو'' میں نے تعمیل ارشاد کی اور اس کے بعد کئی دن آپ کی خدمات میں رہ کر فیض صحبت اٹھایا۔ ہر روز ہزار سے زیادہ آدمی آپ کے دستر خوان پر کھانا کھاتے تھے۔ دستر خوان اٹھ جانے کے بعد بھی اگر کوئی آجاتا تو خالی واپس نہ جاتا۔

ایک دن شیخ سیف الدین باخرزی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک شخص آیا اور عرض کی ''یا شیخ میرے پاس کچھ مال ہے لیکن عرصہ سے اس میں نقصان ہو رہا ہے اور کبھی کبھی میرے اعضاء میں درد بھی ہوتا ہے۔''

شیخ نے فرمایا ''مسلمان کے دل میں کھوٹ ہو یا وہ زکوٰۃ دینے میں کوتاہی کرے تو اس کے مال میں نقصان ہوتا ہے اور مرض کا آنا تو ایمان کو قوی کرنے کے لئے ہوتا ہے۔''

13- امام حدادی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کا واقعہ

آپ نے فرمایا کہ جن دنوں بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نواح غزنی کی سیاحت کر رہے تھے تو ایک شہر کی مسجد میں ماہ رمضان المبارک میں انہیں امام حدادی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت نصیب ہوئی۔ بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام حدادی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات بابرکات سے کافی عرصہ استفاضہ کیا۔ وہاں ایک اور بزرگ کی زیارت بھی ہوئی جن کی عظمت اور فیض کا کچھ ٹھکانہ نہ تھا۔ وہ ہر رات تین بار کلام پاک ختم کرتے تھے انہوں نے مجھے نصیحت فرمائی کہ راہ سلوک میں مجاہدات و ریاضات بہت ضروری ہیں۔ ان کے بغیر تم اعلیٰ مدارج تک نہ پہنچ سکو گے۔ کیونکہ اہل تصوف نے فرمایا ہے کہ راہ سلوک میں مجاہدہ ہی اصل چیز ہے۔

14- عشق الٰہی کی انتہا ہے یا نہیں

آپ نے فرمایا ہے کہ ایک دفعہ غزنی میں میری ملاقات ایک ایسے درویش سے ہوئی جو اہل محبت میں سے تھا۔ میں نے سوال کیا کہ اے درویش! عشق الٰہی کی انتہا ہے یا نہیں۔ فوراً چیخ پڑے اور مجھے کہا اے جھوٹے! عشق الٰہی کی کوئی انتہا نہیں۔ محبت خدا کی آگ وہ تلوار ہے جو جس جسم سے گزرتی ہے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی ہے۔

15- ایک راسخ العقیدہ بزرگ کی زیارت

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دوران سیاحت نواح غزنی میں ایک مقام پر میں نے چند درویشوں کو دیکھا جو ہر وقت ذکر حق میں مشغول رہتے تھے۔ میں ایک رات ان کے پاس ٹھہرا صبح کے وقت قریب کے ایک حوض پر وضو کے لئے گیا۔ وہاں ایک ضعیف العمر باعظمت بزرگ کو دیکھا کہ نور عبادت سے ان کا چہرہ منور تھا۔ انہوں نے مجھے اپنے پاس بٹھایا اور فرمایا کہ عرصہ سے میرے شکم میں تکلیف ہے۔ بار بار وضو کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے حوض کے کنارے ڈیرہ لگایا ہے میں نے یہ دن ان کی خدمت میں گزارا۔ رات ہوئی تو معلوم ہوا کہ وہ بزرگ ساری رات عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔ عارضہ شکم کی وجہ سے انہیں بار بار قضائے حاجت کے لئے جانا پڑتا۔ لیکن ہر بار واپس آ کر وضو فرماتے اور دو رکعت نماز ادا فرماتے۔ ایک بار وہ غسل کرنے تالاب میں اترے کہ پیغام اجل آ گیا اور انہوں نے پانی کے اندر ہی جان بحق تسلیم کی بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ واقعہ بیان کر کے بے اختیار رونے لگے اور فرمایا زہے راسخ الاعتقادی کہ آخر دم تک حق تعالیٰ کی عبادت بجالاتے رہے اور طہارت سے متعلق اپنے ضابطے کو ترک نہ کیا۔

(راحت القلوب)

16- تیس سال کی ریاضت والا درویش

آپ نے فرمایا ہے کہ ایک دفعہ میں غزنی کا سفر کر رہا تھا۔ ایک غار میں ایک بزرگ کو دیکھا۔ بڑے ذاکر و شاغل۔ میں غار کے اندر چلا گیا اور سلام عرض کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا اور مجھے بیٹھ جانے کا حکم دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میری طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا۔ اے عزیز! میں تیس سال سے اس غار میں مسکن پذیر ہوں۔ میری روزی عالم غیب سے فراہم کی جاتی ہے۔ کوئی چیز مل جاتی ہے تو کھا لیتا ہوں۔ وگرنہ شکر کر کے پڑ رہتا ہوں۔ غرضیکہ جب نماز کا وقت ہوا۔ میں نے ان کے ساتھ نماز ادا کی اور انتظار کرنے لگا کہ افطاری کس سے کروں۔ کھجور کا ایک درخت سامنے تھا۔ ان بزرگ نے ہاتھ بڑھایا اور دس کھجوریں توڑیں۔ پانچ کھجوریں مجھے عطا کیں

اور پانچ کھجوریں خود لیں۔ہم نے انہیں کھایا۔پانی موجود نہ تھا۔پائے مبارک زمین پر مارا۔پانی کا چشمہ پھوٹ نکلا۔سیر ہو کر پانی پیا۔میں آداب بجالایا اور رخصت کی اجازت مانگی تو اپنے مصلیٰ کے نیچے سے پانچ اشرفیاں زر خالص کی اٹھا کر مجھے دیں اور رخصت کیا۔

(اسرارالاولیاء)

17- ذکر حق میں مستغرق درویش

آپ نے فرمایا ہے کہ ایک دفعہ مجھے ایک ایسے بزرگ سے ملاقات کا موقع ملا۔جس کا دل نور خداوندی سے منور تھا۔جب ان پر حالت خاص طاری ہوتے۔ذکر حق میں مستغرق ہو جاتے۔اس حالت استغراق میں اٹھ کھڑے ہوتے بازار میں تشریف لاتے اور گرم تنور میں جہاں انگلی ڈالنے سے اس کے جل جانے کا یقین ہوتا۔بیٹھ جاتے کچھ وقت کے بعد جب باہر نکلتے تو ایسے نکلتے کہ ان کا بال تک بیکا نہ ہوتا۔(اسرارالاولیاء)

18- شیخ عبدالواحد بدخشانی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایام سیاحت میں جب میں بدخشاں پہنچا تو وہاں میری ملاقات شیخ عبدالواحد جو حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کے نواسے تھے سے ہوئی۔وہ شہر سے باہر ایک غار میں رہتے تھے اور کثرت عبادت سے حد درجہ ضعیف ہو گئے تھے۔ان کا صرف ایک پاؤں تھا اور اسی پر عالم تحیر میں کھڑے تھے میں نے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا۔جواب دے کر انہوں نے مجھے بیٹھنے کی اجازت دی اور پھر عالم تحیر میں کھو گئے۔تین دن رات تک ان پر یہی کیفیت طاری رہی۔تیسرے دن عالم صحو میں آئے اور بولے''اے فرید میرے قریب نہ آنا ورنہ سوختہ ہو جاؤ گے اور دور بھی نہ رہو کہ مجبور رہو گے۔میرا عالم سنو کہ ستر سال سے اس غار میں مقیم ہوں اور خورش میری عالم غیب سے ہے۔تیس برس گزرے کہ ایک عورت یہاں سے گزری۔میری نظر اس پر پڑی اور بتقاضائے بشریت میری طبیعت اس پر مائل ہوئی اور غار سے باہر نکلنا چاہا۔اس وقت غیب سے آواز آئی کہ اے مدعی یہی تیرا عہد تھا کہ سوائے میرے

کسی اور سے کچھ سروکار نہ رکھے گا۔ بس اتنا سننا تھا کہ مجھے ہوش آ گیا۔ اسی وقت کمر سے چھری نکالی اور جو پاؤں غار سے باہر آیا تھا اسے کاٹ کر پھینک دیا۔ اس دن سے آج عالم تحیر میں کھڑا ہوں اور نہیں جانتا کہ قیامت کے دن جب اس واقعہ کے متعلق باز پرس ہوگی تو کیا جواب دوں گا۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رات میں نے وہیں گزاری دوسرے دن افطار کے وقت کچھ دودھ اور طباق میں لگے ہوئے دس خرمے غیب سے اترے حضرت شیخ عبد الواحد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

''پہلے ہر روز میرے لئے پانچ خرمے اترا کرتے تھے۔ آج تمہاری وجہ سے دس بھیجے گئے ہیں۔ آؤ دودھ نوش کرو اور خرمے کھاؤ'' میں نے آداب بجالا کر تعمیل ارشاد کی اور شیخ پھر عبادت میں مشغول ہو گئے اتنے میں بدخشاں کا حاکم اپنے ارکان دولت کے ساتھ اس غار میں آیا اور تعظیم بجالا کر دست بستہ کھڑا ہو گیا۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا ''کیسے آئے ہو'' بولا کہ والی سیوستان نے ناحق میرا مال غصب کر لیا ہے۔ مجھے اجازت دیجئے کہ اپنے حق کے لئے ظلم کے خلاف تلوار اٹھاؤں۔''

خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مسکرا کر فرمایا ''لو ظالم کا خاتمہ میں کئے دیتا ہوں'' یہ کہہ کر پاس پڑی ہوئی ایک چھری اٹھا کر سیوستان کی طرف پھینک دی۔ حاکم بدخشاں واپس چلا گیا۔ چند دنوں کے بعد سیوستان کے کچھ باشندے بدخشاں آئے اور حاکم بدخشاں کو اس کا مال واپس کرتے ہوئے یہ قصہ سنایا کہ والی سیوستان اپنے دربار عام میں بیٹھا تھا کہ یکایک دیوار شق ہوئی اور اس سے ایک ہاتھ چھری پکڑے ہوئے نمودار ہوا۔ اس نے وہ چھری اس زور سے والی سیوستان کی گردن پر ماری کہ اس کا سر تن سے جدا ہو گیا۔ اس کے بعد غیب سے ایک آواز آئی کہ یہ شیخ عبد الواحد بدخشانی کا ہاتھ تھا جس نے ظالم کو ہلاک کیا۔

یہ واقعہ سنا کر بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کچھ عرصہ شیخ عبدالواحد بدخشانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہ کر میں ان سے رخصت ہوا۔ ان سے مجھے بہت فیض پہنچا۔ (راحت القلوب)

19- سیوستان میں حضرت اوحدالدین کرمانی سے ملاقات

حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں سیوستان میں شیخ اوحد کرمانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچا۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے گلے سے لگایا اور فرمایا میری خوش نصیبی ہے کہ آپ میرے پاس آئے۔ غرض کہ میں جماعت خانے میں بیٹھا تھا کہ دس درویش صاحب نعمت تشریف لائے اور آپس میں کرامت و بزرگی پر گفتگو کرنے لگے یہاں تک کہ ان میں سے ایک نے کہا کہ اگر کوئی شخص صاحب کرامت ہے تو اسے چاہئے کہ اس کو ظاہر کرے۔ سب نے کہا اول تم ہی کچھ دکھاؤ۔ شیخ اوحد کرمانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان کی طرف رخ کیا اور بولے کہ اس شہر کا حاکم ان دنوں مجھ سے بگڑا ہوا ہے اور مجھے روز کچھ نہ کچھ تکلیف دیتا رہتا ہے۔ لیکن آج وہ میدان سے سلامت نہیں آسکتا۔ ان الفاظ کا شیخ کی زبان سے نکلنا تھا کہ ایک شخص باہر سے آیا اور خبر سنانے لگا کہ بادشاہ سیر و شکار کو گیا تھا اور اس وقت گھوڑے سے گر کر اس کی گردن ٹوٹ گئی اور مر گیا۔

اس پر درویشوں نے دعا گو کی طرف دیکھا اور بولے تم کہو۔ میں نے مراقبہ کیا اور تھوڑی دیر بعد سر اٹھا کر کہا ''آنکھیں سامنے کرو۔'' سب نے تعمیل کی۔ کیا دیکھتے ہیں کہ میں اور وہ سب خانہ کعبہ میں کھڑے ہیں۔ آخر واپسی ہوئی اور سب نے اقرار کیا کہ بیشک یہ درویش ہے اس کے بعد میں نے اور شیخ اوحد کرمانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان درویشوں سے سوال کیا کہ ہم اپنا کام کر چکے۔ اب تمہاری باری ہے یہ سن کر سب نے اپنے اپنے سر خرقوں میں کر لئے اور اندر ہی اندر غائب ہو گئے۔ اس کے بعد شیخ الاسلام نے راقم دعا گو کو مخاطب کیا کہ اے مولانا نظام الدین! جو خدا کے کام میں لگا ہوا ہے خدا اس کے کام بناتا رہتا ہے یعنی جو خدمت حق تعالیٰ میں کمی نہیں کرتا اور جس کے تمام افعال رضائے دوست کے موافق ہوتے ہیں اور جو اپنے نفس کے لئے ہر وقت غازی بنا رہتا ہے۔ خدا بھی اس کی مرضی کے خلاف کچھ نہیں کرتا۔ (راحت القلوب)

20- قیامت کے دن درویشوں کا مقام

حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے شیخ اوحدالدین کرمانی

کی صحبت میں ان کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن درویش حضرات سے کہا جائے گا۔آپ لوگ میزان عدالت کے پاس چلے جائیں اور دیکھیں جس شخص نے دنیا میں ذرہ بھر آپ کی خدمت کی ہے۔ہم آپ کو اختیار دیتے ہیں۔انہیں میزان حساب سے واپس کر لیں اور اپنے ساتھ بہشت میں لے جائیں۔

قیامت کے دن ایک شخص کو پیش کیا جائے گا۔اس سے نماز' روزہ' حج کے بارے میں پرسش کی جائے گی اور جب پوچھ گچھ مکمل ہو چکے گی تو عذاب کے فرشتوں کو حکم ہوگا کہ جاؤ اسے دوزخ میں لے جاؤ۔وہ شخص عرض کرے گا۔الٰہی! میں نے دنیا میں کافی نیک کام کیے ہیں۔میرے کون سے جرم پر مجھے دوزخ میں ڈالا جا رہا ہے۔حکم ہوگا' تم دنیا میں درویشان خدا سے روگردانی کرتے تھے۔آج ہم تم سے روگردانی کرتے ہیں اور تیری ساری طاعت وعبادت کو تیرے منہ پر مارتے ہیں۔یعنی مسترد کرتے ہیں۔اس کے بعد ایک اور آدمی کو لایا جائے گا۔فرمان ہوگا اسے بہشت میں لے جاؤ۔وہ آدمی حیران ہو کر عرض کرے گا۔الٰہی! یہ عنایت کس لئے ہے جواب آئے گا اے فلاں' ہم جانتے ہیں کہ تم نے دنیا میں بڑے گناہ کئے' لیکن تیرا یہ وصف بھی تھا کہ اگر ایک روپیہ بھی تیرے ہاتھ میں آتا تو میرے بندوں کی خدمت کے لئے صرف کر دیتا اور ان سے پیار کرتا۔انہیں درویشوں کی دعا کی برکت سے آج تو نے عذاب نار سے رہائی پائی۔(اسرار الاولیاء)

21- نصیحت آموز توکل

آپ کا ارشاد ہے کہ اے درویش! ایک دفعہ یہ فقیر اور چند آدمی سیوستان کے ملک میں سفر کر رہے تھے۔شہر کے باہر ایک غار تھی اور اس غار میں ایک درویش سکونت گزیں تھے۔مشغول الی اللہ اس حد تک کہ میں نے ان جیسا کوئی سالک نہ دیکھا۔اس کے پاس پہنچے تھوڑی دیر تلاوت میں مصروف رہے اس کے بعد بات شروع کی اور حکایت بیان کی کہ اے عزیزو! میں بیس سال تک سیاحی کرتا رہا ایک دفعہ میں ایک بزرگ کے پاس پہنچا۔جو ایک پہاڑ میں رہتا تھا جو ایک صحرا

کے درمیان تھا۔ جہاں کوئی پرندہ تک نظر نہ آتا تھا میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ یہ درویش یہاں رہتا ہے یہاں صحرا میں روزی کہاں میسر ہے جونہی میرے دل میں یہ بات آئی روئے سخن میری طرف فرما کر کہا کہ اے درویش! روزی کے بارے میں کیوں حیران ہوتا ہے کیا خدائے کریم کو رازق نہیں جانتا۔ کیونکہ کلام پاک میں لکھا ہے۔(اِنَّ اللّٰـهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ) حق تعالیٰ کا فرمان ہے اے میرے بندو! خواہ تم آبادی میں رہو یا ویرانے میں جو تمہارا نصیب ہے تمہیں ضرور ملے گا اور کہا بیٹھو۔ ابھی قدرت خداوندی کا مشاہدہ کرواتا ہوں جب اس بزرگ نے یہ بات کی میرے جسم پر کپکپی طاری ہوگئی۔ مجھے فرمایا آگے آ اور اس پتھر کو جو میرے سامنے ہے اٹھا اور توڑ میں نے فرمان کے مطابق پتھر اٹھایا اور توڑ دیا اس پتھر کے اندر ایک کیڑا تھا مجھے فرمایا کہ اسے دیکھ میں نے دیکھا کہ اس کے منہ میں گھاس کا تنکا تھا اور وہ کھا رہا تھا اس وقت بزرگ نے فرمایا اے درویش! وہ ذات جو کیڑے کو پتھر کے اندر روزی پہنچا کر زندہ رکھ رہی ہے میرے رزق کا انتظام صحرا میں نہیں کرسکتی۔ پھر وہ رات میں اس درویش کے پاس رہا جب افطار کا وقت آیا میں نے ایک آدمی کو دیکھا دو روٹیاں اور ان پر کچھ حلوا رکھے حاضر ہوا۔ آداب بجالایا کھانا پیش کیا اور واپس چلا گیا جب وہ درویش تلاوت سے فارغ ہوئے مجھے بلایا اور فرمایا آؤ افطار کرو تم تو کہتے تھے کہ کھانا کہاں سے کھاتے ہو۔ جب دن ہوا میں اس بزرگ کی خدمت میں آداب بجالایا اور واپس ہوا پس اے درویش! میں نے اس پیر کی بات دل میں رکھ لی اس مقام پر آگیا اور سکونت اختیار کرلی۔ خدا بہتر جانتا ہے آج کم و بیش تیس سال ہونے کو آئے ہیں کہ رزق عالم غیب سے پہنچایا جاتا ہے اور آنے والے مسافروں کو بھی اس ویرانے میں ان کا نصیب ملتا ہے شیخ الاسلام نے بیان کیا کہ جب شام کا وقت ہوا میں نے اور مسافر نے ان کے ساتھ نماز مغرب ادا کی۔ تھوڑی دیر گزری کہ ایک آدمی کھانے کا خوان سر پر رکھے ظاہر ہوا۔ اس درویش کے سامنے رکھا ہم نے اس بزرگ کے ساتھ کھانا کھایا ہم نے اس خوان سے سیر ہو کر کھانا کھایا۔ لیکن وہ کم نہ ہوا پھر اس بزرگ نے زمین پر پاؤں مارا پانی کا چشمہ نکل آیا ہم نے جی بھر کر پانی پیا اس کے بعد وہ خوان طعام غائب ہو گیا جب دن چڑھا میں نے رخصت ہوتے ہوئے ان سے مصافحہ کرنا چاہا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ان

کا ایک ہاتھ کٹا ہوا ہے مجھے بڑا تعجب ہوا کہ اس میں کیا حکمت ہے جونہی کہ میرے دل میں بات آئی۔انہوں نے فرمایا اے عزیز! میں ایک دن غار سے باہر تجدید وضو کے لئے گیا۔غار کے سامنے ایک دینار پڑا ہوا تھا۔میرے نفس نے چاہا کہ اسے اٹھالوں کہ یہ بھی رزق ہی ہے جو عالم غیب سے آیا ہے میں نے اٹھانے کا ارادہ کیا کہ ہاتف نے آواز دی اے جھوٹے دعویدار تو نے ہم سے توکل کا بھی عہد کیا تھا پیسے کو دیکھ کر ہاتھ بڑھا دیا کہ اسے حاصل کر لے اور رزق سمجھ لے تو نے ہمیں نہ دیکھا جب یہ آواز آئی میں نے چھری اٹھائی اور اس ہاتھ کو کاٹ کر باہر پھینک دیا۔اے عزیز! جو ہاتھ خدا کی رضا کے بغیر اٹھے اسے کاٹنا ہی بہتر ہے۔(اسرار الاولیاء)

22- ذاکر بزرگ کا واقعہ

حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ایک دفعہ لاہور میں ایک ذاکر و شاغل اور عالی مقام بزرگ سے ملاقات کی سعادت نصیب ہوئی چند روز ان کی خدمت اقدس میں حاضر رہا۔فرض نماز کے بعد ذکر میں مشغول ہو جاتے اور اتنا شدت سے ذکر فرماتے کہ ان کے روں روں سے پسینہ پھوٹ پڑتا۔سینکڑوں دفعہ ذکر کرتے کرتے گر پڑتے اور پھر اٹھ کر ذکر میں مشغول ہو جاتے۔ایک دن ذکر کے بعد فرمانے لگے کہ کتاب عشق میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جب میرا ذکر بندہ مومن پر غالب ہو جاتا ہے۔میں اللہ جو اس کا پروردگار ہوں اس کا عاشق ہو جاتا ہوں اور وہ میرا محبوب بن جاتا ہے عشق سے مراد محبت ہے پھر انسان کو اس سعادت عظمٰی سے کیوں محروم رہنا چاہئے اور ذکر خدا سے کیوں غافل ہونا چاہئے۔اے عزیز! اس خالق کائنات نے دل کو اس لئے پیدا فرمایا کہ عرش الٰہی کا طواف کرے۔دل کی تین قسمیں ہیں ایک دل پہاڑ کی مانند ہوتے ہیں جو اپنی جگہ سے ذرہ برابر حرکت نہیں کرتے۔یہ دل محبان صادق کے دل ہوتے ہیں کچھ دل درخت کی مانند ہوتے ہیں کہ جڑ تو ان کی قائم ہے مگر شاخیں ہوا سے ہلنے لگتی ہیں اور کچھ دل ایسے ہوتے ہیں جو درخت کے پتوں کی طرح ہوا کے جھونکے سے ادھر سے ادھر ہو جاتے ہیں۔مگر محبت میں پختہ اور سچا وہ شخص ہے جو یاد محبوب کے سوا کسی چیز کو پسند نہ کرتا ہو۔(اسرار الاولیاء)

23- صاحب اسرار درویش سے ملاقات

آپ کا ارشاد ہے کہ ایک دفعہ میں لاہور کی حدود میں سفر کر رہا تھا ایک گاؤں میں ایک صاحب اسرار درویش رہتے تھے جن کا گزارہ کاشتکاری پر تھا۔ عمال حکومت ان سے کچھ مطالبہ نہ کرتے تھے۔ آخر اس گاؤں میں ایک بے مروت کوتوال کا تقرر ہو گیا۔ اس نے بزرگ موصوف سے لگان وغیرہ کا حصہ مانگنا شروع کر دیا اور حکم دیا کہ اتنے سال تو نے کھیتی باڑی کی ہے اور لگان ادا نہ کیا یا تو اتنے سال کا بقایا ادا کرو وگرنہ کوئی کرامت دکھاؤ۔ بزرگ نے فرمایا میں تو ایک مسکین آدمی ہوں کرامت کیا ہوتی ہے کوتوال نے سختی شروع کر دی اور کہا کہ میں تجھے ہرگز نہ چھوڑوں گا یا تو اتنے سال کا لگان دو یا کرامت دکھاؤ۔ درویش مجبور ہو گئے۔ تھوڑی سی فکر کی پھر اس کی طرف روئے سخن کیا اور کہا کون سی کرامت چاہتا ہے۔ مانگ کوتوال نے کہا کہ گاؤں کے قریب دریا بہہ رہا ہے۔ تم اس کے اوپر سے گزر جاؤ۔ درویش نے آب رواں پہ مبارک قدم رکھے اور اس طرح دریا پر سے گزر گئے جیسے عام آدمی خشکی پر چلتا ہے۔ جب دریا عبور ہو گیا اور واپسی کا ارادہ کیا تو کشتی طلب کی لوگوں نے عرض کیا کہ جیسے آپ تشریف لائے تھے ویسے ہی واپس ہو جائیں۔ بزرگ نے جواب دیا کہ اس بات کا اندیشہ ہے کہ کہیں میرا نفس متکبر نہ ہو جائے اور کہیں یہ نہ سمجھنے لگ جائے کہ میں بھی کچھ بن گیا ہوں۔ (اسرار الاولیاء)

24- حضرت جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کی رفاقت کا واقعہ

آپ نے فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ میں اور شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ بدایون کے شہر میں پہنچے وہاں اپنی رہائش گاہ کے دروازے پر بیٹھے تھے کہ ایک دہی بیچنے والا بدایوں کے مضافات کے گاؤں کھتم کے رہنے والا سر پر دہی کا دونا اٹھائے گزرا۔ اس علاقے میں راہزن بکثرت ہیں اور یہ آدمی بھی ان میں سے ہی تھا غرض یہ کہ جب اس شخص کی نظر شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کے روئے مبارک پر پڑی۔ پہلی نظر ہی میں اس کے دل کی کایا پلٹ گئی شیخ کی نظر بھی اس شخص پر پڑ گئی کہا دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں اس شان کے لوگ بھی ہیں۔ فوراً آ کر قدموں میں گر پڑا اور مشرف بہ اسلام

ہو گیا۔ آپ نے اس کا نام علی رکھا۔ دائرہ اسلام میں داخل ہو کر گھر گیا اور اسی وقت ایک لاکھ چیتل حضرت شیخ کی خدمت میں بطور نذرانہ پیش کرنے کے لئے لیکر دوبارہ حاضر ہوا۔ شیخ نے قبول فرما کر کہا کہ یہ رقم دولت تم اپنے پاس رکھو جہاں میں کہوں گا خرچ کرتے رہنا چنانچہ اس رقم سے لوگوں کو عطا کرتے رہے کسی کو چالیس درم، کسی پچاس، کسی کو بیس، زیادہ سے زیادہ ڈیڑھ سو درم، اور کم از کم پانچ، کچھ عرصہ کے بعد وہ دولت ختم ہونے کو آئی۔ صرف ایک درم رہ گیا۔ علی کہتے ہیں میرے دل میں خیال گزرا کہ میرے پاس ایک درم سے زیادہ نہیں بچا اور حضرت کی بخشش کم از کم پانچ درم ہے اب کیا ہوگا حضور نے کسی کو فرما دیا تو میں کہاں سے ادا کروں گا میں اسی ادھیڑ بن میں تھا کہ ایک سائل آ گیا اس نے سوال کیا۔ حضرت شیخ نے مجھے فرمایا وہ ایک درم اسے دیدو۔ علی حیران رہ گئے۔ جب شیخ جلال الدین تبریزی بدایون سے روانہ ہوئے تو علی نے خواہش ظاہر کی کہ حضرت مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلیں حضرت نے فرمایا تم یہیں رہو علی نے بڑی لجاجت سے ساتھ رہنے کی درخواست کی اور اصرار کیا شیخ نے فرمایا مصلحت اسی میں ہے کہ تم یہیں رہو کیونکہ اب یہ شہر زیر سایہ ہے چنانچہ شیخ روانہ ہو گئے اور علی وہیں رہے۔ (اسرار الاولیاء)

25- ایک مجذوب بزرگ سے ملاقات کا واقعہ

فرمایا ایک دفعہ دوران سفر ایک مجذوب بزرگ سے ملاقات ہو گئی اکٹھے سفر کر رہے تھے کہ ایک صحرا میں سے ہمارا گزر ہوا پانی کی قلت تھی مجھے پیاس محسوس ہوئی۔ لیکن اس بزرگ کی وجہ سے میں نے پیاس کا اظہار نہ کیا وہ بزرگ روشن ضمیر تھے کھڑے ہو گئے اور فرمایا مجھے معلوم ہے کہ تم پیاسے ہو میں نے عرض کیا حضور درست ہے فوراً اپنے مبارک پاؤں کو زمین پر مارا۔ پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا۔ فرمایا جتنا پانی چاہو پی لو میں نے اس چشمہ سے پانی پیا۔ اس چشمہ کے پانی کی لذت زندگی بھر نہیں بھلا سکتا۔ آج تک اس پانی کی لذت جیسی لذت مجھے نصیب نہیں ہوئی جب اس منزل سے آگے بڑھے۔ ہم نے نماز شام ادا کی۔ وہ بزرگ اپنے شغل میں لگ گئے کچھ وقت کے بعد میری طرف متوجہ ہوئے اور کہا بیٹے! قیامت کے دن جب اہل محبت اپنی قبروں سے اٹھیں گے

اپنے خیمے دوزخ کے دروازے پر نصب کر کے بیٹھ جائیں گے۔ جونہی ان کی نظر دوزخ پر پڑے گی۔ دوزخ کی آگ نیچی اور دھیمی ہو جائے گی۔ اس کو یہ مجال نہ ہوگی کہ سر اٹھا سکے جب دوزخ کی آگ دھیمی ہو جائے گی تو خلق کے لئے دلیل راحت ہوگی اور عذاب سے نجات کا سبب بنے گی۔ اہل محبت کا دوزخ کے سامنے خیمہ زن ہونے کا مقصد بھی یہی ہوگا کہ خلق خدا اس کے عذاب سے بچ جائے۔ (اسرار الاولیاء)

26- ایک اہل جنون کا واقعہ

ایک دفعہ اہل جنون میں سے ایک صاحب مجھے ملے۔ وہ درویش ساٹھ سال سے عالم جذب میں تھے حضرت حق وعجائب قدرت حق میں اتنے مشغول ومنہمک تھے کہ انہیں مخلوق کی خبر نہ تھی ایک رات مجھے تنہائی میں ان کے پاس جانے کا شرف حاصل ہوا۔ تلاوت کلام پاک میں مشغول تھے۔ ان کی پیشانی سے نور کی ایسی شعاعیں نکل رہی تھیں جن کی روشنی عرش سے حجاب عظمت تک پہنچ رہی تھی میں قریب تر ہوا کہ اس نعمت عظمیٰ سے کچھ حاصل کر سکوں۔ جب میرے قدموں کی آواز سنی۔ پیچھے مڑ کر دیکھا۔ فرمایا اے درویش! چونکہ تو نے میرا راز دیکھ لیا۔ جو کچھ تو نے دیکھا اس کا ذکر کسی سے ہرگز نہ کہنا۔ یہ کہا اور سر آسمان کی طرف اٹھایا۔ اور کہا۔ الٰہی جب تو نے میرا اور اپنا راز ظاہر کر دیا ہے۔ اب میرا یہاں رہنا دشوار ہے۔ ابھی یہی کہا تھا کہ جاں بحق ہو گئے۔ (اسرار الاولیاء)

عبادت وریاضت

اللہ تعالیٰ کے قرب اور حصول معرفت کے لئے کثرت عبادت انتہائی لازم ہے چونکہ مجاہدہ کے بغیر تزکیہ اور تصفیہ قلب حاصل نہیں ہوتا۔ اس لئے اکثر اولیاء کرام نے ظاہر اور باطن کی صفائی کے لئے کثرت عبادت اور ریاضت کی راہ اختیار کی حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کا بھی شمار انہی اولیاء میں ہوتا ہے۔ جنہیں اللہ کی دوستی میں بے پناہ ریاضت اور بڑے شدید قسم کے مجاہدات کی مشقت اٹھانا پڑی۔

آپ کی عظمت مجاہدہ کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ برصغیر پاک و ہند کے جملہ مشائخ اور صوفیاء کرام میں سے مجاہدات کی کثرت میں سبقت لے گئے۔ حقیقت میں ان کی زندگی شرعی عبادت نفلی ریاضت زہد و تقویٰ ترک و تجرید عشق و محبت ذوق و شوق اور طویل چلہ کشیوں میں بے نظیر اور یگانہ و یکتا ہے۔ آپ بڑے بلند ہمت نکلے عشق حقیقی میں خود کو زندگی بھر محور رکھنے کی بناء پر دینوی نعمتوں سے لاتعلق رہے اور ہر دم یاد الٰہی میں راغب رہے۔ جوانی کا حسین زمانہ جنگلوں اور ویرانوں میں چلہ کشیاں کرتے ہوئے گزار دیا۔ اس بادشاہ فقر کی زندگی کے بیشتر شب و روز فاقہ مستی اور جامہ فقر میں گزر گئے اگر آپ چاہتے تو دنیا کی نعمتوں کے دروازے کھل جاتے مگر آپ نے خود کو رضائے الٰہی میں مٹا ہی دیا۔ فنا ہو کر بقا بن گئے۔ آج اللہ نے وہ انعام لازوال دے رکھا ہے کہ کاشانہ فقیر مرقد بے نظیر آماجگاہ شاہ و گدا بنا ہوا ہے۔ وہ تو نور ازلی کے فیضان کے مظہر بن گئے۔ اے واعظ یہ راز تو وہی جانتا۔ یہ تو کسی کی نظر کیمیا کا اعجاز کیسے ہوتا ہے جو یہ مشت غبار رشک

آفتاب و ماہتاب بن جاتا ہے۔اے میرے دوست پھر سوچنا کیا ہے کیا تو بھی حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کی طرح رب کو راضی کرنے کے لئے خود کو ریاضت ومجاہدہ میں کندن کرا ور پھر دیکھ انعامات خداوندی کی بارش کہاں سے آتی ہے اور اس جہاں کو کس طرح فیض یاب کرتی ہے۔

ریاضت اور مجاہدہ کا شرعی طریقہ پنج گانہ فرضی نمازوں کو خشوع وخضوع کے ساتھ ادا کرنے کے علاوہ ذکر الٰہی کی کثرت ہے۔اس کے ساتھ شب بیدار ہو کر طویل قیام وسجود والے نوافل ہیں۔حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے اسی شرعی طریقہ کو اختیار فرمایا جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

پابندی نماز

یہ آپ کی والدہ کی صالح تربیت کا نتیجہ تھا کہ آپ بچپن ہی سے پابند صوم وصلوٰۃ کے پابند ہو گئے اس لئے آپ نماز کو ہمیشہ وقت کی بڑی باقاعدگی اور تن دہی سے ادا فرماتے۔آپ کی نماز میں توجہ الی اللہ حد درجہ کی تھی آپ اکثر شب بیداری بھی کیا کرتے تھے جس میں نفلی نماز کے ذریعے بڑا طویل قیام فرماتے اور بعض اوقات سجدے بھی بڑے لمبے کرتے۔آپ نفلی نمازیں بھی ادا فرماتے تھے اور مریدین کو بھی اس کی تلقین فرما دیتے تھے۔کیوں کہ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جس روز حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے نماز اشراق پڑھنے کے لئے فرمایا تو پہلے یہی چھ رکعتیں پڑھنے کی ہدایت فرمائی' پھر ارشاد ہوا تھا' دو رکعتیں اور بھی ہیں وہ پھر بتاؤں گا۔

حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے اپنے شیخ حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کی کہ اگر ایک شخص نفل' نماز پڑھ رہا ہو اور کوئی بزرگ آ جائے تو وہ نفل نماز چھوڑ کر ان کی جانب متوجہ ہو جائے تو یہ کیسا رہے گا؟ آپ نے فرمایا اسے اپنی نماز پوری کرنی چاہئے۔بندے نے عرض کیا اگر کوئی شخص ثواب کے لئے اور سعادت کے حصول کی خاطر نفل نماز پڑھ رہا ہو اس دوران میں اس کے پیر آ جائیں پیر کی قدم بوسی میں اس کے لئے بڑی سعادتیں ہیں۔مریدوں کا تو یہ اعتقاد ہوتا ہے کہ پیر کی سعادت قدم بوسی کی دولت نفل نماز

کے ثواب سے کئی سو گنا بہتر ہے تو پھر کیسا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ شرع کا حکم یہی ہے کہ نفل نماز پڑھنے والے کو پہلے اپنی نماز پوری کرنی چاہئے۔ اس موقع پر آپ نے یہ حکایت بیان کی ایک دفعہ شیخ بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ ایک دریا کے کنارے پر پہنچے۔ انہوں نے وہاں مریدوں کو وضو کرتے پایا۔ جب مریدوں نے شیخ کو دیکھا تو وہ تعظیم کے لئے فوراً اٹھ کھڑے ہوئے انہوں نے ابھی نصف وضو کیا تھا۔ مگر ایک صوفی برابر بیٹھے رہے انہوں نے اپنا وضو مکمل کیا۔ اس کے بعد وہ شیخ کی خدمت میں آئے اور ان کی تعظیم بجالائے۔ شیخ نے فرمایا کہ ان سب میں درویش یہی ہے کہ پہلے اس نے وضو مکمل کیا اس کے بعد میری تعظیم کی۔ بندے نے عرض کیا کہ اگر کوئی شخص نفل پڑھ رہا ہو اور پیر کے آنے پر وہ نماز نفل ترک کردے اور پیر کی تعظیم میں لگ جائے تو کیا اس کی تکفیر ہو سکتی ہے آپ نے فرمایا نہیں۔

بندے نے عرضداشت کی تائید اور پیر کے حق میں مرید کے اعتقاد کی پختگی کے بارے میں زبان مبارک سے ارشاد ہوا کہ ایک دفعہ شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہٗ العزیز نے بدر الدین اسحاق کو آواز دی۔ بدر الدین نماز پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے نماز ہی میں زور سے جواب میں لبیک کہا لیکن حضرت بابا فرید کی یہی تاکید ہے کہ نماز چونکہ ہر کام سے مقدم ہے۔ اس لئے اسے ہر حال میں پہلے پورا کر لینا چاہئے۔ (فوائد والفواد)

حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ شیخ الاسلام حضرت بابا فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مرید تھا جس کا نام محمد تھا۔ وہ مرید حضرت شیخ الاسلام کے بعض اسرار و رموز سے آگاہ تھا۔ ایک دن جمعہ کی نماز میں وہ حضرت شیخ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا کہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ بعد میں حضرت اقدس نے اس سے دریافت کیا کہ بے ہوشی کی کیا وجہ تھی۔ وہ تو کچھ نہ بتا سکا لیکن حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے خود فرمایا کہ اس وقت مجھے نماز میں معراج حاصل تھا اور اس نعمت سے تجھے بھی حصہ مل گیا ہے۔

حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب میرے شیخ حضرت فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ بوڑھے ہو گئے تو نماز تراویح بیٹھ کر پڑھ لیا کرتے تھے۔ بس فرض نمازیں کھڑے ہو کر

پڑھتے تھے باقی نمازیں بیٹھ کر ہی ادا کر لیتے۔(فوائد الفواد)

ایک مرتبہ دوران گفتگو حضرت نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ نفل نمازیں جماعت کے ساتھ پڑھنے کی کوئی روایت ہے۔آپ نے فرمایا کہ ہاں ہے۔بعض مشائخ اور (سابق بزرگ) جماعت کے ساتھ نفل نمازیں پڑھتے تھے۔اس موقع پر ارشاد ہوا کہ ایک دفعہ شب برات تھی۔شیخ الاسلام شیخ فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ اس شب کی نماز کو جماعت سے ادا کرنا اور تم اس جماعت کی امامت کرنا چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔(فوائد الفواد)

رمضان المبارک کے روزے

بھوک اصلاح نفس کا بہت بڑا ذریعہ ہے جس کے لئے اسلام میں ایک ماہ کے روزے رکھنا فرض ہیں۔آپ رمضان المبارک کے روزے بڑے اہتمام سے رکھتے کیوں کہ اس کی فضیلت کے بارے میں آپ نے خود فرمایا ہے یہ بڑا بزرگ مہینہ ہے۔اس میں ابلیس لعین بند کر دیا جاتا ہے تاکہ مسلمان اس کے بہکانے سے محفوظ رہیں اور رحمت کے کل دروازے کھل جاتے ہیں۔ہر مسلمان کے ہاں ایک ایک فرشتہ طبق رحمت لانے کے لئے مقرر ہو جاتا ہے۔روز و شب زمین و آسمان کے درمیان ان فرشتوں کی آمد و رفت کا تانتا بندھا رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میرا بندہ روزہ افطار کرے۔فوراً اس پر ایک طبق رحمت ڈال دو پھر ارشاد ہوا کہ روزہ بندے اور مولیٰ کے درمیان ایک سر ہے۔ہر عبادت کی جزا خدا کی طرف سے مقرر ہو گئی ہے‘ لیکن روزے کے ثواب کا بجز خدا کے کوئی اندازہ نہیں کر سکتا۔چنانچہ خود فرمایا ہے (اَلصَّوْمُ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ)روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی جانتا ہوں کہ روزے کا ثواب کیا دوں گا۔(بخاری شریف)

اس کے بعد ارشاد ہوا۔اس مہینے کے پہلے عشرہ کا نام رحمت‘ دوسرے کا مغفرت اور تیسرے کا نام دوزخ کی آگ سے رہائی ہے۔پہلے عشرے میں بندے پر آسمان پر رحمت اور برکت نازل ہوتی ہے۔دوسرے عشرے میں مغفرت اور انعام اور بخشش ہے۔اس میں کوئی لمحہ ایسا

نہیں جاتا جس میں لاکھوں مسلمانوں کو حق تعالیٰ کی رضامندی نہ ملتی ہو۔ تیسرے عشرے میں وہ تمام مسلمان جنہوں نے زندگی میں روزے رکھے ہیں دوزخ سے آزاد کر دیئے جاتے ہیں۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ جو شخص رمضان شریف کی آمد سے خوش ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی اسے پھر کسی وقت غمناک نہیں کرتا اور خیر و برکت اس پر بڑھاتا ہے اور جو اس ماہ مبارک کے ختم ہونے سے رنجیدہ ہوتا ہے۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ اسے دونوں جہان کی مسرت بخشتا ہے بعد ازاں فرمایا کہ رمضان کے روزے رکھنے کا ثواب ہزار سال کی عبادت کے برابر لکھا جاتا ہے اور اسی حساب سے اس کے گناہ بھی دھلتے ہیں۔

پھر ارشاد ہوا کہ شب قدر آخر عشرے میں ہوتی ہے۔ انسان کو چاہئے کہ اس زمانے میں غافل نہ رہے اور شب قدر سے فائدہ اٹھائے۔

اس کے بعد فرمایا اہل باطن کے نزدیک ہر شب شب قدر ہے۔ اسے روز وہی نعمتیں ملتی ہیں جو عوام صرف شب قدر میں پاتے ہیں۔ تاہم مناسب یہی ہے کہ شب قدر کی خصوصیت سے قدر کی جائے۔

فرمایا کہ خواجگان کا قاعدہ تھا کہ رمضان کی ہر شب کو تراویح میں ایک قرآن ختم کرتے تھے اور شیخ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ تو دو، دو قرآن ختم کرتے تھے۔ اس کے بعد ارشاد ہوا کہ ایک دفعہ دعا گو مغرب کی طرف سفر کر رہا تھا کہ رمضان کا مہینہ آ گیا۔ میں نے مسجد امام حدادی میں قیام کیا۔ وہاں ایک بڑے باعظمت بزرگ تھے جن کا نام شیخ عبداللہ محمد تھا۔ وہ اس مسجد میں امامت کرتے تھے۔ انہوں نے ایک ایک شب میں تین تین قرآن اور مزید چار چار سپارے سنائے۔ چنانچہ دعا گو نے بھی مہینہ بھر خوب ثواب حاصل کیا۔ چلتے وقت فرمایا ''اس طرح محنت و مجاہدہ کیا جاتا ہے۔ تب کہیں کام بنتا ہے۔ اہل تصوف کا قول ہے کہ یہ راہ بغیر مجاہدے کے طے نہیں ہو سکتی۔''

پھر ارشاد ہوا کہ خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے ستر سال خدائے عزوجل کی عبادت کی۔ کئی کئی دن پانی نہ پیتے تھے اور کئی کئی دن کھانا نہ کھاتے تھے۔ جب اتنی تکلیفیں اٹھائیں تو

حضوری ملی اور جس وقت حضوری ملی اس وقت ہاتف کی آواز آئی کہ ابھی آلائش دنیا باقی ہے۔ جب تک اسے دور نہ کرو گے آگے نہ بڑھ سکو گے۔ عرض کیا کہ یارب العالمین اب میرا تو کسی چیز سے بھی تعلق نہیں۔ جواب ملا کہ پوستین اور کوزے کو دیکھو۔ حضور بایزید رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے بھی دست کشی کر لی پھر اور بار پایا۔ شیخ الاسلام اتنا بیان کر کے رونے لگے اور ارشاد فرمایا ''بایزید رحمۃ اللہ علیہ ایک پوستین اور کوزے کے ہونے کے سبب روک دیئے گئے لوگ اس قدر دنیا کے جنجالوں میں پھنس کر کیوں کسی بات کی امید کریں۔'' اس کے بعد فرمایا کہ رمضان کا مہینہ ہے میں روز شب کی تراویح میں ختم قرآن کیا کروں گا کوئی ہے جو میرا ساتھ دے؟ کل حاضرین نے سر تسلیم زمین پر رکھ دیا اور کہا کہ زہے سعادت پھر شیخ الاسلام نے ایک شب میں دو دو قرآن ختم کرنے شروع کئے۔ فی رکعت دس دس پارے پڑھ جاتے اور تھوڑی رات رہے اور فارغ ہوتے۔ اس رمضان میں دعاگو بھی برابر حاضر رہا۔

صوم داؤدی چھوڑ کر صوم الدہر اختیار کرنا

حضرت سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ جب حضرت شیخ الاسلام گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ ہانسی میں قیام پذیر تھے تو شیخ علی گرد میرٹھ سے آپ کو ملنے آئے۔ ان ایام میں حضرت اقدس صوم داؤدی رکھتے تھے یعنی ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن روزہ نہیں رکھتے تھے۔ جس دن روزہ نہیں تھا حضرت اقدس نے شیخ علی رحمۃ اللہ علیہ کو کھانے پر بلایا۔ ابھی کھانا شروع نہیں ہوا تھا کہ شیخ علی رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں خیال آیا کہ کیا ہی اچھا ہوتا کہ حضرت خواجہ گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ صائم الدہر ہوتے یعنی ہر روز روزہ رکھتے' جونہی ان کے دل میں یہ خیال آیا حضرت شیخ الاسلام کو روشن ضمیری سے اس کا علم ہو گیا اور کھانے سے ہاتھ کھینچ کر فرمایا کہ جو کچھ خاصان خدا کے دل میں آتا ہے۔ اسی پر عمل کرنا بہتر ہوتا ہے۔ چنانچہ اس روز کے بعد آپ نے صوم الدہر شروع کر دیا۔

طویل روزہ

ایک موقع پر حضرت خواجہ بختیار کاکی نے بابا صاحب سے فرمایا کہ وہ طے کا روزہ

رکھیں۔اس روزے میں افطار کے وقت پانی تو پی لیا جاتا ہے مگر کبھی تین دن' کبھی دس دن' کبھی مہینہ اور کبھی چھ مہینے اور کبھی ایک سال تک کچھ نہ کھایا جاتا۔بابا صاحب نے مرشد کے حکم کے مطابق یہ روزہ شروع کیا اور تین دن تک کچھ نہ کھایا' تیسرے دن افطار کے وقت ایک شخص ان کے لئے کھانا لایا۔انہوں نے اسے رزق غیب سمجھ کر کھالیا۔مگر فوراً ہی طبیعت متلانے لگی اور قے ہو گئی۔جب یہ واقعہ بابا صاحب نے اپنے مرشد سے بیان کیا تو انہوں نے فرمایا ''مسعود! تو نے اس دن اپنا روزہ ایک شرابی کے کھانے سے افطار کیا تھا۔لیکن خداوند کریم نے تجھ پر بڑا کرم کیا اور وہ کھانا تیرے پیٹ سے نکل گیا۔اب پھر تین دن کا روزہ رکھ اور جو کچھ غیب سے ملے اس سے روزہ افطار کرنا۔

بابا صاحب نے تین دن تک روزہ رکھا' مگر افطار کے وقت کہیں سے کوئی کھانا نہ آیا۔یہاں تک کہ ایک رات گزر گئی۔کمزوری اور ضعف بڑھ گیا۔بے اختیار ہو کر کچھ سنگریزے زمین سے پکڑ کر منہ میں ڈال لئے۔جو قدرت خداوندی سے ان کے منہ میں جاتے ہی شکر بن گئے۔خیال کیا کہ یہ کہیں دھوکا نہ ہو' انہوں نے وہ شکر پارے منہ سے نکال دیئے اور ذکر الٰہی میں مشغول ہو گئے۔آدھی رات ہو گئی اب پھر ضعف نے شدت اختیار کر لی آپ نے پھر زمین سے کچھ سنگریزے اٹھا کر منہ میں ڈال دیئے۔وہ بھی منہ میں جا کر شکر بن گئے بابا صاحب نے تین بار اس کو دہرایا۔جب انہوں نے اپنے مرشد حضرت بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ سے اس واقعے کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا ''مسعود! یہ دست غیب تھا۔جاؤ تم ہمیشہ شکر کی مانند میٹھے رہو گے۔

احترام رمضان کی تاکید

اس کے بعد حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا کہ جب حضرت شیخ کی بیماری بڑھ گئی اور ماہ رمضان آیا تو آپ روزہ نہیں رکھتے تھے ایک دن خربوزہ لایا گیا اور تراشا گیا۔میں شیخ کے سامنے رکھتا تھا اور آپ تناول فرماتے تھے۔اس اثناء میں شیخ نے ایک پھانک مجھے عنایت فرمائی۔میں نے جی میں کہا کہ اس روزہ کے کفارہ میں دو ماہ متصل روزے رکھ لوں گا اور یہ پھانک

کھائے لیتا ہوں۔ یہ دولت جو حضرت شیخ کے ہاتھ سے مجھے پہنچی ہے کہاں نصیب ہوگی۔ قریب تھا کہ میں اسے کھاؤں کہ حضرت نے منع کر دیا اور فرمایا کہ مجھے تو بیماری کے سبب شریعت سے رخصت ہے تمہیں اجازت نہیں ہے۔ تم نہ کھاؤ پھر لوگوں نے حضرت کی عمر پوچھی تو سلطان المشائخ نے بیان نہیں کی جا سکتی۔ جب رات ہوئی تو عشاء کی نماز کے بعد حضرت نے اپنا خاص مصلّٰی بندہ کو عنایت فرمایا۔

زکوٰۃ

حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کی ساری عمر فقر و فاقہ میں گزری اور آپ کے پاس کبھی اتنا مال جمع نہ ہوا جس پر زکوٰۃ فرض ہوتی۔ آپ کے پاس جو کچھ ہوتا راہ خدا میں سب کا سب دے دیتے زکوٰۃ کے بارے میں حضرت نظام الدین اولیاء نے فرمایا ہے کہ زکوٰۃ کے بارے میں بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ زکوٰۃ تین طرح پر ہے۔ زکوٰۃ شریعت' زکوٰۃ طریقت' زکوٰۃ حقیقت زکوٰۃ شریعت یہ ہے کہ دوسو روپے میں سے پانچ روپے دے۔ زکوٰۃ طریقت یہ ہے کہ دوسو روپے میں سے پانچ روپے رکھے باقی دیدے۔ زکوٰۃ حقیقت یہ ہے کہ سب کچھ دے ڈالے۔

چلہ معکوس

سیر الاولیاء میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ حضرت خواجہ گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ پر مزید ریاضت و مجاہدات کا شوق غالب ہوا تو حضرت شیخ کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر فرمان ہو تو ایک چلہ کر لوں۔ یہ بات حضرت شیخ کو ناگوار گزری اور فرمایا کہ ضرورت نہیں ہے ان چیزوں سے شہرت ہوتی ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ حضور گواہ ہیں کہ مجھے شہرت کی طلب نہیں ہے۔ اس کے بعد حضرت خواجہ گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میں بقیہ ساری عمر اس بات سے پشیمان رہا کہ حضرت پیر و مرشد کی خدمت میں کیوں ایسی بات کہی جو آپ کی طبع مبارک کو ناگوار معلوم ہوئی۔ اس کے بعد حضرت خواجہ قطب الاقطاب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اب جاؤ اور ایک چلہ معکوس

کرلو۔لیکن اس وقت حضرت خواجہ گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم نہ تھا کہ چلہ معکوس کیا ہوتا ہے۔چنانچہ آپ نے شیخ بدرالدین غزنوی سے کہا کہ حضرت شیخ نے مجھے چلہ معکوس کا حکم فرمایا ہے۔لیکن میں حضرت اقدس کے رعب وجلال کی وجہ سے یہ نہیں پوچھ سکا کہ چلہ معکوس کیا ہوتا ہے۔آپ مجھے بتائیں یا حضرت شیخ سے دریافت کریں۔شیخ بدرالدین نے حضرت خواجہ قطب الاقطاب سے چلہ معکوس کی کیفیت دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ چلہ معکوس یہ ہوتا ہے کہ چالیس دن یا چالیس رات پاؤں میں رسی باندھ کر کسی کنوئیں میں الٹا لٹک کر عبادت کرے۔یہ سن کر حضرت خواجہ گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے چلہ معکوس کرنے کا مصمم ارادہ کرلیا۔لیکن آپ کی خواہش یہ تھی کہ اس کا علم کسی کو نہ ہو اب آپ ایسے مقام کی تلاش میں نکلے جہاں مسجد کے پاس کنواں ہو اور کنوئیں کے پاس ایسا درخت ہو کہ اس کی شاخیں کنوئیں پر چھائی ہوئی ہوں۔نیز کوئی ایسا موذن بھی ہو جو نیک دل اور درویشوں کا ہمراز ہو۔چنانچہ آپ نے ایسے مقام کی تلاش میں سارا دہلی کا شہر چھان مارا۔

اوچ شریف میں آمد اور چلۂ معکوس

کوئی جگہ ایسی نہ ملی۔اس کے بعد آپ نے ہانسی کا سفر اختیار فرمایا لیکن وہاں بھی کامیابی نہ ہوئی۔غرض یہ کہ آپ شہر بہ شہر، قصبہ بہ قصبہ اور خطہ بہ خطہ پھرتے رہے۔لیکن کوئی ایسا مقام نظر نہ آیا حتیٰ کہ آپ اوچ شریف پہنچ گئے جہاں مسجد کے پاس کنواں اور کنوئیں کے اوپر درخت تھا اور مسجد کا امام بھی حضرت خواجہ گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کو جانتا تھا اور آپ کا معتقد تھا۔وہ ہانسی کا رہنے والا تھا اور اس کا نام خواجہ رشید الدین مینائی تھا۔حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ نے چند روز اس مسجد میں قیام فرمایا جب امام مسجد کو اعتماد میں لے لیا اور اس سے وعدہ کرلیا کہ یہ راز فاش نہیں ہوگا تو آپ نے چلہ شروع کر دیا۔ایسا ہوتا تھا کہ عشاء کی نماز کے بعد وہ موذن آپ کے پاؤں میں رسی باندھ کر کنوئیں میں الٹا لٹکا دیتا تھا اور صبح صادق ہونے سے پہلے باہر نکال لیتا تھا۔

ہر صبح صادق سے قبل موذن آ کر دیکھتا تھا کہ حضرت اقدس مشغول بحق ہیں۔اس کے بعد وہ آواز دیتا تھا کہ اے مخدوم کیا حکم ہے آپ پوچھتے تھے کہ صبح صادق ہوئی ہے یا نہیں وہ جواب دیتا تھا کہ ہونے والی ہے۔حضرت اقدس فرماتے تھے کہ اچھا باہر نکال لو۔آپ کنوئیں سے باہر آ کر مسجد میں مراقب ہو جاتے تھے اسی طرح چالیس شب آپ نے چلہ جاری رکھا اور اپنے شیخ کا حکم اس طرح پورا کیا کہ کسی کو اس کا علم نہ ہوا۔وہ مسجد اب تک اوچ شریف میں موجود ہے اور زیارت گاہ اور حاجت روائے خلق ہے۔

اس کے بعد خواجہ رشید الدین موذن نے حضرت خواجہ گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضور میں بال بچے دار آدمی ہوں۔میرے ہاں بہت سی لڑکیاں ہیں روزی تنگ ہے' دعا کریں کہ روزی فراخ ہو جائے آپ نے فرمایا وعظ کیا کرو۔سب کام درست ہو جائے گا۔اس نے عرض کیا کہ حضور میں عالم نہیں ہوں۔وعظ کیسے کروں آپ نے فرمایا منبر پر قدم رکھنا تمہارا کام ہے اور کرم حق تعالیٰ کا کام ہے۔چنانچہ اس نے وعظ شروع کر دیا اور بہت کامیاب ہوا اور تنگی جاتی رہی۔

خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر چلہ کشی

بعض تذکرہ نگاروں کا بیان ہے کہ حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کبھی کبھی اجمیر شریف تشریف لے جاتے تھے اور وہاں حضرت خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک کے قریب ایک حجرہ میں چلہ کشی کیا کرتے تھے۔چنانچہ آستانہ خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ میں سلطان محمود خلجی کی مسجد کے پیچھے آج بھی وہ حجرہ محفوظ ہے اور "چلہ بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ" کے نام سے موسوم ہے اس چلہ میں دور دور تک تہ خانے بنے ہوئے ہیں اور یہ ہمیشہ مقفل رہتا ہے ہر سال صرف ۵ محرم الحرام کو چند گھنٹوں کے لئے کھلتا ہے۔

کمالِ عبدیت

حضرت سلطان المشائخ فوائد الفواد میں فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ شیخ الاسلام گنج شکر

رحمۃ اللہ علیہ حجرہ میں تھے اور دروازہ بند کر رکھا تھا۔ میں نے جو کواڑ کے درزوں میں سے دیکھا تو آپ ہر بار کھڑے ہوتے تھے اور پھر سجدہ میں گر جاتے تھے اور یہ مصرعہ پڑھتے تھے۔

از بہر تو میرم وز برائے تو زیم

پھر ان کے وصال کی کیفیت بیان فرمائی کہ ۵ محرم کو آپ کو تکلیف زیادہ ہوئی۔ عشاء کی نماز جماعت سے پڑھی پھر بے ہوش ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہوش میں آئے تو پوچھا کہ میں نے عشاء کی نماز پڑھ لی ہے۔ لوگوں نے کہا جی ہاں پڑھ لی ہے۔ فرمایا ایک دفعہ اور پڑھ لوں خدا جانے کیا ہو۔ جب دوسری دفعہ پڑھ چکے پھر بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو پھر پوچھا کہ عشاء کی نماز پڑھ چکا لوگوں نے کہا جی ہاں آپ دو دفعہ پڑھ چکے ہیں۔ فرمایا ایک بار اور پڑھ لوں خدا جانے کیا ہو۔ تیسری دفعہ آپ نے نماز پڑھی اور جاں بحق ہو گئے۔

ادارت وخلافت

حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کافی عرصہ مختلف شہروں اور ملکوں کی سیاحت کرتے رہے اس سفر میں آپ کو بہت سے ظاہری اور باطنی رموز حاصل ہوئے آخر طویل سفر کے بعد واپس ملتان آئے اس سفر میں آپ کو بے پناہ مصائب اور تکالیف سے بھی دوچار ہونا پڑا۔

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ جن دنوں سیر و سیاحت کے سفر سے واپس ملتان آئے ان دنوں ملتان میں حضرت بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ سہروردی کی روحانیت کا عام چرچا تھا ایک دنیا ان کی روحانیت سے فیض یاب ہو رہی تھی آپ ان کی خدمت اقدس میں ملاقات کے لئے حاضر ہوئے اور آپس میں راز و نیاز کی باتیں ہوئیں دونوں بزرگوں میں بڑی محبت اور چاہت تھی۔ دوران گفتگو حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے پوچھا ''فرید کار خود کجا رسانیدی'' یعنی اے فرید تو نے اپنا کام کہاں تک پہنچایا ہے اس کا مطلب یہ تھا کہ اے فرید تم نے راہ سلوک کو کہاں تک طے کرلیا ہے آپ نے جواب دیا بس اللہ کا کرم ہے جس پر چاہے ہو جائے اگر اس کے کرم والا بندہ آپ کی اس کرسی کو جس پر آپ بیٹھے ہوئے ہیں کہے تو وہ ہوا میں پرواز کرنے لگے آپ کی زبان اقدس سے ان الفاظ کا نکلنا ہی تھا کہ حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کی کرسی ہوا میں بلند ہونا شروع ہوگئی۔ حضرت بہاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا ہاتھ کرسی پر مارا تو اس کی پرواز رک گئی اور وہ دوبارہ زمین پر آگئی تو اس پر حضرت بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

کہ اے فرید رحمۃ اللہ علیہ کار خود بجائے نیکو رسانید یعنی اے فرید تم نے خوب محنت کی اور روحانیت میں بلند پایہ ترقی کر کے واپس آئے ہو۔

حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ سہروردی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کرنے کے بعد ملتان سے آپ اپنے آبائی قصبہ کھتوال میں گئے۔ وہاں پر اپنی والدہ ماجدہ کی خدمت اقدس میں حاضری دی ان سے شفقت آمیز دعائیں لیں آپ کی والدہ چونکہ صاحب بصیرت تھیں۔ جب انہوں نے حضرت بابا فرید کے باطن میں جھانک کر دیکھا تو انہیں بیٹے کے تزکیہ باطن سے بے حد مسرت حاصل ہوئی۔ آپ چند دن والدہ محترمہ کی خدمت اقدس میں گزارنے کے بعد ان سے دہلی جانے کی اجازت لی انہوں نے بڑی خوشی سے دعائیں دیتے ہوئے دہلی کی طرف روانہ کیا۔

حضرت بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت

والدہ ماجدہ سے رخصت ہونے کے بعد آپ سیدھے حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے بڑی نیازمندی سے ان سے ملاقات کی اور اس ملاقات میں آپ کی ان سے بیعت ہوئی۔ فوائد السالکین کی مجلس اول سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت بابا فرید سیر و سیاحت کے بعد حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اس وقت انہوں نے حضرت خواجہ کی بیعت کی۔ اس کے متعلق راحت القلوب میں لکھا ہے کہ۔

ایک مرتبہ میں دہلی گیا اور شیخ الاسلام قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور جو بات کہیں نہ دیکھی تھی وہ یہاں پائی۔ خود کو ان کے دامن دولت سے وابستہ کر دیا اور بیعت کی نعمت سے مشرف ہوا۔

تین دن تک میرے پیر مجھے نعمت پر نعمت بخشتے رہے۔ اس کے بعد فرمانے لگے کہ مولانا فرید نے اپنا کام پورا کر لیا۔ پھر قریب آئے اور کلام ختم کرتے ہی نعرہ مار کر بے ہوش ہو گئے اور گر پڑے۔ یک شبانہ روز اسی حالت میں رہے جب ہوش آیا تو دعا گو سے مخاطب ہوئے اور فرمانے لگے۔ مردانِ خدا ایسے ایسے مرحلے طے کر کے اس مقام کو پہنچتے ہیں۔ یہ سعادت سب

لوگوں کو حاصل ہو سکتی ہے خدا کا فیض عام ہے لیکن مرد ہونا چاہئے جو منزل پر پہنچنے کی کوشش کرتا رہے۔اس کے بعد ارشاد ہوا اے بھائی اس راہ میں جب تک صدق سے قدم نہ رکھے اور دل نہ جلے حاشاوکلا کبھی مقام قرب تک نہیں پہنچ سکتا۔اس وقت یہ اشعار زبان مبارک پر آئے۔

تو راہ نرفتہ ازاں نمودند　　وزنے کہ زد ایں درگہ بروں کشودند

جاں دررہ دلہاست اگر میخواہی　　تو نیز چناں بشوکہ ایشاں بودند

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہ کرم

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ دہلی میں اپنے مرید اور خلیفہ حضرت قطب عالم خواجہ بختیار کا کی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تشریف لائے۔ان دنوں حضرت فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد کی راہنمائی کے مطابق دہلی میں یاغزنی دروازہ کے پاس ایک حجرہ میں ریاضت اور مجاہدہ میں مصروف تھے۔مسلسل زہد اور کثرت مجاہدہ کی بناء پر حضرت فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ میں جسمانی طور پر کمزوری آچکی تھی۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت قطب عالم سے پوچھا کہ آپ کے مرید فرید الدین مسعود رحمۃ اللہ علیہ کہاں ہیں۔حضرت قطب عالم نے کہا کہ آج کل میں نے اسے ایک حجرے میں مشغول عبادت و ریاضت کر رکھا ہے۔اس پر حضرت خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا حال دیکھنے کی خواہش ظاہر کی تو حضرت قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد کامل حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کو ساتھ لے کر اس حجرے میں گئے۔جہاں حضرت بابا فرید الدین مسعود محو مجاہدہ تھے۔حضرت فرید الدین مسعود رحمۃ اللہ علیہ نے جب اپنے مرشد اور حضرت خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے پاس کھڑے پایا تو فوراً تعظیم کے لئے کھڑے ہونا چاہا مگر جسمانی نقاہت کے باعث کھڑے نہ ہو سکے۔آپ کی آنکھیں فرط محبت سے لبریز ہو گئیں اور آپ نے اپنا سر اپنے مرشد اور حضرت خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں پر رکھ دیا۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے جب فرید الدین مسعود کو کثرت مجاہدہ کے

باعث ناتواں دیکھا تو فرمایا کہ اے بابا بختیار اس نوجوان کو کثرت مجاہدہ کی آگ میں کب تک جلاؤ گے۔ بلکہ اسے اللہ کی عطا کردہ رحمت میں سے کچھ عنایت فرما دو اس پر حضرت قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ یا حضرت آپ کی موجودگی میں میری کیا مجال ہے تو اس پر حضرت خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ تمہارا مرید ہے اس کا کشود کار تم پر ہی موقوف ہے۔ اس کے بعد حضرت فرید الدین مسعود رحمۃ اللہ علیہ کا ہاتھ پکڑ کر سہارے سے کھڑا کیا اور خود دائیں طرف کھڑے ہو گئے اور حضرت خواجہ قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ کو بائیں طرف کھڑا کر لیا۔ دونوں بزرگوں نے اس طرح اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس موقع پر حضرت فرید الدین مسعود رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں دعا فرمائی کہ یا الٰہی انہیں باطنی دولت سے مالا مال فرما دے اور اس طرح دونوں بزرگوں کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے باطنی فیوض و برکات سے نواز دیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس موقع پر ہاتف غیبی سے ندا آئی کہ "فرید را برگزیدم" یعنی ہم نے فرید کو برگزیدہ کر دیا ہے۔

صاحب سیر الاولیاء نے اس کو یوں بیان کیا ہے۔

بخشش کونین از شیخین شدہ رباب تو بادشاہی یافتی زیں بادشاہان جہاں
مملکت دنیا و دیں گشتہ مسلم مرترا عالم کن گشت اقطاع تو اے شاہ جہاں

اس بخشش اور عطا کے بعد حضرت خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے خلعت یعنی پیراہن خاص عطا فرمایا اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کی رحمۃ اللہ علیہ نے دستار عطا فرمائی اور حضرت خواجہ نے یہ بھی فرمایا کہ فرید ایک شمع کی مانند ہے۔ لہٰذا اس سے ایک جہاں روشن ہو گا اس کے بعد حضرت خواجہ معین الدین چشتی دہلی میں چند روز قیام کے بعد واپس اجمیر میں تشریف لے گئے۔ حضرت بابا فرید الدین مسعود کی دینی خدمات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خواجہ غریب نے جو الفاظ آپ کے بارے میں فرمائے تھے۔ وہ حرف بحرف پورے ہوئے اور اس شمع سے بہت سے غیر مسلموں کے دل منور ہوئے اور سلسلہ چشتیہ کو حضرت فرید الدین مسعود رحمۃ اللہ علیہ کی وجہ سے بہت عروج حاصل ہوا۔

حصول خلافت

کہا جاتا ہے کہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے مرشد حضرت خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی باطنی عطا کے بعد ہی آپ کے سر پر دستار خلافت باندھ دی تھی۔ لیکن کچھ عرصہ بعد حضرت قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرید بابا فرید الدین مسعود رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی خلافت سے سرفراز فرمایا اور خلافت کی سند لکھ کر بھی عطا فرما دی مگر حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ سند خلافت ملنے کے باوجود اپنے مرشد کی حیاتی میں ان کی خدمت کرتے رہے اور ان کی زیر نگرانی راہ سلوک کی منازل طے کرتے رہے۔

حضرت بابا فرید الدین مسعود رحمۃ اللہ علیہ روحانیت میں کامل ہو گئے تو آپ کے مرشد نے فرمایا اب اسلام کی تبلیغ واشاعت کی خدمات سرانجام دیں اور فرمایا کہ اے میرے مرید باصفا تم میرے وصال کے وقت میرے پاس نہ ہو گے۔ البتہ میرے وصال کی خبر ملتے ہی دہلی آ جانا حضرت قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کے مطابق آپ تبلیغ دین کے لئے ہانسی چلے گئے اور وہاں اپنے آپ کو تبلیغ اسلام اور مخلوق خدا کی خدمت میں مشغول کر لیا اور کچھ عرصہ تک آپ ہانسی میں قیام پذیر رہے۔

مسند خلافت پر جلوہ افروزی

ہانسی میں قیام کے دوران ایک رات آپ نے خواب دیکھا کہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہو گیا ہے۔ خواب سے بیدار ہوتے ہی آپ مرشد گرامی سے والہانہ محبت کی بناء پر ہانسی سے دہلی کی طرف چل دیئے جب آپ اپنے مرشد خواجہ قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ مرشد کامل خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہو گیا ہے۔ آپ مرشد کے وصال کی وجہ سے بے حد رنجیدہ ہوئے اور اللہ کی بارگاہ میں دعا گو ہوئے کہ مرشد نے مجھے جو فریضہ سونپا ہے اس پر مجھے تادم آخر استقامت فرما۔

حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ جس وقت

حضرت خواجہ قطب الدین عالم رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے وقت آیا تو حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ موجود نہ تھے تو حضرت خواجہ نے اپنا خرقہ عصا نعلین مصلیٰ اور دیگر تبرکات حضرت قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کو دیتے ہوئے فرمایا کہ اے میرے دوست یہ بابرکت اشیاء میرے وصال کے بعد فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کو دے دینا۔ وصال کے بعد جب حضرت فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ ہانسی سے دہلی تشریف لے گئے تو قاضی حمید الدین ناگوری نے ایک مجلس میں آپ کی امانت آپ کے حوالے کر دی اس مجلس میں حضرت خواجہ بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء اور دیگر ارباب عقیدت موجود تھے اور سب نے آپ کو حضرت قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ کا جانشین تسلیم کر لیا اس روز سے آپ اپنے مرشد کے بعد مسند خلافت پر جلوہ افروز ہو گئے۔

ہانسی میں قیام

حضرت خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد آپ نے اپنے مرشد کی خانقاہ دہلی میں ہی قیام کر لیا شب و روز یادالٰہی میں مشغول ہو گئے کچھ عرصہ جب گزر گیا تو ایک روز یوں ہوا ایک شخص ہانسی سے آ کر آپ کو ملا یہ جمعہ کا دن تھا اس نے آپ کی خدمت میں التماس کی کہ یا حضرت اہل ہانسی آپ کی جدائی میں بڑے مضطرب ہیں اور تمام حضرات چاہتے ہیں کہ آپ واپس ہانسی میں آ جائیں آپ نے اس کے اس پیغام پر واپس ہانسی جانے کا ارادہ کر لیا۔

نماز جمعہ کے بعد لوگوں میں آپ نے ہانسی جانے کا ارادہ ظاہر کیا تو خانقاہ کے خدام اور عقیدت مندوں میں بے حد بے چینی پیدا ہوئی انہوں نے دہلی میں رہنے کی التماس کی لیکن آپ نے فرمایا کہ دہلی کی نسبت ہانسی کو میری ضرورت زیادہ ہے اس لئے میرا وہاں جانا زیادہ ضروری ہے تاکہ جس فریضہ تبلیغ کو وہاں جاری کیا گیا تھا اسے قائم رکھا جائے اس جواب سے لوگ مطمئن ہو گئے آخرکار آپ دہلی سے ہانسی تشریف لے گئے اور پھر عرصہ دراز تک وہاں قیام پذیر رہے۔ ہانسی میں آپ کے رہنے کے دوران لوگوں نے خوب آپ کی ذات بابرکات سے فیوض و برکات حاصل کیں۔

اسرار الاولیاء میں ہے کہ حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ نے خود یہ تمام حالات کے متعلق یوں فرمایا ہے کہ اے درویش! میں اپنے شیخ قدس اللہ سرۃ العزیز کی بارگاہ شکستہ پناہ میں ہفتہ دو ہفتہ کے بعد حاضر ہوتا تھا۔ اکثر یاران سلوک مثلاً شیخ بدرالدین غزنوی اور دیگر حضرات ہمیشہ خانقاہ معلیٰ میں حضور خواجہ میں رہنے کی سعادت سے بہرہ ور تھے۔ جب حضرت کے وصال کا وقت قریب آیا ایک بزرگ کو سجادہ نشینی کی آرزو تھی لیکن وقت وصال حضرت قطب الاقطاب قدس سرہ العزیز نے فرمادیا کہ یہ عصا لکڑی کی کھڑاؤں اور جامہ مبارک شیخ فرید کے سپرد کر دیا جائے۔ جس رات میرے حضور نے وصال فرمایا میں نے خواب میں دیکھا کہ ان کو دربار الٰہی میں لئے جا رہے ہیں۔ دن ہوا تو یہ فقیر ہانسی سے جانب دلی روانہ ہوا۔ چوتھے دن شہر میں پہنچا۔ قاضی حمید الدین ناگوری وہ جامہ مبارک کھڑاؤں اور عصا میرے پاس لے آئے میں نے دوگانہ ادا کیا اور جامہ مبارک زیب تن کیا۔ حضرت کی خانقاہ میں تین روز ہی قیام کیا تھا کہ ہانسی کی طرف روانہ ہو گیا۔ سبب اس کا یہ تھا کہ ہانسی میں میرا ایک ساتھی سرہنگام نامی تھا۔ وہ ہانسی سے مجھے ملنے کے لئے آیا۔ دو تین دن تک خانقاہ معلیٰ کے دربان نے اسے اندر آنے کی اجازت نہ دی۔ ایک دن گھر سے نکلا وہ سرہنگام آیا وہ میرے قدموں سے لپٹ کر رونے لگے۔ میں نے کہا کیوں روتے ہو کہا آپ ہانسی میں تھے تو زیارت کرنا آسان تھا۔ یہاں آپ کی ملاقات بڑی دشوار ہوگئی ہے۔ میں نے اسی وقت ساتھیوں سے کہا کہ ہم ہانسی جائیں گے۔ حاضرین نے تقاضا کیا کہ خواجہ قطب الدین قدس اللہ سرہٗ العزیز نے آپ کو یہاں قیام کرنے کی وصیت فرمائی ہے۔ آپ کیوں جاتے ہیں میں نے کہا میرے حضور خواجہ قطب الاقطاب نے مجھے جس نعمت عظمیٰ سے سرفراز فرمایا ہے اس کا فیضان شہر و بیابان میں یکساں ہیں۔ مقصود اس بات کے کہنے کا یہ تھا کہ ہر حال میں بزرگوں کی دست بوسی کا شرف حاصل کرنا چاہیئے ہوسکتا ہے کہ ان میں کوئی ایسا مغفور انسان ہو جس کے مصافحہ سے آپ کی بھی مغفرت ہو جائے۔

پاک پتن میں قیام

ہانسی کو چھوڑنے کے بعد حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ اپنے آبائی قصبے کھوتوال میں جا کر قیام پذیر ہو گئے اور والدہ محترمہ کی خدمت عالیہ میں رہ کر زندگی کے شب و روز بسر کرنے لگے۔ مگر جلد ہی آپ کی روحانیت اور بزرگی کی شہرت گرد و نواح میں پھیل گئی۔ جس سے بے پناہ خلق آپ کے پاس آنے جانے لگی دن رات لوگوں کا ہجوم رہنے لگا آپ کی طبیعت چونکہ تنہائی پسند تھی۔ اس لئے آپ کو زیادہ لوگوں کا آنا اچھا نہ لگتا تھا۔ لہٰذا ایک روز آپ کھوتوال سے نکل کر ایک غیر معروف مقام پر آ گئے اور ہمیشہ کے لئے اسے اپنا جائے مسکن بنا لیا۔ اس جگہ کا نام اجودھن تھا بعد ازاں آپ کی وجہ سے اس کا نام بدل کر پاک پتن ہو گیا۔ جس زمانے میں حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ نے اجودھن میں قیام کیا تھا ان دنوں اجودھن کے گرد و نواح بہت ویرانہ تھا کئی مقامات پر جنگل تھے۔ ان جنگلوں میں درندے اور دیگر انسان دشمن جانور رہتے تھے اس لئے اس پر خطر مقام پر رہنا بہت مشکل تھا مگر آپ نے اللہ کے بھروسے پر اس اجودھن میں رہنا ہی پسند فرما لیا۔

پاک پتن کی وجہ تسمیہ

اجودھن یعنی موجودہ پاک پتن ایک قدیم شہر ہے۔ مختلف ادوار میں اس کا نام مختلف رہا ہے۔ تاریخی اعتبار سے اس شہر کی قدامت راجہ رام چندر جی کے زمانے تک جا ملتی ہے کہا جاتا ہے

کہ ہندو راجاؤں میں سے ایک راجے کی راجدھانی اجودھن بھی رہا ہے۔ راجہ اگر پال کے زمانے ۱۰۷۰ء میں اس کا نام اجودھیا گڑھ تھا اس کے تین سال بعد ۱۰۷۳ء میں پرتھی۔ راج کے دور میں اس کا نام اجودھن پڑ گیا۔ حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہاں قیام کیا تو اس وقت اسے اجودھن ہی کہتے تھے۔ اجودھن سے پاک پتن بننے کی وجہ تسمیہ یوں بیان کی جاتی ہے کہ یہ شہر کبھی دریائے ستلج کے کنارے پر تھا۔ ملتان سے دہلی جانے والے لوگ دریا کو اسی جگہ سے عبور کرتے تھے۔ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وہاں ڈیرہ لگانے سے یہ جگہ پاک لوک کے پتن سے شہرت پانا شروع ہوگئی۔ جو بعد ازاں اجودھن کی بجائے اکبر بادشاہ کے دور میں پاک پتن بن گیا۔ غرض یہ کہ اجودھن کا پاک پتن بننا بھی حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کی ظاہری و باطنی پاکیزگی ہے۔

ایک روایت کے مطابق آپ وہاں سولہ سال رہے اور دوسری روایت کے مطابق چوبیس سال۔ آپ کو گوشہ غزلت اور گمنامی اس قدر پسند تھا کہ خلق خدا سے ہمیشہ چھپتے چھپاتے پھرتے تھے۔ آپ کی زبان مبارک پر اکثر یہ شعر رہتا تھا۔

ہر کہ در بند نام و آواز است　　خانہ او برون دروازہ است

(جو شخص نام اور شہرت کا طالب ہے وہ حریم دوست سے محروم ہے)

اجودھن کا مذہبی احوال

حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے جب اجودھن کو اپنی جائے مسکنت بنایا تو اس شہر کے لوگ غیر مسلم تھے اور اجودھن کے گرد و نواح میں بھی ہندوؤں کی بستیاں اور گاؤں تھے۔ خیر المجالس میں لکھا ہے کہ حضرت بابا فرید نے جب اجودھن میں ڈیرہ لگایا تو اس وقت شہر میں ہندوؤں کی اکثریت تھی اور عام طور پر وہاں کے باشندے کیا ہندو اور کیا مسلمان سخت طبیعت سخت دل تھے اور ظاہر پرست جوگیوں کے پیروکار تھے اور اللہ والوں کے منکر اور مخالف تھے۔

اخبار الاخیار میں بھی یہی لکھا ہے کہ اجودھن کے لوگ عادتوں کے سخت ظاہر پرست اور درویشوں کے منکر تھے۔ غرض یہ کہ اس شہر کے لوگ کج طبع بدمزاج اور بداعتقاد تھے۔ لہٰذا

حضرت بابا فرید جب اس غیر معروف جگہ پر تشریف لائے اور وہاں کے حالات دیکھے تو انہوں نے کہا کہ یہی میرے رہنے کی جگہ ہے۔ کیوں کہ یہاں خلوت بہت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شیخ ابراہیم ثانی نے کہا ہے۔

چل فریدا اوتھے وسیئے جتھے وسن انھے
نہ کوئی سانوں جانڑے نہ کوئی ساڈی منے

سیر العارفین میں لکھا ہے اس وقت شہر کے باشندوں میں چند جوگیوں کا بڑا اثر تھا۔ لوگ ان کے جادو سے ڈرتے ہوئے ان کی عزت کرتے تھے غیر مسلمانوں کے علاوہ جو مسلمان اس شہر میں رہتے تھے وہ بھی جادو سے متاثر تھے۔ حضرت بابا صاحب نے ایسے حالات میں شہر کے باہر ایک ویرانے میں ڈیرہ لگا لیا۔ وہاں کریر کے چند درخت تھے اور قریب میں شہداء کی بھی قبور تھیں۔ ایک بڑے درخت کے نیچے اپنی گلیم بچھائی اور اللہ کی یاد میں مشغول ہو گئے۔ وہاں کوئی آدمی آپ کے معمولات میں دخل انداز نہ ہوتا اور آپ کو مکمل طور پر خلوت حاصل ہو گئی۔

حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کچھ عرصہ ہانسی میں رہے۔ وہاں پر علم کے مطابق عمل کیا تو وہاں بہت جلد شہرت پا گئے۔ وہاں سے کھوتوال چلے گئے یہ جگہ بھی اگرچہ تنہا تھی۔ لیکن ملتان کے قریب تھی اس لئے یہاں پوشیدہ نہ رہ سکے اور مشہور ہو گئے۔ بارہا سوچا کہ یہاں سے بھی چلا جاؤں لاہور زیادہ پر آشوب نہیں ہے۔ دریا بھی اس کے قریب ہے وہاں اقامت اختیار کر لوں الغرض اجودھن میں جا کر رہائش اختیار کر لی۔ (سیر الاولیاء)

حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ جب پاکپتن میں یاد الٰہی میں مصروف ہو گئے تو جوں جوں وقت گزرتا گیا تو آپ کی بزرگی کا چرچا ہونا شروع ہو گیا۔ دکھی اور مصیبت زدہ لوگ دعائیں لینے اور فیض و برکات حاصل کرنے کے لئے آنا شروع ہو گئے۔ اس سے حضرت کی شہرت پاک پتن کے علاوہ گردونواح میں بہت جلد پھیل گئی۔ آپ نے جب مخلوق خدا کی آمد و رفت کا سلسلہ دیکھا تو آپ نے یہاں سے بھی کسی اور مقام کی طرف جانے کا ارادہ کر لیا۔ مگر ایک روز آپ کو خواب میں

آپ کے مرشد حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ ملے۔ انہوں نے آپ سے فرمایا کہ اسی شہر میں مستقل طور پر اپنی سکونت اختیار کر لو اور مخلوق خدا کو راہ حق کی طرف دعوت دو کیوں کہ یہاں کفر و شرک بہت زیادہ ہے۔ اس لئے یہاں شمع ہدایت روشن کرنا بہت ضروری ہے۔ انشاء اللہ اجودھن اور اس کا گرد و نواح نور ہدایت سے جگمگا اٹھے گا۔ مرشد گرامی سے خواب میں حکم ملنے کے بعد آپ نے بقیہ زندگی اجودھن ہی میں گزارنے کا فیصلہ کر لیا۔

ایک شخص کی عقیدت مندی کا واقعہ

کہا جاتا ہے کہ شروع میں جب آپ اجودھن میں آئے تو ایک روز پانی کی تلاش میں ایک جگہ پر گئے۔ وہاں ایک کنواں تھا دیکھا کہ کنویں پر ڈول اور رسی موجود نہ تھی۔ جس کے ذریعے سے آپ کنویں سے پانی نکالتے ابھی آپ سوچ ہی رہے تھے کہ کنویں سے پانی کیسے نکالا جائے کہ اچانک اجودھن کا ایک حجام کنویں پر آ گیا۔ اس کے پاس ڈول اور رسی تھی وہ آپ کی فقیرانہ وجاہت سے متاثر ہوا۔ اس نے ڈول اور رسی سے پانی نکال کر آپ کی ضرورت پوری کی بڑے ادب سے اس نے آپ کے بال بھی تراش دیئے اور اس کے بعد آپ کو وضو کرایا۔ حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ اس لکھو حجام کی بے لوث خدمت سے بے حد خوش ہوئے اور اس پر ہمیشہ شفقت فرماتے رہے۔ وہ حجام آخری دم حضرت اور آپ کی اولاد کی حجامت کی خدمات سرانجام دیتا رہا۔

والدہ کے وصال کا حادثہ

حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے جب مستقل طور پر اجودھن میں لیا تو آپ کے دل میں یہ بات پیدا ہوئی کہ والدہ محترمہ کو بھی اپنے آبائی قصبہ کھوتوال سے اجودھن لے آئیں۔ چنانچہ ایک دن آپ نے اپنے حقیقی بھائی حضرت نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ کو والدہ کے پاس کھتوال بھیجا۔ آخر حضرت نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ بڑا کٹھن سفر طے کرتے ہوئے اپنے آبائی قصبے میں والدہ کے پاس پہنچ گئے اور ان کی خدمت عالیہ میں التماس کی کہ آپ یہاں سے اجودھن میں حضرت بابا فرید کے پاس چلیں کیوں کہ ان کا ارادہ ہے کہ اب آپ ضعیف العمری میں ہیں۔ آپ ہمیشہ ان کے

پاس رہیں والدہ اجودھن جانے کے لئے رضامند ہو گئیں۔آخر ایک روز شیخ نجیب الدین والدہ کو ایک گھوڑے پر سوار کر کے اجودھن کی طرف چل دیئے۔راستے میں ایک بڑا جنگل پڑتا تھا جو بڑا پر خطر اور دشوار گزار تھا اس میں سے گزرتے ہوئے جنگلی جانوروں کے حملے کا خطرہ لاحق رہتا تھا۔

دوران سفر والدہ کو اس جنگل میں پانی کی سخت پیاس محسوس ہوئی۔والدہ نے بیٹے سے پانی طلب کیا تو حضرت نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ انہیں ایک درخت کے نیچے بٹھا کر خود پانی کی تلاش میں چلے گئے۔بڑی دیر کے بعد پانی لے کر آئے تو دیکھا اس درخت کے نیچے والدہ موجود نہ تھیں۔والدہ کو نہ پا کر بڑے بڑے پریشان ہوئے۔ان کی تلاش میں جنگل میں ادھر ادھر دوڑے دیوانہ وار والدہ کو بلند آوازیں دی۔لیکن کہیں سے بھی والدہ نہ ملیں ہر چند تلاش کے بعد غم بھرے دل کے ساتھ بالآخر حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لوٹ آئے اور والدہ کے لاپتہ ہونے کا پورا واقعہ حضرت کی خدمت میں گوش گزار کیا۔آپ اس واقعہ سے بڑے رنجیدہ ہوئے آپ سمجھ گئے کہ والدہ کسی درندے کا شکار ہو گئی ہیں اور اس دار فانی سے اس طرح اللہ کو پیاری ہو گئی ہیں اور اسے رضائے الٰہی خیال کرتے ہوئے صبر کر لیا۔

کہا جاتا ہے کہ کچھ عرصہ دنوں بعد حضرت شیخ نجیب الدین متوکل کا گزر اسی مقام سے ہوا جہاں والدہ گم ہو گئیں تھیں۔آخر انہوں نے ایک جگہ پر انسانی ہڈیاں دیکھیں تو انہوں نے خیال کیا کہ والدہ کو کوئی جانور کھا گیا ہے۔آخر وہ ہڈیاں جمع کر کے ایک تھیلے میں ڈال لیں اور واپس آ کر جنگل سے ہڈیاں ملنے کا ذکر حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ سے کیا۔اس پر آپ نے فرمایا کہ ہڈیوں کو نکال کر میرے مصلے پر رکھو حضرت شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ نے جب تھیلا کھولا تو اس میں کوئی ہڈی نہ تھی۔اس پر وہ بڑے حیران ہوئے حالانکہ وہ ہڈیوں کو بڑی حفاظت سے لائے تھے۔آخر اس حادثے کو اللہ کی رضا سمجھتے ہوئے سر خم تسلیم کر لیا۔(فوائد الفواد)

ایک جوگی کی توبہ کا واقعہ

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ایک دن ایک جوگی سر منڈے اور بڑی ریاضتیں کئے ہوئے

حضرت خواجہ فرید کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ آپ کے پاس آ کر دیر تک زمین پر سر رکھے پڑا رہا۔ شیخ فرید نے فرمایا کہ سر اٹھاؤ اس نے سر اٹھایا اور ہاتھ باندھ کر آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا آپ نے پوچھا تم کہاں سے آئے ہو اور کیسے آئے ہو؟ اس نے زبان سے تو کچھ نہ کہا مگر منہ میں اس کی زبان ہلتی دکھائی دی۔ آپ نے دو تین بات پوچھا تو اس نے نہایت مشکل سے عرض کی حضور میں آپ کے رعب سے بات نہیں کر سکتا۔ حضرت خواجہ فرید رحمۃ اللہ علیہ نے حاضرین کو بتایا کہ یہ جوگی بڑی بڑی ریاضتیں اور مجاہدے کرنے کے بعد ہمارے سامنے آیا تھا۔ جب اس نے زمین پر منہ رکھا تو ہمارے دل میں خیال آیا کہ یہ جوگی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زمین پر منہ رکھے پڑا رہے۔ اس نے بڑی کوشش کی کہ سر اٹھا سکے مگر نہ اٹھا سکا۔ آخر اس نے دل ہی دل میں توبہ کی۔ اگر وہ توبہ نہ کرتا تو قیامت تک یہاں ہی پڑا رہتا۔

آپ نے اس جوگی سے پوچھا کہ اس طریقہ جوگ میں تم کس مقام پر پہنچے ہو۔ اس نے بتایا جب کوئی جوگی کمال کو پہنچ جاتا ہے تو ہوا میں اڑنا شروع کر دیتا ہے میں بھی ہوا میں اڑ سکتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اڑ کر دکھاؤ ہم بھی دیکھیں جوگی نے ایک اڑان لگائی تو ہوا میں اڑنے لگا۔ حضرت خواجہ نے اپنی جوتی کو اشارہ کیا وہ اڑیں اور جوگی کے پیچھے جا پہنچیں۔ جوگی جدھر جاتا تھا آپ کے جوتے اس کے سر پر کھٹکتے تھے۔ عاجز ہو کر واپس آ گیا اور مجلس میں آ کر زمین بوس ہوا ور اسلام لا کر مرید ہو گیا۔ ایک عرصہ کے بعد واصلان حق میں سے ہو گیا۔ (راحت القلوب)

بدنیتی سے باخبر ہونے کی کرامت

حضرت خواجہ فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی ولایت و کرامت کی شہرت عالم اسلام میں پھیلی تو ہزاروں تشنہ گان بادہ روحانیت آپ کے دروازے پر جمع ہونے لگے۔ آپ حتی الامکان کوشش کرتے کہ عام لوگوں سے دور رہیں۔ چنانچہ آپ قصداً دہلی چھوڑ کر ہانسی چلے گئے اور وہاں دو سال تک رہے۔ مگر وہاں بھی لوگوں نے آپ کو گھیر لیا۔ چنانچہ وہاں سے چل کر ایک غیر معروف مقام (اجودھن) پاکپتن قیام فرما ہوئے۔ وہاں کے لوگ جاہل اور درشت تھے اور ان میں سے اکثر

بزرگان دین کے منکر بھی تھے۔آپ شہر کے باہر کریر کے درختوں کے ایک جھنڈ میں رہنے لگے۔وہاں آپ کے اہل وعیال اور دوسرے متعلقین اکثر فاقہ میں گزر بسر کرتے۔بعض اوقات یوں ہوتا کہ انہیں تین دن کے بعد مشکل سے کھانا میسر آتا چوں کہ آپ کو اللہ پر پورا بھروسہ تھا۔آپ نے اس فاقہ کشی کی کبھی پروا نہ کی آہستہ آہستہ فتوحات اور نذرانے پہنچنا شروع ہوئے۔لیکن جو کچھ آتا آپ غریب اور مسافروں میں تقسیم کر دیتے اور خود کریر کھا کر گزارا کرتے۔ان دنوں پاک پتن کے قاضی شہاب الدین تھے۔یہ ایک خشک ملا تھے حضرت شیخ کی شہرت دیکھی تو حسد اور بغض سے جل اٹھے۔پاک پتن کے جاگیرداروں کو آپ کے خلاف ابھارا اور کہا کہ یہ شیخ غیر شرع ہے سماع سنتا ہے اور رقص کرتا ہے۔اسے یہاں سے نکال دینا چاہئے۔وہاں کے زمینداروں اور جاگیرداروں نے مہروں کے ساتھ ملتان کے گورنر کو ایک خط لکھا کہ اگر کوئی شخص سرود سنے۔

رقص کرے تو اس کا کیا علاج کرنا چاہئے۔ملتان کے گورنر نے جواب دیا کہ پہلے ایسے شخص کا نام لکھ کر بھیجو اس کے بعد حکم لکھا جائے گا۔قاضی نے حضرت خواجہ مسعود گنج شکر کا نام لکھا تو ملتان کے گورنر کو بڑا غصہ آیا اور اس نے قاضی کو سختی سے لکھا کہ تم ایسے شخص کے خلاف بات کرتے ہو جس کے اعمال اور اقوال پر کسی عالم دین یا شیخ طریقت نے انگلی نہیں اٹھائی۔

قاضی اس بات پر بھی راضی نہ ہوا اور ایک قلندر کو کچھ روپیہ دیکر تیار کیا کہ وہ خواجہ فرید کو قتل کر دے۔چنانچہ ایک دن حضرت شیخ گودڑی اوڑھے مراقبہ فرما رہے تھے کہ اچانک وہ قلندر آیا۔آپ اس کی نیت کو بھانپ گئے کسی خادم کو آواز دی۔اس وقت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء موقع پر پہنچ گئے آپ نے انہیں بتایا کہ ابھی ابھی ہمارے گھر میں اس شکل وشباہت کا ایک قلندر داخل ہوا ہے۔اس کی کمر میں زنجیر ہے کانوں میں سفید چاندی کے مندرے ہیں اور بغل میں چھری ہے اس کو کہہ دو کہ وہ یہاں سے چلا جائے۔ورنہ نقصان اٹھائے گا قلندر نے آپ کی یہ باتیں اپنے کان سے ہی سن لیں اور وہاں سے بھاگ گیا۔(خزینۃ الاصفیاء)

پاک پتن میں قیام اور تبلیغ

پاک پتن یعنی اجودھن دریائے ستلج کے قرب ہی میں اس زمانے میں واقع تھا۔ ملتان سے دہلی جانے والوں کے راستے پر واقع ہونے کی وجہ سے کافی مشہور تھا یہ شہر بہت قدیم ہے۔ لوگ دریا کو اسی مقام سے عبور کرتے تھے۔ حضرت بابا فرید کے یہاں پر آنے کے بعد اجودھن کے لوگ اسے پاک پتن کہنے لگے۔ اجودھن دراصل راجپوتوں کا دارالحکومت تھا۔

ہانسی میں جب حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ قیام پذیر تھے تو لوگ کثرت سے آپ کے پاس آنے لگے۔ آپ نے ہانسی کو چھوڑ کر تھوڑی دیر کے لئے کھتوال رہائش اختیار فرمائی۔ لیکن بالآخر اجودھن کو اپنے قدوم پاک سے نوازا۔ شہر سے باہر ویرانے میں کریر کے درختوں کے جھنڈ میں ڈیرے ڈال دیئے۔

منعم بکوہ و دشت و بیاباں غریب نیست
ہر جا کہ رفت خیمہ زد و بارگاہ ساخت

یہاں کے لوگ جوگیوں کی شعبدہ بازیوں کے دلدادہ فقراء کے سخت دشمن جاہل اور درشت مزاج تھے۔ حضور باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہی جگہ ہمارے رہنے کے قابل ہے۔

اجودھن ان دنوں جنگلوں سے گھرا ہوا تھا اور حشرات الارض کا دل پسند مسکن تھا۔ اس قصبہ کے اطراف میں دور دور تک کفار اور مشرکین کی بستیاں تھیں۔ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قیام کے لئے اسی جگہ کو پسند فرمایا۔ کیونکہ یہاں نہ صرف خلوت اور سکون میسر تھا بلکہ اسلام کی تبلیغ واشاعت کے لئے بھی یہ ایک موزوں مرکز تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک دن خواب (یا مراقبہ) کی حالت میں آپ کو اپنے مرشد گرامی خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ ملے اور انہوں نے ہدایت کی کہ اس قصبہ میں مستقل طور پر اقامت اختیار کر لو اور مخلوق خدا کو راہ حق کی طرف بلاؤ۔ کیونکہ اس علاقہ میں ہر طرف کفر و شرک کی بجلیاں کوندر ہی ہیں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ ایک روز آپ اجودھن میں عبادت الٰہی میں مشغول تھے کہ غیب سے آواز آئی۔ ''اے فرید تم

گمراہوں کوراہ ہدایت دکھانے پر مامور کیے گئے ہو پریشان مت ہواوراسی جگہ رہ کر تبلیغ حق کا فرض انجام دو۔اللہ کے بندوں کوراہ حق میں ہر قسم کی مصیبتیں اورلوگوں کی جفا کاریاں خندہ پیشانی سے برداشت کرنی چاہیے۔"

غرض اجودھن سے باہر مغرب کی سمت ایک کریر کے درخت کے نیچے بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ڈیرہ ڈال دیااور یادالٰہی میں مشغول ہو گئے۔"

حضرت فریدالدین رحمۃ اللہ علیہ اور جوگی

جن دنوں خواجہ فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ ہانسی سے چل کر پاکپتن پہنچے تو آپ نے جنگل میں ہی کریر کے درختوں کے نیچے قیام کر دیا۔یہ ایک ویران جگہ تھی آپ ایک دن راستے میں بیٹھے تھے ایک عورت سر پر دودھ کا گھڑا رکھے جارہی تھی۔آپ نے فرمایا اے نیک بخت اتنی تیز کہاں جارہی ہواور تمہارے سر پر کیا ہے۔عورت نے رو کر کہا کہ اے اللہ کے بندے اس قصبے میں ایک جادوگر جوگی رہتا ہے۔ہم غریبوں پر اس نے اس قدر مصیبت ڈال رکھی ہے کہ ہم بیان نہیں کر سکتے۔وہ جو چیز ہم سے مانگتا ہے اگر ہم نہ دیں تو درد اور بخار میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ہر روز ایک نہ ایک گھر سے اسے دودھ پہنچانا ہوتا ہے۔اگر اسے دودھ نہ پہنچایا جائے تو ہمارے گھر کا سارا دودھ خون بن جاتا ہے میں اس لئے تیز تیز جارہی ہوں کہ اگر دیر ہوگئی تو کوئی نئی مصیبت ہمارے سر پر ٹوٹ پڑے گی۔حضرت خواجہ نے اس کی داستان سنی فرمایا کہ آج تم یہاں بیٹھ جاؤ۔دودھ ان درویشوں میں تقسیم کردو ہم دیکھتے ہیں کہ وہ جوگی کیا کرتا ہے۔عورت وہیں بیٹھ گئی دودھ کا گھڑا سر سے اتارا اور تمام غریبوں میں تقسیم کر دیا۔خود جوگی کے خوف سے کانپ رہی تھی کہ جوگی کا ایک چیلہ وہاں آپہنچا اس نے دیکھا کہ عورت نے جوگی کے حصے کا دودھ فقیروں میں بانٹ دیا۔وہ حسد اور غیرت سے جل اٹھا۔عورت کو گالیاں دینے لگا حضرت شیخ نے اسے سمجھایا کہ اس قسم کی بدزبانی سے باز آجاؤ یہ سنتے ہی اس کی زبان بند ہوگئی۔اس کے پاؤں زمین میں جکڑے گئے۔اب نہ بول سکتا تھا اور نہ اپنی جگہ سے ہل سکتا تھا۔اب جوگی کا ایک اور چیلہ پہنچا۔وہ بھی پہلے کی طرح جکڑا

گیا۔اس طرح جوگی کے تمام چیلے ایک ایک کر کے آتے رہے اور زمین میں جکڑے جاتے رہے۔آخر کار جوگی خود اٹھا اور اپنے چیلوں کی تلاش میں وہاں پہنچا۔انہیں دیکھ کر غضب میں آ گیا اور گالیاں بکنے لگا۔حضرت شیخ نے آواز دی کہ اے زمین اس بے دین کو بھی پکڑ لو اس کے بھی پاؤں زمین میں جم گئے۔اس نے اپنے جادو اور منتر سے بڑی کوشش کی مگر اسے رہائی نہ ہوئی۔آخر اس نے آہ وزاری شروع کر دی۔آپ نے فرمایا تمہیں اس شرط پر چھوڑا جائے گا اگر تم اسی وقت بوریا بستر باندھ کر یہاں سے چلے جاؤ اور پھر کبھی اس طرف منہ نہ کرنا۔جوگی یہ بات مان گیا اور اپنے چیلوں کے ساتھ پاک پتن کی سرزمین کو چھوڑ کر کہیں دور چلا گیا۔

بزرگوں کی مخالفت پریشانی کا پیش خیمہ بنتی ہے

فرمایا! بشیر خان والی ملتان میرے بارے میں اچھا خیال نہ رکھتا تھا۔میں نے کئی دفعہ اچھے طریقے سے اسے سمجھایا کہ درویشوں سے کینہ رکھنا ٹھیک نہیں ہے کہ اس میں تیری حکومت کا نقصان ہے۔اس نے میری بات پر توجہ نہ دی۔چنانچہ جب مضافات اُچ میں لشکر ممذکور کا حملہ ہوا تو سوائے بشیر خان مذکور کے کوئی اور فرد قتل نہ ہوا۔

بیت :

درویش را بشہر بنودے اگر مقام گشتے سراسرایں ہمہ عالم خراب حال

درویش شہروں میں اگر سکونت پذیر نہ ہوں تو یہ بھرے پڑے شہر کھنڈرات ہو جائیں۔

اس کے بعد حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ العزیز نے فرمایا اے درویش! خداوند تعالی جل شانہ جب کسی مقام کو ویران کرنا چاہتے ہیں یا قحط و وبا کی آزمائش میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں یا وہاں کی آبادی کو پریشان حال اور خراب وخستہ کرنا مقصود ہوتا ہے۔پہلے ہی اس مقام کے مشائخ و علماء کو واپس بلا لیتے ہیں۔لاہور شہر کی ویرانی کا بھی یہی سبب ہوا! اس شہر میں ایک درویش تھے بڈھن ان کا نام تھا۔بڑے تارک شاغل ذاکر' جب مغلوں کا حملہ ہونے والا تھا۔تو اس سے قبل ایک جمعہ کو جامع مسجد میں تشریف لائے نماز ادا کی اور اہل شہر کو فرمایا شہریو! ہم آپ کے شہر سے

کوچ کرنے والے ہیں شہریوں میں سے کسی نے انہیں نہ کہا کہ حضرت! آپ کیوں جاتے ہیں بلکہ انہوں نے خیال کیا اچھا ہے چلے جائیں۔ جب وہ بزرگ اس شہر لاہور سے رخصت ہوئے مغلوں نے چندروز بعد ہی حملہ کر دیا۔ اس شہر کے تمام لوگ قیدی بنائے گئے اور لاہور تباہ و برباد ہو گیا۔

اے درویش! تمہیں معلوم ہے کہ جس شہر میں مشائخ وعلماء میں کوئی انتقال کرتا ہے تو فرشتے اس کی موت پر روتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ جس مقام پر درویش کا بسیرا نہیں وہ مقام خیر وعافیت کا مسکن نہیں۔

خالق کی نظر میں جو عزیز ہوتا ہے مخلوق کی نظر میں بھی وہی عزیز ہوتا ہے

فرمایا ایک دفعہ سلطان ناصر الدین علیہ الرحمتہ والغفران ملتان کی طرف جارہے تھے جب وہ اجودھن میں پہنچے۔ اس دعا گو کی زیارت کے لئے تشریف لائے اور حق خدمت بجالائے اور پھر واپس گئے۔ جب میں لوگوں کی آمدورفت سے سخت عاجز آ گیا۔ میں نے تنہائی اختیار کرنا چاہی مگر میں نے سوچا کہ میرے مشائخ سلسلہ رحمہم اللہ اجمعین کا تو یہ معمول نہیں رہا۔ بلکہ انہوں نے ہر ایک کی دستگیری فرمائی۔ میں ایک بالا خانہ میں بیٹھ جاتا دونوں ہاتھ نیچے کر دیتا۔ لوگ آتے مجھ سے مصافحہ کرتے اور چلے جاتے انبوہ خلائق کا یہ عالم تھا کہ ایک ایک دن میں دس دس قمیصیں جو پہنے ہوتا پارہ پارہ کرتے اور اپنے ساتھ لے جاتے۔ مجھے ان لوگوں کے حسن اعتقاد پر حیرت تھی کہ کیسا یقین کامل رکھتے تھے۔ جمعہ کے دن مسجد جامع میں جاتا۔ واپس ہوتا تو خلقت کا ہجوم ہو جاتا۔ میں سخت عاجز آ گیا اور پریشان ہو گیا ایک فراش (ملازم) نے میرے پاؤں کو کھینچا۔ مجھے یہ بات اچھی نہ لگی فوراً اس نے کہا۔ شیخ فرید! خدا کا شکر ادا کرو اس سے بہتر اور کیا ہو گا کہ تیرے اپنے جیسے لاکھوں تیری دست بوسی کے آرزومند ہیں۔ مجھے اس فراش کی بات بڑی پسند آئی کہا اس نے بہت صحیح اور خوب کہا۔

عالم علوی اور عالم سفلی کی تشریح

ایک دفعہ شیخ جمال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ بدرالدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا بدر الدین اسحاق رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر عزیزان باصفا حاضر خدمت تھے۔ کچھ دیر بعد ایک جوگی بھی آ پہنچا۔ دعا گو نے اس سے دریافت کیا کہ تمہارے ہاں اصل کار کیا چیز ہے؟ اس نے کہا کہ ہمارے ہاں دو عالم مانے گئے ہیں۔ (۱) عالم علوی (۲) عالم سفلی

پیشانی سے ناف تک کا تعلق عالم علوی سے ہے اور ناف سے پیر تک کا عالم سفلی ہے۔ یہ سن کر شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ "ہاں اس نے سچ بتایا مگر اتنا اور یاد رکھو کہ عالم علوی میں صدق و صفا اور خوش اخلاقی اور حسن معاملہ کا ہونا ضروری ہے۔ عالم سفلی میں پارسائی ور پاکی اور زہد کی نگہداشت کی جاتی ہے۔" پھر شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ چشم پر آب ہو گئے اور بولے مجھے اس کا یہ بیان بہت پسند آیا" اور کہا "جو شخص خداوند تعالیٰ کی دوستی اور محبت کا دعویٰ کرے اور دنیا کی محبت بھی اس کے دل میں ہو وہ دروغ گو اور جھوٹا ہے۔"

حضرت شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات

سیر الاولیاء اور فوائد الفواد فرماتے ہیں کہ جب شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ ملتان سے دہلی جا رہے تھے تو راستے میں کھوتوال کے مقام پر قیام فرمایا اور لوگوں سے دریافت فرمایا کہ یہاں کوئی درویش بھی ہے۔ تاکہ اس کی زیارت کروں انہوں نے کہا کہ ہاں ایک قاضی کے بیٹے اور شیخ الاسلام خواجہ قطب الدین بختیار اوشی قدس سرہٗ کے خلیفہ یہاں ہیں۔ جو جامع مسجد کے عقب میں رہتے ہیں۔ چنانچہ شیخ جلال الدین آپ کی زیارت کے لئے روانہ ہوئے۔ راستے میں کسی شخص نے انار پیش کیا۔ حضرت خواجہ گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آ کر انار کر توڑا اور آپ کو پیش کیا آپ نے فرمایا میرا روزہ ہے۔ اس وقت آپ نہایت ہی بوسیدہ کپڑوں میں ملبوس تھے اور بار بار ستر چھپانے کی کوشش کر رہے تھے یہ دیکھ کر شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بخارا میں ایک درویش رہتا تھا۔ جو سات سال وہاں مشغول رہا لیکن سوائے ایک لنگوٹ کے اس کے

پاس کوئی کپڑا نہ تھا۔ آپ فکر نہ کریں غرض یہ کہ جب شیخ جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ نے انار کھالیا اور چلے گئے تو حضرت خواجہ گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کو افسوس ہوا کہ کاش میں نے بھی انار کھالیا ہوتا۔ اب زمین پر جو دیکھتے ہیں تو انار کا ایک دانہ پڑا ہوا ہے آپ نے اسے اٹھا کر دستار کے کونے میں باندھ لیا۔ جب مغرب ہوئی تو آپ نے اسی دانہ انار سے افطار کیا۔ دانہ انار کھانا تھا کہ دل میں روشنی پیدا ہو گئی۔ یہ دیکھ کر آپ نے دل میں کہا کہ افسوس زیادہ نہ کھا سکا۔ اس کے بعد جب آپ دہلی گئے اور حضرت خواجہ قطب الاقطاب رحمۃ اللہ علیہ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ مسعود وہی ایک دانہ تمہارے لئے مقصود تھا اور وہ تجھے مل گیا۔

خصائل واوصاف

حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے خصائل واوصاف طالبان حق وصداقت کے لئے مشعل راہ ہیں۔آپ کی سیرت طیبہ میں بے پناہ اوصاف تھے جن سے پڑھنے والے کو راہ حق کی رہنمائی حاصل ہوتی ہے۔اس مقصد کے پیش نظر آپ کی چند خوبیاں پیش خدمت ہیں۔

خوف الٰہی

حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ میں عشق حقیقی کے باعث ہر وقت خوف الٰہی کا غلبہ رہتا تھا۔آپ کا دل بڑا نرم اور رقت انگیز تھا۔آپ جب کبھی اپنے مرشد سے کوئی بات یا نصیحت سنتے تو اکثر اوقات آپ پر گریہ طاری ہو جاتا۔اس کے علاوہ ارشاد وتلقین کی محفلوں میں جب آپ بذات خود کوئی واقعہ بیان فرماتے جس میں اللہ کی معرفت کی خوشبو ہوتی تو آپ کے بے اختیار آنسو آنکھوں سے چھلک آتے۔اس کے علاوہ اگر کبھی کوئی اللہ کی محبت میں ڈوبا ہوا شعر سنتے یا سناتے تو پھر بھی آب دیدہ ہو جاتے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ میں خوف الٰہی کا جذبہ بے حد نمایاں تھا۔

آپ نے اسرار الاولیاء میں خود بھی ارشاد فرمایا ہے کہ خوف عدل خداوندی سے ہے اور رجا (امید وکرم) اس کے فضل سے ہے۔خداوند کریم کے ہاں عزیز ترین انسان وہ ہیں جن کا مقام خوف ورجا کے درمیان ہے۔

خوف الٰہی

آپ نے فرمایا کہ خوف الٰہی کے تین درجے ہیں۔اول' کم کھانا یعنی روزہ رکھنا۔دوم' کم بولنا یعنی زیادہ تر نماز پڑھنا۔سوم' کم سونا یعنی زیادہ وقت ذکر الٰہی میں گزارنا۔پس جس شخص کو یہ صفات میسر نہیں اسے خائف نہیں کہا جا سکتا۔اسی طرح ایمان کے لئے بھی تین چیزوں کی ضرورت ہے۔اول خوف' دوم رجا' سوم محبت۔دل میں خوف خدا کا ہونا انسان کو گناہ کے ترک کر دینے پر مجبور کر دیتا ہے۔تا کہ دوزخ کے عذاب سے نجات پا جائے۔انسان کے دل میں رجاء (امید رحمت) کا موجود ہونا اسے اطاعت خداوندی کی راہ دکھاتا ہے۔تا کہ وہ بہشت میں مقام حاصل کرے۔خدائے کریم کے ہاں قدر و منزلت پائے اور درجات علیہ پر سرفراز ہو اور محبت انسان کو منہیات اور مکروہات سے پرہیز دلاتی ہے تا کہ اس محبوب کی رضا و خوشنودی کی دولت بے پایاں سے بہرہ ور ہو۔

حکایت

خوف الٰہی کے بارے میں آپ نے ایک مرتبہ یہ حکایت بیان فرمائی ہے کہ ایک بزرگ تھے جو چالیس سال تک خوف خداوندی سے روتے رہے اور جب موت کے ہولناک منظر کو یاد کرتے برگ بید کی طرح لرزہ براندام ہو جاتے۔حتیٰ کہ بے ہوش ہو جاتے جب ہوش میں آتے یہ آیہ کریمہ پڑھتے اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ ۝ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ (الانفطار: ۱۳۔۱۴) (نیک لوگ بہشت نعیم میں ہوں گے اور بدکار لوگ دوزخ میں) پھر نعرہ مارتے اور گر پڑتے۔فرماتے مجھے خبر نہیں ان دو گروہوں میں میرا تعلق کس سے ہوگا اور مجھے کون سی صف میں کھڑا کریں گے۔بعد ازاں جب اس بزرگ نے وصال فرمایا۔ارادت مندوں میں سے بعض نے ان کو خواب میں دیکھا تو پوچھا۔حضرت! بارگاہ خداوندی میں آپ سے کیا سلوک کیا گیا؟ فرمایا وہی سلوک جو دوستوں سے کیا جاتا ہے۔مگر جب مجھے عرش کے نیچے سے لے جایا گیا۔بارگاہِ الٰہیہ سے فرمان ہوا۔اے درویش! تم اتنا گریہ کیوں کیا کرتے تھے۔کیا تم نہ جانتے تھے کہ ہم

غفار ہیں۔ میں نے عرض کی مولا! تیری شان قہاری کے خوف سے روتا تھا۔ جب میں نے یہ عرض کی خطاب ہوا۔ فرشتو! اس کے نامہ اعمال میں جتنی عبادتیں ہیں قلم زن کر دو اور فرمایا۔ جاؤ! ہم نے تمہیں اس خوف کے صدقے بخش دیا۔

انبیاء اور اولیاء پر خوف الٰہی کا اثر

ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ اے درویش! انبیائے علیہم السلام و اولیائے کرام خدا کے خوف سے یوں نرم ہو جاتے جیسے سونا کٹھالی میں پگھلتا ہے۔ کیونکہ عاقبت کار کی فکر ہر ایک کو رہتی ہے۔ بزرگان دین میں سے ایک بزرگ عبداللہ خفیف چالیس سال تک رات کو نہ سوئے اور پہلوئے مبارک تک زمین پر نہ لگایا۔ خدا کے خوف سے اتنا روتے کہ آنسوؤں کے بکثرت بہنے کی وجہ سے رخساروں پر گوشت پوست نام کو باقی رہ گیا تھا۔ محویت اس قدر ہوتی کہ لوگ کہتے کہ ان کے رخساروں کے درمیان چڑیوں نے اپنا بسیرا کر لیا ہے۔ خدا کے خوف میں اس طرح حیران رہتے کہ ان کے آنے جانے کی خبر تک نہ ہوتی۔ وہ بزرگ جب قیامت اور قبر کے بارے میں گفتگو فرماتے تو بید کے پتے کی مانند لرزتے اور بے ہوش ہو کر ماہی بے آب کی مانند تڑپا کرتے۔ جب اپنے آپ کو سنبھال لیتے تو یہ آیہ کریمہ پڑھتے۔ فَرِیْقٌ فِی الْجَنَّةِ وَفَرِیْقٌ فِی السَّعِیْرِ (الشوریٰ ۷) (ایک گروہ جنت میں جائے گا اور ایک گروہ کا مقام دوزخ ہوگا) پھر روتے اور کہتے معلوم نہیں میرا مقام کون سے گروہ کے ساتھ ہوگا۔ آخری وقت تک اسی طرح زندگی گزاری۔ یہاں تک کہ انہوں نے وصال فرمایا۔

حکایت

خوف الٰہی کے بارے میں ایک مرتبہ حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حکایت بھی بیان فرمائی کہ ایک نیک و پارسا نوجوان خوف الٰہی سے اتنا ضعیف و نزار ہو گیا تھا کہ ہڈیوں کا ڈھانچہ نظر آتا تھا۔ جب رات پڑتی اپنے گلے میں رسی ڈال لیتا اور گھر کی چھت سے باندھ لیتا۔ تمام شب گریہ وزاری میں گزار دیتا۔ جب سجدے میں سر رکھتا تو کہتا کہ میں نے بے اندازہ

بے حد گناہ کیے ہیں۔اے اللہ! قیامت۔کے دن میرے گناہوں کو اگر خلق خدا کے سامنے پیش کرے گا میں اپنا سیاہ منہ کس طرح ظاہر کرسکوں گا۔

ساری عمر اسی حال میں رہا۔راتوں کو گریہ زاری کرتے کرتے بے ہوش ہو جاتا اور جب ہوش میں آتا تو پھر ذکر شروع کر دیتا۔اسے اپنے جسم و جان کی خبر تک نہ رہتی۔اس بزرگ نوجوان نے اپنے آپ کو اس شدید محنت میں ڈال رکھا تھا۔انیٹ کا تکیہ بنائے ہوئے تھا جب اس کی رحلت کا وقت قریب آیا۔اپنی بوڑھی والدہ کو پاس بلایا اور کہا امی جان! جس وقت میری روح و جسم کا تعلق ختم ہو۔ایک رسی لے کر میری گردن میں ڈالنا اور گھر کے چاروں طرف پھرانا اور کہنا کہ یہ وہ شخص ہے جو اپنے خدا کے حضور سے بھاگتا تھا۔ایسے شخص کی یہی سزا ہوتی ہے۔دوسرا میرا جنازہ رات کے وقت باہر نکالنے دینا۔کیونکہ جو شخص دیکھے گا میرے گناہوں پر افسوس کرے گا۔تیسرا یہ کہ جب قبر میں رکھا جاؤں تو میرے پاس ٹھہرنا اور میری قبر کو تنہا نہ چھوڑنا کہ مبادا مجھے عذاب دینا شروع کر دیں۔ممکن ہے آپ کے قدموں کی برکت اور سینے کی دردمند آہوں سے میری بخشش کا سامان ہو جائے۔یہ وصیت کی اور وصال پا گیا۔اس کی ماں حسب وصیت گردن میں رسی ڈالنے لگی۔گھر کے کونے سے آواز آئی۔اے خاتون! عاشق اپنے محبوب کی بارگاہ میں پہنچ گیا۔اس جوان سے ہاتھ روک لے۔اس کی گردن میں رسی ڈالنے کی بے ادبی نہ کرنا کہ وہ تو ہمارے عاشقوں میں سے تھا اور خدا کے اولیاء کے ساتھ وصال کے بعد ایسا سلوک کون کرسکتا ہے؟ اس کو چھوڑ دے کہ یہ ہمارا ولی ہے ہم نے اس کی مغفرت فرمادی۔

حکایت

آپ نے خوف الٰہی کے بارے میں ایک مرتبہ یہ بھی حکایت بیان فرمائی کہ ایک دفعہ خواجہ منصور عماد ایک محلے میں سے گزر رہے تھے۔ایک گھر سے گریہ کی آواز آئی تھی۔کوئی شخص کہہ رہا تھا۔اے اللہ! میں نے بہت گناہ کیے نہ جانے کل قیامت کے دن میرا کیا حال ہوگا۔منصور عماد نے جب یہ سنا دروازے کے قریب ہو گئے اپنا منہ دروازے کے شگاف کے قریب کرتے ہوئے

روکر یہ آیہ مبارکہ پڑھی۔ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ وَقُوْدُھَا النَّاسُ وَالْحِجَارَۃُ عَلَیْھَا مَلٰٓئِکَۃٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَآ اَمَرَھُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ. یعنی دوزخ کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔ اس پر سخت دل شدید قسم کے فرشتے نگران ہوں گے۔ جو اللہ کے امر کی نافرمانی نہیں کریں گے۔ جو انہیں حکم دیا جائے گا اس کی تعمیل کریں گے۔ خواجہ منصور فرماتے ہیں جونہی میں نے یہ آیت پڑھی میں نے شگاف در پر کان لگا دیئے۔ تھوڑی دیر تک کوئی آواز نہ آئی۔ پھر ایک چیخ کی آواز آئی اور اندر کسی نے تڑپنا شروع کر دیا۔ کچھ دیر کے بعد خاموشی طاری ہوگئی اور میں وہاں سے آگے گزر گیا۔ جب دن ہوا پھر میں اس گھر پہنچا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک جنازہ پڑا ہوا ہے۔ آگے بڑھا تاکہ معلوم کروں یہ گھر کس کا ہے۔ ایک بوڑھی عورت روتی ہوئی باہر نکلی۔ میں نے لوگوں سے پوچھا کہ متوفی اس خاتون کا کیا لگتا تھا۔ انہوں نے کہا اس کا بیٹا تھا بڑا پرہیزگار تھا۔ رات کو نماز پڑھتا تھا اور دن کو روزے رکھتا تھا۔ سیدزادہ تھا۔ وقت سحر اپنے رب کے حضور مناجات کر رہا تھا اور رو رہا تھا۔ ایک آدمی دروازے کے سامنے سے گزرا۔ اس نے قرآن کی ایک آیت اس کے دروازے کے سامنے پڑھی۔ جونہی قرآن کی آواز اس کے کان میں پڑی زمین پر اس طرح گرا کہ جان دیدی۔ خواجہ منصور عماد نے افسوس کیا اور کہا کہ اسے میں نے مار ڈالا۔ اس کی نماز جنازہ میں شرکت کی۔

یہ واقعہ بیان کر کے حضرت پر حالت گریہ طاری ہوگئی ور بے خبری کے عالم میں ایک شبانہ روز یونہی گزر گئے پھر حالت سنبھلی۔ حضرت اقدس ہوش میں آئے تو فرمایا!

اے درویش! خواجہ عبداللہ تستری اللہ تعالیٰ کے خوف سے چالیس سال تک گریہ کناں رہے۔ اس عرصے میں لوگوں نے کبھی انہیں حالت گریہ کے بغیر نہ دیکھا۔ ایک دفعہ لوگوں نے آپ سے سوال کیا کہ خواجہ! آپ کسی وقت بھی حالت گریہ سے خالی نہیں ہوتے اس کا کیا سبب ہے؟ فرمایا عزیزو! جب قیامت کا ہولناک اور پریشان کن سماں نظروں کے سامنے آتا ہے کہ اس دن ماں باپ بیٹوں کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھیں گے اور فرزند ماں باپ کی پروانہ کریں گے۔ باپ بیٹے سے گریزاں ہوگا اور بیٹا باپ سے۔ بھائی بھائی سے نفور اور مسلمان ایک دوسرے سے بے

نیاز ہوں گے۔ جس شخص کو ایسے دن کا سامنا ہو اور اسے یہ علم نہ ہو کہ اس کا انجام کیا ہوگا۔ اسے نیند اور چین آ سکتا ہے۔ بڑا سنگ دل ہے وہ انسان جو اس دن کے خوف سے لرزتا نہیں۔ اس بات کی فکر نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ کیا بیتے گی۔

نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ارشاد

میرے بھائی شیخ نجیب الدین متوکل بڑے شاغل و ذاکر بزرگ ہیں۔ میں نے اپنے سیر و سفر میں اتنا عابد و شاغل انسان نہیں دیکھا۔ ان پر جب غلبہ خوف الٰہی ہوتا ہے تو انہیں یہ بھول جاتا ہے کہ آج کون سا دن، مہینہ اور سال ہے۔ ایک عجیب عالم حیرت طاری ہو جاتا ہے۔

حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ کی ظرافت

حضرت سلطان المشائخ فوائد الفواد میں فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی حضرت شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ تحصیل علم کے لئے مدرسہ میں گئے تو استاد نے پوچھا کہ کیا آپ نجیب الدین متوکل ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ متوکل تو نہیں بلکہ متاکل یعنی کھانے والا ہوں۔ پھر استاد نے پوچھا کہ کیا آپ شیخ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی ہیں۔ فرمایا! بظاہر تو بھائی ہوں باطنی طور پر مجھے معلوم نہیں۔ (یعنی مراتب کا مجھے علم نہیں)

کثرت تلاوت کا شغف

حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے معمولات میں کثرت تلاوت کا شغف شامل تھا اور کثرت سے تلاوت کرنے کی آپ تاکید بھی فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ اے درویش تلاوت قرآن پاک سے بڑھ کر دنیا و آخرت میں کوئی عبادت نہیں۔ لہٰذا لوگوں کو چاہیے کہ اتنی بڑی نعمت سے غافل نہ ہوں اور محروم نہ رہیں۔ قرآن پاک کی تلاوت میں بہت فائدے ہیں۔ پہلا فائدہ حظ چشم ہے یعنی بینائی کی قوت اور آشوب چشم سے محفوظ ہونا ہے۔ دوسرا یہ کہ ایک حرف پڑھنے کے بدلے میں ہزار سال کی عبادت کا ثواب اس کے نامہ اعمال میں درج کر دیا جاتا

ہے اور اتنے ہی گناہ اس کے نامہ اعمال سے مٹا دیئے جاتے ہیں۔

فرمایا! جو شخص اپنے محبوب حقیقی سے ہمکلام ہونا چاہتا ہو۔ کلام پاک کی تلاوت میں مشغول رہے۔ خوش نصیب انسان وہی ہے جو اپنے دوست سے ہمکلام ہو۔ کیونکہ آپ کو معلوم ہے کہ اس کلام پاک کی تلاوت کرنا ایسا ہی ہے جیسے محبوب سے ہمکلام ہوں۔ چنانچہ ہر روز درویش کے دل میں ندا کی جاتی ہے کہ اے درویش! کیا تجھے ہماری آرزو نہیں ہے کہ دوسرے کاموں سے اٹھ کر تلاوت قرآن پاک میں مشغول ہو جائے۔ اکثر لوگوں کو جو دولت حضوری سے شرف یاب ہیں مشاہدۂ حق بوقت تلاوت ہی ہوتا ہے۔ کیونکہ جہاں کا ہر راز کلام اللہ شریف کی تلاوت کے وقت اس شخص پر منکشف ہو جاتا ہے۔ ہر حرف کی تلاوت اور معانی کے فکر میں مستغرق ہونے سے ولایتوں کے اسرار اس پر کھلنے لگ جاتے ہیں۔ جب تلاوت کرتے ہوئے آیت مشاہدہ یا آیت رحمت پر پہنچتا ہے تو دونوں جہاں اس کے دل میں اتر جاتے ہیں اور انسان دریائے مشاہدہ میں مستغرق ہو جاتا ہے اور لاکھوں نعمتوں سے سرفراز ہوتا ہے۔ جب آیات عذاب تلاوت کرتا ہے تو اپنے نفس میں یوں گم ہو جاتا ہے اور خوف الٰہی سے یوں پگھل جاتا ہے جیسے کہ سونا کٹھالی میں پگھلتا ہے۔

فرمایا کہ اے درویش! انسان کو اپنا وقت تلاوت قرآن پاک کے سوا کسی اور معاملے میں نہیں گزارنا چاہئے۔ کیونکہ عاشق و معشوق کا انس گفتگو و مکالمہ سے اضافہ پذیر ہوتا ہے۔ اہل سلوک تحریر فرماتے ہیں کہ اس راہ میں اس مشاہدہ سے بڑھ کر کوئی اور مشاہدہ نہیں ہے۔ کتنی راحت ہوتی ہے جب دوست دوست سے محو تکلم ہوتا ہے۔ اے درویش! خدا کی باتیں کلام اللہ شرف ہی تو ہے۔ جس نے یہ ذوق پالیا پھر کسی چیز کے ذکر میں مشغول نہیں ہوتا۔ اگر کسی اور ذکر میں مشغول ہو تو وہ صاحب ذوق نہ ہوگا۔ بلکہ جھوٹا دعویدار ہوگا اور محبت میں سچا نہ ہوگا۔ جب انسان کلام اللہ شریف کی طرف متوجہ ہو تو چاہئے کہ اس کے مطالب میں مستغرق ہو جائے اور مخلوق کی طرف سے توجہ ہٹا لے۔ اس انداز و شان سے جب وہ تلاوت قرآن پاک میں مشغول ہوگا تو ایک فرشتہ ایک لاکھ حوران بہشتی کے ساتھ آکر اس کے سامنے بیٹھ جائے گا اور حوران بہشتی کے ساتھ وہ فرشتہ ایسی

محفل آرائی کرے گا کہ انسان کی نظر اس کی دید کی متحمل نہ ہو سکے گی۔ تلاوت قرآن کی محبت فراواں سے وہ فرشتہ قاری کے چہرہ کے سامنے چہرہ کرے گا اور جب تک وہ انسان زندہ رہے گا۔ وہ فرشتہ اس کی خدمت میں رہے گا اور جب اس کا وصال ہوگا تو فرشتہ حوران بہشتی کے ہمراہ اس انسان کے ساتھ بہشت میں جائے گا۔

عشق الٰہی میں ثابت قدمی

عشق الٰہی میں ثابت قدم رہنا مردان خدا کا خاصا ہے۔ اسی طرح حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ عشق الٰہی میں تادم آخر ثابت قدم رہے۔ اس ثابت قدمی کے بارے میں خود ہی ایک مرتبہ انہوں نے فرمایا کہ آج کم و پیش بیس سال ہو رہے ہیں کہ ہر شب شراب معرفت کا ایک پیالہ پینا میرا معمول ہے اور کبھی از خود رفتہ نہیں ہوا۔ بلکہ ہل من مزید پکار اٹھتا ہوں۔ اس کے بعد ان کی مبارک آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں فریاد کرنے لگے اور بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو فرمایا اے درویش! راہ فقر میں ایسے مرد بھی گزر رہے ہیں جو لاکھوں دریا اسرار الٰہیہ کے پی گئے اور کوئی نشان ظاہر نہ ہونے دیا۔ اے درویش! جو عاشق اپنی محبت میں صادق اور ثابت قدم نہیں ہے۔ قیامت کے دن عشاق کے درمیان شرمسار رہے گا۔ (اسرار الاولیاء)

دریائے محبت میں غرق ہونا

حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ ایک دفعہ مجنوں نے سنا کہ لیلیٰ خیرات دے رہی ہے۔ فوراً اٹھا' لکڑی کا پیالہ ہاتھ میں لیا اور لیلیٰ کے دروازے پر پہنچ گیا۔ لیلیٰ نے سب کو کچھ نہ کچھ دیا لیکن مجنوں کو کچھ نہ دیا۔ اٹھی اور اندر چلی گئی۔ مجنوں نے ناچنا شروع کر دیا۔ لوگ طعنہ دینے لگے کہ یہ کیسا ناچ ہے۔ تجھے کچھ عطا نہیں ہوا بلکہ لیلیٰ نے تو تیری طرف توجہ تک نہیں کی اور تو رقص کر رہا ہے۔ مجنوں نے جواب دیا چلو اس نے اگر کچھ نہیں دیا اتنا تو دیکھ لیا کہ یہ مجنوں ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ اس سے مجھ پر رقت طاری ہو گئی پھر فرمایا کہ اے درویش اس

بات کی قدر وہی جانتا ہے جو دریائے محبت میں غرق ہو اور اس کا رزق عالم غیب سے مقرر ہو۔

فرمایا! اے درویش! عاشقوں کے دل میں جو ولولہ و زمزمہ عشق موجود ہے۔ اسی دن سے ہے جب یہ اس کے والہ وشیفتہ ہو گئے۔ تم اندازہ نہیں کر سکتے کہ اتنی خوبصورت نعمتیں تمہارے دل میں سکونت پذیر ہو گئی ہیں۔ روح جو جملہ اعضائے انسانی کی بادشاہ ہے۔ تخلیق کے وقت ہی دل دے چکی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں عشق ہے وہاں دل ہے۔ ان باتوں کی قدر وہی جانتا ہے جس کے دل میں اسرار و انوار دوست مسکن پذیر اور عشق کے ڈیرے ہوں۔

آپ کا توکل

آپ بڑے متوکل تھے جو اللہ کی جانب سے مل جاتا۔ اسی پر گزر اوقات کر لیتے فرمایا۔ اس راہ سلوک کے متوکلین ہرگز غم رزق میں گرفتار نہیں ہوتے۔ کیونکہ روز ازل جو مقسوم ہو چکا ہے بہر حال ملے گا۔ درویش کو شغل خدا میں مشغول رہنا چاہئے اور اطمینان قلب کے ساتھ اطاعت خدا کرنی چاہئے۔ پھر دیکھئے کہ کتنی نعمتیں عطا کی جاتی ہیں۔ اہل سلوک جس کو فکر روزی میں پریشان وحیران دیکھتے ہیں۔ حکم دیتے ہیں کہ اس کو گردن سے پکڑ کر خانقاہ سے باہر کر دیں کہ یہ بداعتقاد انسان یقین کی دولت سے محروم ہے۔ ایک بزرگ کا قول ہے کہ روزی کے لئے غمگین ہونا گناہ کبیرہ ہے۔

فرمایا توکل رزق مضمون میں ہی آتا ہے۔ کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ جو آپ کا مقدر ہے۔ ضرور ملے گا رزق مملوک میں توکل نہیں ہے اور رزق موعود میں بھی توکل نہیں ہوتا۔ کیونکہ جو وعدہ ہے ضرور ملے گا۔ لیکن رزق مضمون میں جو توکل ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ جو آپ کے مقدر میں ہے اور آپ کا وظیفہ ہے آپ جان لیں کہ قطعی طور پر آپ ضرور حاصل کریں گے۔ اس میں توکل جائز ہے۔ اے درویش! رزق میں توکل بہت سارے عظیم سالکان راہ کو بھی اس وقت تک میسر نہ ہوا۔ جب تک انہوں نے دس بیس سال توکل کے ساتھ زندگی بسر نہ کی اور تمام دنیا سے اپنے آپ کو پاک وصاف نہ رکھا۔

حضرت شیخ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ بیس سال حضرت خواجہ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں رہے فرماتے تھے کہ میں نے کسی شخص کو حضور اعلیٰ کی خدمت میں کچھ لاتے نہ دیکھا۔ جس وقت لنگر میں سامان ختم ہو جاتا۔ خادم حاضر ہوتا اور خدمت اقدس میں خاموش کھڑا ہو جاتا۔ خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ مصلی اٹھاتے اور فرماتے آج کے لئے جتنا درکار ہے اٹھالو۔ خادم اٹھالیتا۔ سارا سال یہی معمول ہوتا۔ اگر کوئی مسافر و غریب حضور اقدس میں حاضر ہوتا تو وقت روانگی اسی طرح مصلی کے نیچے ہاتھ لے جاتے جو نکلتا اسے عطا فرما دیتے۔

خواجہ ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ پچاس سال متوکل رہے اور خلق خدا سے علیحدہ زندگی بسر کی۔ ان پچاس سالوں میں کسی شخص سے انہوں نے توقع نہیں رکھی اور نہ کسی کو اپنے پاس آنے دیا اور اگر کوئی شخص کوئی چیز لاتا تو آپ واپس کر دیتے۔ فرماتے میں خدا کا بندہ ہوں جو میرا رزق ہے مجھے مل جائے گا۔

اے درویش! جو شخص اللہ کریم کی محبت اور دوستی کا دم بھرتا ہے اور درویش کہلواتا ہے۔ متوکل ہونے کا اظہار کرتا ہے اور پھر اپنے جیسے انسان سے کسی چیز کی توقع بھی رکھتا ہے۔ وہ دعویٰ تو ایسا کرتا ہے اور توقع مخلوق سے رکھتا ہے۔ حقیقت میں ایسے شخص کو درویش نہ سمجھنا چاہئے۔ حضرت نے یہ دو شعر فرمائے۔

ہر کہ دعوے کند بدرویشی — خط بیزارے از جہان ندہد

بالحقیقت بداں کہ مرتد ہست — رفت بدنام کس نشان ندہد

جو آدمی درویشی کا دعویٰ کرتا ہے اور ترک دنیا کا اظہار نہیں کرتا ہے۔ حقیقت میں وہ مرتد ہے۔ دنیا سے ایسے جائے گا کہ نشان تک اس کا باقی نہ رہے گا۔

جب شیخ الاسلام نے یہ حکایت ختم کی۔ اٹھے اور اندر تشریف لے گئے۔ لوگ اور فقیر واپس آگئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ

حکایت

حضرت نے اس موقع پر ارشاد فرمایا! ایک دفعہ اہل سلوک میں سے چند حضرات خانہ

کعبہ شریف کے لئے توکل علی اللہ گھر سے نکل کھڑے ہوئے اور یہ عہد کیا کہ اپنی ضرورت کے بارے میں کسی سے ہرگز اظہار نہ کریں گے اور کچھ نہ مانگیں گے۔ آخر ایک جنگل میں پہنچ گئے۔ جہاں کسی اور انسان کا گذر بالکل نہ تھا اس جنگل میں ایک چشمہ تھا۔ چشمے پر ٹھہر گئے وضو کیا اور حسب معمول نماز دوگانہ ادا کی۔ اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ سیدنا خضر علیہ السلام چند جو کی روٹیاں لئے ہوئے تشریف لائے۔ وہ سب ان کی طرف لپکے اور بڑی خوشی کا اظہار کیا اور کہا اللہ کریم کا شکر ہے کہ سیدنا خضر علیہ السلام کی زیارت بھی نصیب ہوگئی اور ہم بھوکے تھے ہمیں کھانا بھی مل گیا۔ جب یہ بات ان کے دل میں آئی تو آواز آئی۔ اے بدعہد دعویدارو! کیا تم نے ہم سے یہی عہد کیا تھا اور یہی بات طے کر کے گھر سے نکلے تھے۔ ہوا میں ایک تلوار نمودار ہوئی اور تمام کے سر جسم سے جدا کر کے پھینکتی گئی۔ فرمایا! اے درویش! جو عہد شکنی کرتا ہے اور توکل بر خدا میں ثابت قدم نہیں رہتا ان کی سزا یہی ہے جو انہیں مل گئی۔ اس پر حضرت کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ فرمایا! یہ دو مصرعے میں نے حوض شمسی پر حضرت قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے سنے۔ بے مثال شعر ہے:

بیت:

ہر کہ با دوست عہد کردد شکست   عاقبت کشتہ شد چو بد عہدان

جس نے اپنے محبوب سے عہد کیا اور توڑ دیا آخرکار بدعہدوں کی طرح مارا گیا۔

حکایت

توکل کے بارے میں ایک مرتبہ آپ نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک دفعہ حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا سفر حج تھیں۔ ان کے پاس سواری کے لئے ایک گدھا تھا۔ دوران سفر ایک جنگل میں وہ گدھا اس طرح گرا کہ پھر اٹھ نہ سکا۔ حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کا سامان زمین پر پڑا ہوا تھا۔ لوگوں نے آ کر درخواست کی کہ ہمیں خدمت کی سعادت عنایت فرمایئے۔ ہم آپ کا سامان اٹھا کر لے جاتے ہیں۔ حضرت رابعہ نے سختی سے انکار کیا اور کہا۔ میں تمہارے توکل پر یہ سفر نہیں کر

رہی۔ میرا توکل تو اس ذات پر ہے جو میرے سامان کے لئے جانے کا خود انتظام فرمائے گا۔ مجبوراً قافلہ والے چلے گئے اور آپ تنہا رہ گئیں۔ اسی وقت آسمان کی طرف رخ کر کے عرض کی۔ الٰہی! ایک ضعیف عورت کے ساتھ تو نے یہ کیا سلوک کیا کہ جنگل بیابان میرے گدھے کو مار دیا اور میں یہاں حیران و پریشان رہ گئی ہوں۔ ابھی یہ بات پوری نہ ہوئی تھی کہ گدھا دوبارہ زندہ ہو گیا۔ سامان اس پر لادا اور حج کے لئے روانہ ہو گئیں۔

حکایت

ایک مرتبہ بیان فرمایا کہ حضرت خواجہ ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کے توکل کا یہ عالم تھا کہ تیس سال تک خلق خدا سے عزلت اختیار کئے رکھی اور کبھی کسی کے پاس نہ گئے۔ اس دوران میں ایک دفعہ حج کا ارادہ کیا تو نیت یہ کی کہ لوگ خانہ کعبہ قدموں سے چل کر جاتے ہیں میں آنکھوں کے بل چل کر در محبوب پر پہنچوں گا۔ غرض کہ جب روانہ ہوئے تو ہر قدم پر نماز دوگانہ ادا کر کے بڑھتے۔ چنانچہ اس شان سے سفر حج کر رہے تھے کہ ایک جنگل میں پہنچے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ستر نقاب پوش آدمیوں کے سر کٹے ہوئے ہیں اور خون آلود نعشیں زمین پر پڑی ہوئی ہیں۔ ان میں سے ایک آدمی میں ابھی زندگی کے چند سانس باقی تھے۔ اس نے آواز دی اے ابراہیم ہم لوگوں کا حال سن! ہم ستر افراد صوفی کہلاتے تھے۔ توکل کے اس عہد کے ساتھ سفر کر رہے تھے کہ راہ میں کسی سے بات نہ کریں گے۔ جب ہم اس جنگل میں پہنچے تو خواجہ خضر ظاہر ہوئے۔ ہم نے ان سے ملاقات کی اور محو گفتگو رہے۔ معاً آواز آئی کہ اے بدعہد مدعیو! کیا تمہارا قول ہم سے یہی تھا۔ افسوس تم اپنے عہد کو فراموش کر بیٹھے اور ہمارے سوا مصروف کلام ہو گئے۔ ایک تلوار ہوا میں نمودار ہوئی۔ سب کے سر کاٹ دیئے اور ہلاک کر دیا۔ اے ابراہیم جو شخص راہ توکل کا مسافر بنتا ہے۔ اسے چاہئے کہ جادہ توکل سے سر مو تجاوز نہ کرے۔ تاکہ اس کا انجام ہماری طرح عبرت ناک نہ ہو۔ جونہی کہ مرد نقاب پوش نے یہ بات ختم کی اور جان جان آفرین کے حوالے کر دی۔ ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ کو بڑا تعجب ہوا۔ پیچھے مڑ کر دیکھتے ہیں تو حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا تشریف

فرما ہیں اور خانہ کعبہ ان کے گرد طواف کر رہا ہے۔خواجہ ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کی حیرت بڑھ گئی۔اونچی آواز میں رابعہ رحمۃ اللہ علیہ کو فرمایا۔اے رابعہ! تو نے دنیا میں یہ کیا ہنگامہ برپا کر رکھا ہے؟ رابعہ نے فرمایا۔ابراہیم یہ شور و ہنگامہ تو آپ نے قائم کیا ہوا ہے۔دنیا میں مشہور ہے کہ ابراہیم چودہ سال سے آنکھوں کو قدم بنا کر زیارت کعبہ کے لئے عازم سفر ہے اور ابھی تک زیارت کعبہ سے سرفراز نہیں ہوا۔حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا اس کا سبب کیا ہے۔فرمایا آپ کو کعبہ دیکھنے کی آرزو ہے اور مجھے خانہ کعبہ کے مالک کو دیکھنے کی خواہش ہے۔اس لئے جس شخص کو مالک دیکھنے کی آرزو ہو تو وہ گھر بھی دیکھ لیتا ہے۔اس لئے کہ گھر تو اپنے مالک کے پاس ہی ہوتا ہے۔

توکل اور سجادگی کا تعلق

ایک مرتبہ حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا اے درویش! صاحب سجادہ وہی شخص بن سکتا ہے جو صاحب توکل ہو اور مخلوق میں سے کسی نے اپنی روزی اور فائدے کی توقع نہ رکھے۔اگر ایسی نہیں تو وہ شخص مسند درویشی پر جاگزیں ہونے کے قابل نہیں۔وہ اہل تصوف کے مدعی کاذب ہے۔توکل تو یہ ہے کہ میں نے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کو کبھی کسی سے فتوح قبول کرتے نہیں دیکھا نہ ہی انہوں نے اس کی کسی سے توقع کی۔جب کبھی خادم مطبخ کو صوفیوں کی خوراک کے لئے روپے کی ضرورت ہوتی حاضر ہوتا اور عرض کرتا۔حضرت مصلی مقدس کے نیچے سے اشرفیوں کی مٹھی اٹھاتے اور اسے تھما دیتے۔صبح سے شام تک لنگر جاری رہتا۔مسافرین وغیرہ لنگر خانہ میں آتے رہتے اور کبھی خالی ہاتھ نہ جاتے اور پھر بھی کھانا دسترخوان پر موجود رہتا کم نہ ہوتا۔

عالم حقیقت میں اہل توکل کے خاص اوقات ہوتے ہیں۔شوق کے ان لمحات میں اگر ان کو آگ میں ڈال دیں یا زخمی بھی کریں تو انہیں خبر نہیں ہوتی۔

حکایت

ایک مرتبہ آپ نے توکل کے بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک دفعہ خواجہ حبیب شام کی جانب سفر کر رہے تھے۔وہ عالم توکل میں تھے۔سفر کے دوران آبادی سے دور

ویرانے میں شام کو قیام فرماتے۔ عالم غیب سے ان کی افطاری کا اہتمام ہوتا۔ جب دن ہوتا اپنی منزل (شام) کی طرف روانہ ہو جاتے۔ چنانچہ ملک شام میں جب پہنچے تو ایک قائم اللیل و صائم النہار بزرگ کی خدمت میں جانے کا موقع ملا۔ قریب گئے سلام کیا حکم ہوا بیٹھ جائیے آپ بیٹھ گئے۔ دل میں خیال گذرا کہ یہ بزرگ اس ویرانے میں مقیم ہیں۔ یہاں سامان خورد و نوش کا انتظام کیسے ہوتا ہوگا۔ جونہی کہ خواجہ حبیب کے دل میں یہ خیال آیا۔ اس بزرگ نے بات شروع کر دی۔ اے خواجہ! ستر سال سے میں اس غار میں سکونت پذیر ہوں۔ میرا وظیفہ عالم غیب سے فراہم ہوتا ہے۔ اگر آج کی شب میرے مہمان بنیں تو آپ کو میرے ذوق توکل کا پتہ چل جائے کہ میرا کھانا پینا کہاں سے ہوتا ہے۔ غرض کہ جب نماز مغرب ادا کر چکے ایک آدمی شیر پر سوار دستر خوان پر کھانا لئے آ گیا۔ شیر سے اترا آداب بجالایا اور کھانا بزرگ کے سامنے پیش کیا۔ اس دوران چھ آدمی صوفی اور بھی آ موجود ہوئے۔ آپ نے ان کو بھی تناول ماحضر کی دعوت دی۔ مختصر یہ کہ خواجہ حبیب' بزرگ موصوف اور چھ صوفیوں نے مل کر وہ کھانا کھایا۔ اس کے بعد اس بزرگ نے ہاتھ زمین پر مارا ایک چشمہ پانی کا پھوٹ پڑا۔ ہر ایک نے اس چشمہ صافی سے سیر ہو کر پانی پیا۔ خدا کا شکر بجالائے۔ تکبیر و تہلیل کی گونج ہوئی اور ذکر و فکر میں مراقب ہو گئے۔ بعد ازاں اس بزرگ نے خواجہ حبیب کو فرمایا اے خواجہ! آپ تعجب فرماتے تھے کہ اس کا سامان خورد و نوش کا اہتمام کہاں سے ہوتا ہوگا تو وہ اس طرح سے ہوتا ہے اور فرمایا جو شخص عالم توکل میں ہوتا ہے اور خدائے کریم کے کرم پر اعتماد کرتا ہے۔ اس کے لئے انتظام عالم غیب سے ہوتا ہے۔

حضرت بابا فرید رحمتہ اللہ علیہ کا ترک دنیا

ایک درویش تھے جن کا نام شیخ حضرت جلال الدین تبریزی رحمتہ اللہ علیہ تھا۔ زیادہ تر فاقہ کشی کے عالم میں زندگی بسر کرتے اور کسی سے کوئی چیز قبول نہ فرماتے۔ یہاں تک کہ ایک دفعہ تین روز سے فاقہ ہو رہا تھا۔ خورد و نوش کی اشیاء میں سے کچھ بھی پاس نہ تھا۔ شیخ اور ان کے متوسلین ہندی خربوزے سے افطار فرماتے اور اس طرح دن بسر کر رہے تھے۔ چنانچہ شہر کے حاکم کو ان کے حال

کی اطلاع ہوئی۔اس نے کچھ نقد رقم روانہ کی کہ شیخ کے خادم کو دیدیں۔تھوڑا تھوڑا خرچ کرتا رہے۔تاکہ شیخ کو معلوم نہ ہو کہ حاکم شہر کی طرف سے نذر آئی ہے۔دربان حاکم نے خادم شیخ کو خاص طور پر نصیحت کی کہ اسے مصلحت کے مطابق صرف کرے۔تاکہ راز فاش نہ ہو اور شیخ کو علم نہ ہو سکے۔وہ دربان چلا گیا۔خادم شیخ (جلال درویش) کے سامنے اس راز کا اخفاء نہ کر سکا۔چنانچہ شیخ کو اس نذرانے کا علم ہو گیا۔آپ نے فرمایا وہ شخص جو یہ رقم لایا میری خانقاہ میں کہاں تک آیا۔خادم نے نشاندہی کی آپ نے وہاں تک کی زمین کھدوائی اور مٹی باہر پھینکوا دی۔خادم کو ان روپوں کے ساتھ خانقاہ سے باہر نکال دیا۔

پھر بیان فرمایا! کہرام کے علاقے میں شیخ بدنی ایک درویش تھے۔عظیم تارک دنیا جب تک حیات رہے۔نیا لباس زیب تن نہ فرمایا۔اگر کوئی شخص دنیا و اہل دنیا کی بات ان کے سامنے کرتا تو اٹھا دیتے اور پھر کبھی مجلس میں نہ آنے دیتے اور فرماتے کہ یہ شخص دنیا کا عاشق ہے۔کیونکہ جو شخص اپنے معشوق کو دوسرے کے پاس دیکھتا ہے ضرورت کی وجہ سے اس کا ذکر زیادہ کرتا ہے۔موصوف نماز کثرت سے پڑھا کرتے اور فرماتے کہ بہشت کیسی جگہ ہے جہاں نماز نہیں۔ان کے ایک مرید نے عرض کی کہ پیر دنیا دار آدمی ہونا چاہئے۔جو کہ مریدوں کو دنیا کے مضرات بتلا کر اس سے دور رہنے کی تلقین کرے۔آپ نے فرمایا اگر منع بھی کرے تو مریدوں کو ترک دنیا کی دولت میسر نہ آسکے گی۔کیونکہ کہنا (قال) آسان ہے اور کرنا (حال) مشکل ہے۔وعظ و نصیحت زبان قال سے اثر نہیں کرتی۔

فرمایا! ایک دفعہ میں نے غزنی شہر میں ایک بزرگ سے ملاقات کی۔بڑے شاغل و ذاکر۔چھ مہینے ان کی صحبت میں رہا۔اس دوران ان کی زبان مبارک سے دنیا کے بارے میں ایک لفظ تک نہ سنا۔صبح و شام گریہ وزاری میں مصروف دیکھتا۔میں نے ان کی گریہ وزاری کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا! آج کم و بیش تیس سال ہوا چاہتے ہیں کہ ایک دن ایک درویش میرے پاس آیا۔دنیا کی باتیں اس نے میرے ساتھ کرنا شروع کر دیں میں بھی اس کے ساتھ موافقت کرنے لگا۔غیب سے آواز آئی۔اے فقیر! یا تو دنیا کی بات چلے گی یا ہماری۔اس دن سے اسی شرمندگی کی

وجہ سے رو رہا ہوں کہ قیامت کے دن اس کریم کو کیا منہ دکھاؤں گا۔

رعب اور دبدبہ

حضرت نظام الدین اولیاء نے فرمایا ہے کہ میرے شیخ حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ بڑے بارعب تھے۔اس کے متعلق انہوں نے ایک واقعہ یوں بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ جب میں شیخ الاسلام فریدالدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچا تو میرے دل میں بھی یہی خیال آیا تھا کہ جو کچھ ان کی زبان مبارک سے سنوں گا' لکھ لوں گا۔پہلے دن میں قدم بوسی کی دولت سے سرفراز ہوا تو پہلی بات جو میں نے حضرت شیخ سے سنی جو آپ کی زبان سے ارشاد ہوئی وہ یہ تھی۔

اے آتش فراقت دلہا کباب کردہ
سیلاب اشتیاقت جانہا خراب کردہ

اے وہ کہ تیری آتش فراق نے دلوں کو کباب کر دیا ہے' تیرے اشتیاق کے سیلاب نے جانوں کو ویران کر کے رکھ دیا ہے۔بعد ازاں میں نے چاہا کہ حضرت کی قدم بوسی کا مجھے جو اشتیاق تھا۔اس کا کچھ حال آپ کے سامنے بیان کروں۔مگر حضرت شیخ کی موجودگی کا رعب مجھ پر غالب آ گیا اور میں صرف اسی قدر کہہ سکا کہ عالی جناب کی قدم بوسی کا اشتیاق غالب تھا۔حضرت شیخ نے جب مجھ پر رعب کا اثر دیکھا تو آپ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلے۔ کُلُّ دَاخِلٍ وَحْشَةٌ (ہر (نیا) داخل ہونے والا مرعوب ہوتا ہے) الغرض اس دن جو کچھ میں نے حضرت شیخ سے سنا۔جب میں اپنی قیام گاہ پر واپس آیا تو اسے لکھ لیا۔بعد ازاں ہر بار جو کچھ سنتا اسے قلم بند کر لیتا۔پھر میں نے یہ بات حضرت شیخ پر ظاہر کر دی۔اس کے بعد یہ ہوتا کہ جب بھی آپ کوئی حکایت بیان کرتے یا تصوف کے کسی مسئلے کی طرف اشارہ کرتے تو فرمایا کرتے تم موجود ہو؟ یہاں تک کہ اگر میں موجود نہ ہوتا تو میری غیر موجودگی میں جو کچھ ارشاد فرمایا ہوتا۔اسے میرے حاضر خدمت ہونے پر میری خاطر دہرا دیتے۔

بعد ازاں حضرت خواجہ نے فرمایا اللہ آپ کا ذکر بھلائی سے کرے فرمایا ان دنوں میں

نے ایک کرامت دیکھی' ایک شخص نے مجھے سفید کاغذ یکجا مجلد کئے ہوئے دیئے۔ میں نے وہ لے لئے اور شیخ الاسلام کے افادات اس میں لکھے' سب سے اوپر میں نے یہ لکھا!

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ

بعد ازاں وہ کلمات جو میں نے حضرت شیخ سے سنے تھے لکھے' یہ مجموعہ اس وقت تک میرے پاس ہے۔(فوائد الفواد)

آپ نے فرمایا کہ سونا چاندی جمع کرنے کی غرض یہ ہونی چاہئے کہ اس سے دوسروں کو نفع پہنچے۔ اسی سلسلے میں ارشاد ہوا کہ ابتداء ہی سے میرا دل کسی چیز کو جمع کرنے کی طرف مائل نہ تھا اور میں کبھی دنیا کے پیچھے نہیں بھاگا۔ بعد ازاں شیخ الاسلام فرید الدین کی جناب سے وابستہ ہو گیا۔ گویا ایسی جگہ سے وابستہ ہو گیا کہ ان کی نظر میں دونوں جہاں بھی نہیں جچتے تھے۔ انہوں نے دونوں جہانوں سے یک بارگی قطع تعلق کر رکھا تھا۔

حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے شفقت کا واقعہ

حضرت نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ ہمارے حضرت کے پاس ایک عوارف المعارف کا نسخہ تھا۔ جس سے آپ روزانہ فوائد بیان فرماتے تھے۔ وہ نسخہ اس قدر کہنہ ہو گیا تھا کہ آپ کو پڑھتے وقت تکلیف ہوتی تھی۔ میں نے آپ کی تکلیف دیکھ کر عرض کیا کہ حضرت شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک نسخہ ہے جو بہت صحیح ہے۔ لیکن حضرت اقدس کو میری یہ بات ناگوار گزری اور فرمایا کہ درویش کو اتنی قوت بھی نہیں کہ بوسیدہ نسخہ کی صحت کر سکے۔ یہ کلمات آپ نے تین بار دہرائے لیکن مجھے یہ خیال نہ آیا کہ ناراضگی سے فرما رہے ہیں۔ آخر مولانا بدر الدین اسحاق نے کہا کہ حضرت شیخ تمہیں کہہ رہے ہیں۔ میں فوراً اٹھا اور سر ننگا کر کے آپ کے قدموں میں جا پڑا اور عرض کی کہ نعوذ باللہ میرا مقصود یہ نہ تھا۔ میں نے ایک نسخہ دیکھا تھا فقط اس کا ذکر مقصود تھا اور میرے دل میں کسی قسم کی کوئی بات نہ تھی۔ لیکن حضرت شیخ کی ناراضگی میں کوئی فرق نہ

آیا۔ جب میں وہاں سے اٹھا تو مجھ پر ایسا غم طاری تھا کہ بیان سے باہر ہے۔ حیران تھا کہ کیا کروں باہر آیا اور ایک کنوئیں پر پہنچا کہ اس میں کود کر ڈوب مروں لیکن پھر سوچا کہ بدنامی ہو گی۔ غرض یہ کہ حیرت اور پشیمانی میں پھرتا رہا۔ آخر حضرت اقدس کے فرزند شیخ شہاب الدین جو میرے دوست تھے' کو اس بات کا علم ہوا انہوں نے جا کر حضرت اقدس کے سامنے میرا حال بیان کیا۔ حضرت شیخ نے کمال مہربانی سے مجھے اپنے پاس بلایا اور شفقت فرمائی اور فرمایا کہ میں نے تیرے تکمیل حال کے لئے یہ امر کیا تھا۔ کیونکہ پیر مرید کا مشاطہ (سنوارنے والا) ہوتا ہے۔ پھر آپ نے مجھے خلعت عنایت فرمائی اور لباس خاص سے مجھے مشرف فرمایا۔

عسرت

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے آخری رمضان نہایت عسرت میں بسر ہوئے ہیں۔ خود حضرت سخت بیمار تھے۔ گھر والوں' درویشوں اور مہمانوں کا یہ حال تھا کہ روزہ افطار کرنے کے لئے بھی کوئی چیز میسر نہ آتی تھی۔

اس آخری رمضان کی ۱۳ تاریخ کا ذکر ہے کہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کو نعمت خاص عطا فرما کر دہلی رخصت کیا۔ پھر حکم بھجوایا کہ ٹھہر جاؤ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس دن بھی یہ حال تھا کہ حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کے گھر میں کوئی چیز موجود نہ تھی۔ جس سے روزہ افطار کیا جاتا۔ جب میں نے یہ حال دیکھا تو وہ سلطانی جو حضرت نے مجھ کو راستے کے خرچ کے لئے عطا فرمائی تھی لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا شیخ آپ کے صدقہ میں مجھے ایک سلطانی راستے کا خرچ ملا تھا۔ اگر حضور اجازت مرحمت فرمائیں تو میں کچھ افطار کے لئے لے آؤں۔ یہ سن کر حضرت بہت خوش ہوئے سلطانی اس زمانے کے ایک سکے کا نام تھا۔

حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کے سونے کا طریقہ

حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کا سونا بیدار ہونا عین سنت مصطفیٰ علیہ السلام کے مطابق

ہے۔آپ کے سونے کے متعلق حضرت نظال الدین فرماتے ہیں کہ ایک رات میں حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کے سونے کے وقت موجود تھا۔ایک چارپائی بچھائی گئی جو بالکل سادہ تھی اور اس پر وہ گرم چادر بچھادی گئی۔جس پر آپ دن بھر بیٹھے رہتے تھے۔وہ چادر اتنی چھوٹی تھی کہ پائنتی ننگی رہ جاتی تھی اور اس جگہ جہاں آپ کے پاؤں ہوتے تھے۔وہاں بعض اوقات ایک کپڑا ڈال دیا جاتا اگر رات کو آپ وہ کپڑا اوپر لے لیتے تو پائنتی ننگی رہ جاتی۔

آپ کے پیرومرشد حضرت قطب الاقطاب رحمۃ اللہ علیہ کا عطا کردہ ایک عصاء مبارک تھا' اسی کو تکیہ کی جگہ سرہانے رکھ لیتے تھے اور اکثر اس عصا پر ہاتھ پھیر چوما کرتے تھے۔الغرض حضرت بابا کا سونا بالکل سنت نبوی کی اتباع میں ہوتا تھا۔(انوارالفرید)

حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کی خوراک

حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی خوراک بہت سادہ اور بے مزہ ہوتی تھی۔ریاضت اور مجاہدہ کے زمانہ میں آپ کی خوراک میں اکثر جنگلی خودرو درختوں کے پھل یعنی پیلو اور ڈیلے رہی۔ڈیلے ایک خاردار جھاڑی نما پودے کا پھل ہوتا ہے جسے کریر کہا جاتا ہے۔

دہلی میں ایک مرتبہ آپ کے پیر بھائی حضرت مولانا بدرالدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ آپ کو اپنے ہمراہ کہیں دعوت میں لے گئے۔وہاں میزبان نے نہایت تکلف کے ساتھ کھانے کا انتظام کیا تھا جس میں کئی قسم کے میٹھے سلونے مجرب کھانے تھے۔آپ نے چند لقمے لے کر ہاتھ کھینچ لیا اور اپنے آپ سے کہا کہ مسعود تو اپنے پیٹ کا لقمہ چرب و شیریں سے پر کرتا ہے۔قرب خدا کیسے حاصل ہوگا؟

قیام اجودھن کے دوران بھی آپ کی غذا سادہ رہی۔حضرت نظام الدین اولیاء اپنے شیخ کی خوراک کے بارے میں یوں فرماتے ہیں کہ موسم گرما میں آپ روزہ اکثر شربت سے افطار فرماتے تھے ایک بڑا پیالہ تھا اس میں شربت لایا جاتا۔اس میں تھوڑا سا منقیٰ ڈال دیتے۔اس پیالے میں سے نصف یا تہائی حصہ جملہ حاضرین میں تقسیم کرتے۔اس شربت میں سے کچھ ایک

برتن میں ڈالتے اور اس میں اور پانی ڈال کر پھر حاضرین مجلس کو دیا جاتا۔ باقی ایک تہائی جو رہ جاتا وہ اپنے مصرف میں لاتے اور اس میں سے جو بچ جاتا وہ اسے دے دیتے جو اس کے لئے درخواست کرتا اور جس کے نصیب میں ہوتا۔

بعد ازاں نماز سے پہلے دو چپڑی ہوئی روٹیاں لائی جاتیں۔ یہ دونوں روٹیاں ایک سیر سے کم وزن کی ہوتیں۔ ان میں سے ایک روٹی کے ٹکڑے کرتے اور انہیں تمام حاضرین میں تقسیم فرماتے۔ ایک روٹی وہ خود کھاتے اور اس خاص روٹی میں سے جو بھی کوئی مانگتا اسے عطا کرتے' نماز شام ادا کرنے کے بعد پوری طرح مشغول حق ہو جاتے۔ اس کے بعد دستر خوان سامنے لایا جاتا اور جو جو بھی کھانا ہوتا یار کھا جاتا۔ جب یہ کھانا ختم ہو چکتا تو اور کھانا تناول نہ فرماتے اور پھر دوسرے دن کے افطار کے وقت اسی طرح روزہ افطار فرماتے تھے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سحری بھی نہیں کرتے تھے اور چوبیس گھنٹوں میں صرف ایک وقت روٹی کے چند ٹکڑے اور تھوڑا سا شربت نوش فرماتے تھے۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس زمانے میں حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں درویشوں کو جس دن ٹینٹ (ایک پھل کا نام ہے) اور گل کر یر پیٹ بھر کر کھانے کو مل جاتے تھے وہ روز روز عید ہوتا تھا۔

کوئی ہفتہ ایسا نہ گزرتا تھا جس میں دو تین وقت کا فاقہ نہ ہوتا ہو اور ایسا نہ ہوتا ہو کہ ایک بیوی کے ہاں سے خادمہ آتی اور عرض کرتی کہ مخدوم آج فلاں حرم کے ہاں فاقہ ہے۔ پھر دوسری کے ہاں سے یہ اطلاع آتی کہ آج فلاں حرم کو دوسرا فاقہ ہے یا فلاں بچہ ہلاکت کے قریب ہے۔

عموماً یہ ہوتا ہے کہ جب آدمی کے پاس اتنا مال ہوتا ہے کہ وہ اپنی ضروریات کی فراہمی سے بے فکر ہو جائے تو سوائے حریص کے پھر وہ اطمینان کے ساتھ یاد حق میں مشغول ہو جاتا ہے۔ لیکن حضور بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کمال یہ ہے کہ نہ ہوتے ہوئے بھی پوری دل جمعی اور کمال استغراق کے ساتھ یاد حق میں مشغول رہتے تھے۔ اگر کچھ ہوتا تو مضطر اور نہ ہوتا تو مطمئن رہتے تھے۔ کیونکہ فقیر اپنے فقر کی حفاظت اس طرح کرتے ہیں جس طرح مال دار اپنے مال کی۔

درویشوں کی خدمت

ایک دن ایک کامل بزرگ حضرت خواجہ گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ قدس سرہ کے ہاں مہمان ہوئے۔حضرت فوراً گھر تشریف لے گئے۔لیکن گھر میں کھانے کی کوئی چیز نہ تھی سوائے تھوڑے سے جوار کے دانوں کے آپ نے ان دانوں کو چکی میں ڈال کر اپنے ہاتھ سے آٹا بنایا اور پھر اپنے ہاتھ سے روٹی پکا کر درویش کی خدمت میں پیش کی۔درویش نے مسکرا کر کہا کہ بابا فرید آپ کے گھر میں کچھ نہیں تھا۔میں دیکھ رہا تھا کہ آپ نے خود آٹا بنایا اور روٹی پکائی۔اب آپ کیا طلب کرتے ہیں۔آپ نے کہا کہ میں درویشوں کا خادم ہوں اور میری آرزو وہی ہے جو درویشوں کی ہوتی ہے۔اس کے بعد اس درویش نے آپ کے لئے دعا کی جس سے آپ کو مزید تقویت ملی۔

حضرت سلطان المشائخ پر نظر عنایت

حضرت سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ایک دفعہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے حق تعالیٰ سے یہ دعا کی ہے کہ جو تو خدا سے چاہے گا وہی پائے گا۔پھر آپ نے اپنا عصا مجھے عطا فرمایا۔کسی نے عرض کیا کہ کیا شیخ کے انتقال کے وقت آپ موجود تھے۔یہ سن کر آپ کے آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور فرمایا نہیں مجھے ماہ شوال میں دہلی بھیج دیا تھا۔ان کا انتقال شب پنجم محرم کو ہوا۔رحلت کے وقت مجھے یاد فرمایا اور فرمایا کہ فلاں دہلی میں ہے اور یہ بھی فرمایا کہ میں بھی خواجہ قطب الدین قدس سرہ العزیز کی رحلت کے وقت موجود نہ تھا۔ہانسی میں تھا حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ یہ حکایت فرماتے جاتے تھے اور روتے جاتے تھے۔چنانچہ سب حاضرین پر اس کا اثر ہوا۔

حضرت شیخ بدرالدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کو خواجہ گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحت

ایک دفعہ حضرت شیخ بدرالدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ان کے لئے ایک سرکاری افسر نے ایک خانقاہ تیار کرائی جہاں درویشوں کے لئے ہر قسم کا سامان و آرام مہیا تھا۔لیکن بعد میں حکومت نے اس افسر سے حساب طلب کیا تو

اس کو پریشانی لاحق ہوئی جس سے حضرت شیخ بدرالدین رحمۃ اللہ علیہ بھی پریشان ہوئے اور حضرت شیخ الاسلام گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں خط لکھا کہ اب دعا کیجئے مشکل آسان ہو جائے۔

حضرت خواجہ گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں لکھا کہ آپ کا خط ملا حالات معلوم ہوئے۔ جو شخص اپنے مشائخ کی روش پر نہیں چلتا اسے ضرور پریشانی ہوتی ہے۔ ہمارے مشائخ عظام میں سے کون ایسا بزرگ تھا جس نے خانقاہ تیار کرائی ہو اور اس میں سے جلوس فرمایا ہو...... ہمارے مشائخ کی تو یہ عادت تھی کہ جس جگہ جاتے تھے گمنامی اور بے نشانی اور خلوت میں زندگی بسر کرتے تھے۔ جو شخص مشائخ کی سنت پر نہیں چلتا اس کا حال یہی ہوتا ہے۔

لوحِ محفوظ پر نظر

سیر الاولیاء کے مولف کہتے ہیں کہ میں نے اپنے چچا سید حسین رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے کہ ایک دفعہ حضرت شیخ الاسلام گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ حضرت بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھنا چاہتے تھے۔ آپ نے کاغذ اور قلم ہاتھ میں لیا اور سوچنے لگے کہ نام کے ساتھ القاب کیا لکھوں۔ دل میں خیال آیا کہ جو القاب لوح محفوظ پر لکھے ہیں وہی لکھوں پس آپ نے سر اٹھا کر دیکھا تو لوح محفوظ پر یہ الفاظ لکھے تھے۔ ''شیخ الاسلام بہاؤ الدین زکریا'' اس کے بعد آپ نے خط میں وہی الفاظ لکھے۔

اخلاقِ حسنہ

اللہ والوں کے اخلاق بڑے ہی بے نظیر اور دلکش ہوتے ہیں۔ان کے اچھے اخلاق ہی مخلوق خدا میں ان کی ہر دل عزیزی کا باعث بنتے ہیں۔اچھا اخلاق در حقیقت انسانیت کی معراج ہے۔اخلاق حسنہ ایک ایسی تلوار ہے جس سے لڑے بغیر انسانوں کے دل تابع ہو جاتے ہیں۔اخلاق حسنہ ہی لوگوں کو آپس میں اخوت اور محبت کے عظیم رشتوں میں استوار کئے رکھتا ہے۔قوموں کے عروج وزوال کا سبب بھی اخلاق ہی بنا کرتا ہے۔لہٰذا جو لوگ بھی دنیا میں عظمت و بلندی سے سرفراز ہوئے ان کے اخلاق بھی بڑے عالی تھے۔

حضور ﷺ کی سیرت طیبہ ہمارے لئے اخلاق حسنہ کا بہترین نمونہ ہے۔لہٰذا جو کوئی حضور ﷺ کے اخلاق طیبہ کو اپناتا ہے۔اس کا شمار اچھے اخلاق میں ہوتا ہے۔حضور ﷺ کے اخلاق طیبات چونکہ انسانیت کی معراج ہیں۔اس لئے جس کسی کو مقام ولایت ملتا ہے اسے حضور ﷺ کے اخلاق حسنہ کی اتباع کی بدولت ہی سب کچھ حاصل ہوتا ہے۔اس لئے حضور ﷺ کی اخلاقی تعلیمات بزرگان دین اور صوفیاء کرام کے عمل و کردار میں جلوہ گر نظر آتی ہیں۔حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ چونکہ اللہ کے مقبول بندوں میں سے ہیں۔اس لئے ان کی سیرت بھی شمع رسالت کے اخلاق حسنہ کی خوشبوؤں سے معطر ہے۔

حضرت بابا فرید گنج شکر کی حیات طیبہ کا ہر پہلو اچھے اخلاق کی منہ بولتی تصویر ہے۔ان کی ساری زندگی کتاب وسنت پر عمل کا انمول خزانہ ہے۔ان کا ظاہر اور باطن یکساں تھا۔زندگی میں

صداقت ہی صداقت تھی غرض یہ کہ آپ میں حلم و بردباری، عفو و درگزر، جود و سخا، عجز و انکساری، فقر و استغنیٰ، اخوت و مروت، صدق و صفا، دیانت و امانت، توکل و قناعت، صبر و شکر، استقامت و مستقل مزاجی، احسان و ایثار، خدمت و قربانی جیسی تمام خوبیاں بدرجہ اتم موجود تھیں۔ اپنی اخلاقی خوبیوں سے بے شمار ہندو اور غیر مسلم متاثر ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ اپنے آپ کو حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاق حسنہ کے سانچے میں ڈھالنے کے لئے قارئین کرام کے لئے ان کے اخلاق کے چند روشن پہلو پیش خدمت ہیں۔ تاکہ اللہ تعالیٰ ہمیں اخلاق اولیاء اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

عجز و انکسار

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ بڑے منکسر المزاج تھے۔ جنہوں نے عمر بھر عاجزی اختیار کئے رکھی اور کبھی کوئی ایسی بات نہ کی جس سے تکبر کی بو آتی ہو۔ اپنے لئے فقیر، درویش اور عاجز کے الفاظ استعمال فرماتے۔ ان الفاظ کا استعمال محض گفتگو تک ہی محدود نہ تھا بلکہ آپ کی عملی زندگی میں بھی کارفرما تھا۔ آپ کے حلقہ اثر میں نہ صرف کثیر التعداد عوام بلکہ بادشاہان وقت تک شامل تھے۔ لیکن آپ کے انکسار کا یہ عالم تھا کہ ادنیٰ آدمی بھی مجلس میں آ جاتا تو اسے سر آنکھوں پر بٹھاتے اور اس کی خدمت و تواضع میں مشغول ہو جاتے۔ اس شخص کو اس بات کا احساس تک نہ ہونے دیتے کہ وہ کتنی جلیل القدر ہستی کے سامنے حاضر ہے۔ ایک دفعہ شاہی فوج اجودھن کے قریب سے گزری تمام لشکر حضرت بابا صاحب کی قدم بوسی کے لئے شہر میں داخل ہو گیا اور حضرت کے گرد اتنا بے پناہ ہجوم ہوا کہ آپ اپنی خانقاہ کی چھت پر کھڑے ہو گئے اور تھوڑی دیر میں پیراہن مبارک دیوار کے ساتھ لٹکا دیا لوگ آتے تھے اور اسے چھو کر یا بوسہ دے کر نکل جاتے تھے۔ تھوڑی دیر میں پیراہن مبارک پارہ پارہ ہو گیا اور آپ مسجد میں تشریف لے آئے۔ لشکریوں کا ہجوم تھا کہ کم ہونے میں ہی نہ آتا تھا۔ آخر خلفاء و مریدین نے آپ کے گرد حلقہ باندھ لیا اور لوگوں سے کہا کہ دور سے زیارت کر کے آگے نکلتے جاؤ۔ زائرین میں سے ایک بوڑھا حلقہ توڑ کر حضرت

رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچ گیا اور آپ کی قدم بوسی کر کے عرض پیرا ہوا کہ اے شیخ اللہ نے آپ کو یہ مرتبہ عطا کیا ہے کہ بادشاہان وقت کو بھی نصیب نہیں۔ آپ یہ حلقہ بنا کر یہاں کیوں بیٹھے ہیں۔ مخلوق کو کیوں روک رکھا ہے یہ اللہ کے بندے ہیں۔ آپ کو تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ اس نے آپ کو ایسا مقبول خلائق بنایا ہے۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ بوڑھے کی زبان سے یہ کلمات سن کر بے اختیار رونے لگے اور اسے گلے لگا کر فرمایا "تو سچ کہتا ہے" پھر مریدوں کو حلقہ توڑ دینے کا حکم دیا۔ اپنی مجالس میں عام لوگوں کے ساتھ چٹائی پر بیٹھتے تھے کوئی کرسی یا مسند آپ کے نیچے نہ ہوتی تھی۔ ایک بار پاؤں میں کچھ تکلیف تھی۔ زمین پر نہیں بیٹھ سکتے تھے۔ مجبوراً مجلس میں ایک چارپائی پر تشریف فرما ہوئے۔ لیکن طبیعت میں انقباض محسوس فرماتے تھے اور حاضرین مجلس سے بار بار معذرت فرماتے تھے کہ مجبوری کی وجہ سے لوگوں سے بلند جگہ پر بیٹھا ہوا ہوں۔ حاضرین نے چشم پر آب ہو کر عرض کی "اللہ تعالیٰ آپ کو صحت عطا فرمائے ہماری صحت آپ ہی کی صحت کے ساتھ ہے۔"

مرید صادق حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے اس موقع پر یہ شعر پڑھا۔

جان جہانیاں توئی دشمن داں بود کسے
اے ہمہ دشمنان تو دشمن جان خویشتن

قناعت پسندی

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ طبعاً بڑے ہی قناعت پسند تھے۔ معاش اور گزر اوقات کے سلسلے میں آپ عمر بھر قانع رہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ مل جاتا اسی پر گزارہ کر لیتے۔ اکثر اوقات فاقہ کشی کرنا پڑتی ازدواجی زندگی اختیار کرنے پر بقیہ عمر اجودھن میں ایک کچے مکان اور خانقاہ میں بسر کی۔ اگر آپ چاہتے تو چشم زدن میں دولت کے انبار اکٹھے ہو سکتے تھے۔ کیونکہ آپ کے حلقہ ارباب میں عام لوگوں سے لے کر امراء اور بادشاہ تک شامل تھے۔ مگر

آپ کو اس طرح کرنے کی کبھی خواہش ہی پیدا نہ ہوئی بلکہ زندگی کا خاصا حصہ کئی کئی وقت کے فاقوں میں گزر گیا۔

حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ فقر و فاقہ میں خانقاہ کے درویش بھی آپ کے شریک حال تھے۔

سب درویشوں کے ذمہ کوئی کام ہوتا تھا کوئی جنگل سے لکڑیاں چن کر لاتا تھا۔ کوئی پیلو اور کریر کے پتے اور پھول وغیرہ لاتا۔ کوئی کپڑے دھوتا' کوئی پانی بھرتا اور کوئی کھانا پکاتا تھا۔ ہم سب کوشش کرتے تھے کہ سب لوگ سیر ہو کر کھانا کھالیں لیکن یہ کوشش کم کامیاب ہوتی تھی۔ جس دن سب کو پیٹ بھر کر کھانے کو ملتا وہ دن ہمارے لئے یوم عید ہوتا۔

حضرت باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ قرض لینے سے منع فرماتے تھے۔ آپ کا ارشاد تھا کہ بھوکے رہو مگر قرض مت لو اگر مقروض ہونے کی حالت میں اچانک موت آجائے تو قیامت کے دن گردن قرض کے بوجھ سے جھکی رہے گی۔ قرض اور فقر و توکل میں مشرق و مغرب کا فاصلہ ہے۔ درویش کے لئے قرض لینے کی بجائے فاقہ سے مرجانا بہتر ہے۔

حکایت

ایک دفعہ گھر میں نمک نہ تھا۔ حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے مرشد کی خاطر اپنی پگڑی گروی رکھ کر ایک بقال سے نمک قرض لے لیا اور کھانا (کریر کے پتے) پکا کر حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لے گئے۔ حضرت نے کھانے کے پیالے میں ہاتھ ڈالا تو ہاتھ میں گرانی محسوس ہوئی۔ ہاتھ کھینچ لیا اور فرمایا۔ ازیں بوئے اسراف می آید۔

حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ مرشد کی ناراضگی کے خوف سے کانپنے لگے اور عرض کی کہ اور تو سب چیزیں ہم لوگ جنگل سے لائے ہیں۔ نمک گھر میں موجود نہ تھا قرض لے کر کھانے میں ڈالا گیا ہے۔ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا! اس کھانے کو ہم میں سے کوئی بھی

نہیں کھا سکتا۔قرض لے کر کھانا پکانا درویشوں کے مسلک کے خلاف ہے۔

درویشی کا مطلب قناعت پسندی ہے

ارشاد ہوا کہ درویشی کے معنی قناعت کے ہیں۔درویش کے پاس جو کچھ آئے اس پر چون و چرا نہ کرے۔کیونکہ میں نے اولیاء کے حالات میں لکھا ہوا دیکھا ہے کہ ایک دفعہ حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کسی درویش سے ملنے کے لئے گئے۔درویش اور مالک بن دینار میں سلوک کے متعلق باتیں ہو رہی تھیں۔درویش نے دو جو کی روٹیاں نکالیں اور سامنے رکھ دیں۔وہ روٹیاں بالکل پھیکی تھیں۔حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اگر ان میں نمک پڑا ہوتا تو اچھا تھا۔درویش موصوف کی ایک لڑکی تھی۔اس نے مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کا یہ جملہ سنا تو فوراً برتن گروی رکھ کر بنئے کی دکان سے کچھ نمک لے آئی اور دونوں بزرگوں کے آگے رکھ دیا۔کھانے کے بعد مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے کہا۔"اس کو قناعت کہتے ہیں۔"

درویش کی لڑکی نے زمین چومی اور کہا اے خواجہ!اگر تم میں قناعت ہوتی تو میرا برتن بنئے کے ہاں گروی نہ رکھواتے۔اے مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ یہ قناعت نہیں ہے جو تم سمجھے ہوئے ہو۔ہمارا حال سنو آج سترہ سال گزر گئے ہم نے اپنے نفس کو نمک نہیں دیا ہے۔درویشی تم سے بہت دور ہے۔اس کے بعد یہ رباعی زبان مبارک پر آئی۔

چوں عمر درگذشت درویشی بہ — چوں کار قسمت است کم کوشی بہ
چوں ترس حیات است نمد پوشی بہ — چوں گفتہ نوشت است خاموشی بہ

جب عمر گزر گئی ہے تو درویشی بہتر ہے جب ہر کام قسمت کے تابع ہے تو کم کوشش بہتر ہے۔جب زندگی ایک ڈر ہے تو کمبل پوشی بہتر ہے جب ہر بات لکھی جا رہی ہے تو خاموشی بہتر ہے۔

پھر فرمایا ابھی خبر نہیں کہ درویشوں کے سروں پر کیسے کیسے آرے چلتے ہیں۔

شانِ استغناء

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ بڑے وسیع النظر اور بڑے فراخ دل تھے۔آپ

کا دل بڑا غنی تھا اس لئے آپ میں دنیا کے مال و دولت کا طمع بالکل نہ تھا۔ غرض یہ آپ دنیوی مال و متاع سے بالکل بے نیاز تھے آپ کی شان استغنا کا یہ عالم تھا کہ آپ نے زندگی بھر کسی سے کوئی چیز حاصل کرنے کے لئے ہاتھ نہ پھیلایا۔ اگر چہ آپ کے عقیدت مندوں اور مریدوں میں بڑے بڑے صاحب ثروت اور شاہان وقت تک شامل تھے۔ چند بار یوں ہوا کہ شاہان وقت نے آپ کو جاگیریں تک دینے کی پیش کش کی مگر انہیں قبول نہ فرمایا کیونکہ آپ طبعاً بہت غنی تھے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ اجودھن کے والی نے اپنے کارکنوں کے ہاتھ دو گاؤں کی مثال اور دو سو تنکہ نقد حضرت کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے بھیجے۔ کارکنوں کو حکم ہوا کہ بیٹھ جاؤ وہ بیٹھ گئے اور مال متاع سامنے رکھ دیا۔ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے مسکرا کر فرمایا کہ میں نے آج تک یہ چیز کسی کی قبول نہیں کی اور نہ یہ میرے خواجگان کی سنت ہے۔ واپس لے جاؤ اور کہو کہ اس کے طالب اور بہت ہیں ان کو دے دو۔ (راحت القلوب)

حکایت

ایک بار سلطان ناصر الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وزیر الغ خان کو (جو بعد سلطان غیاث الدین بلبن کے نام سے ہندوستان کے تخت پر بیٹھا) ایک کثیر رقم اور چار گاؤں کا فرمان دے کر آپ کی خدمت میں بھیجا کہ گاؤں کی جاگیر خاص آپ کے لئے اور نقد رقم آپ کے درویشوں کے اخراجات کے لئے نذر ہے۔ حضرت نے شان بے نیازی کے ساتھ جواب دیا کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے' نہ ہمارے خواجگان نے جاگیریں قبول کیں اور نہ میں کروں گا۔ اسے ان کو دو جو اس کے خواہش مند ہیں۔ الغ خان نے بہت اصرار کیا لیکن حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے رقم اور فرمان کو ہاتھ نہ لگایا۔

راحت القلوب میں اس ضمن میں آپ نے اپنے مرشد کا ایک فرمان بھی نقل کیا ہے۔

ارشاد مرشد

آپ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اپنے مرشد حضرت شیخ الاسلام قطب الدین بختیار

کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا کہ سلطان شمس الدین انار اللہ برہانہ کے وزیر دولت کے ساتھ آئے اور عرض پرداز ہوئے کہ سلطان نے چھ سات دیہات کی مثال اور کچھ چیزیں بطریق نذر ارسال کی ہیں۔ حضرت شیخ الاسلام نے تبسم فرما کر ارشاد کیا کہ اگر ہمارے خواجگان انہیں لے لیا کرتے تو ہمیں بھی عذر نہ تھا۔ مگر انہوں نے یہ رسم نہیں رکھی۔ ایسی صورت میں ہم ان کی متابعت نہ کریں گے تو کل بروز قیامت کس منہ سے ان کے سامنے جا سکیں گے۔

حکایت

ایک مرتبہ آپ نے اس سلسلے میں اپنے سلسلے کے بزرگوں کی حکایت بیان فرمائی۔

خواجہ شریف زندنی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کے پیرو مرشد تھے۔ چالیس سال تک خلق خدا سے کنارہ کش ہو کر خراسان میں خانہ نشین رہے۔ ان کی خوراک ان چالیس سالوں میں گھاس رہی۔ کبھی کوئی شخص ملاقات و زیارت کے لئے حاضر ہوتا تو خادم اسے تنبیہ کر دیتے کہ حضرت کے سامنے ہرگز دنیا کا ذکر نہ کرنا کہ پھر زیارت سے محروم ہو جاؤ گے۔ غرض یہ کہ اس ملک کا والی ایک دفعہ خدام خانقاہ کی خدمت کے لئے کچھ روز نقد لے کر بارگاہ میں حاضر ہوا۔ آداب بجا لایا اپنی خدمت کا اظہار کیا۔ حضرت خواجہ مسکرائے اور فرمایا اے دشمن خدا تجھے میرے ساتھ کیا دشمنی تھی کہ خدا کا دشمن (دنیا) میرے پاس لایا۔ یہ تو از راہ دوستی نہیں لایا۔ اسے واپس لے جا اور اس کے چاہنے والوں کو دے۔ یہ فرمایا اور جس چٹائی پر تشریف فرما تھے اسے اٹھایا اور کہا دیکھو۔ والی ملک اور اس کے آدمیوں نے دیکھا کہ چٹائی کے نیچے زر خالص کے دیناروں کی ایک نہر رواں ہے۔ سب اٹھے اور حضرت کے پاؤں پر گر پڑے۔ بہت معذرت کی خواجہ نے فرمایا۔ کتنا افسوس ان کم ہمت صوفیاء پر ہے کہ دوست کے اتنے کثیر خزانے ان کے قدموں میں ہوں اور پھر بھی وہ دنیا کے مردار مال کی طرف توجہ کریں۔

حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کا بیان

حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

کے پاس جو سونا چاندی اور نعمتیں آتی تھیں۔ آپ سب خرچ کر دیتے تھے۔ یہاں تک کہ جب آپ کا انتقال ہوا تو تجہیز و تکفین کا انتظام کرنا مشکل ہو گیا۔ چنانچہ وہ کچی اینٹیں جو قبر کے اندر لحد کے لئے ہوتی ہیں موجود نہ تھیں۔ اس کے لئے اس دروازے کو جو کچی اینٹوں کے ذریعے لگایا گیا تھا اکھاڑا گیا اور وہ کچی اینٹیں لحد میں لگائی گئیں۔

جود و سخا

حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ آپ کے جود و سخا کے بارے میں فرماتے ہیں کہ حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ جب اجودھن میں سکونت پذیر ہو گئے۔ آپ نے نان درویش اور دیگر ایسی چیزوں پر قناعت فرمائی جو اس دیار میں پیدا ہوتی تھیں۔ جیسے پیلو اور اس نوع کی دوسری اشیاء اس کے باوجود ان کے پاس بے حد و حساب لوگ آنے جانے لگے۔ خانقاہ کا دروازہ تخمیناً آدھی رات کو یا اس کے قریب کہیں بند ہوتا تھا۔ مطلب یہ کہ لگاتار کھلا رہتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے خانقاہ میں نقدی' کھانا اور دوسری نعمتیں موجود رہتی تھیں اور حضرت شیخ ہر آنے جانے والے کو ان میں سے اس کا حصہ عطا فرمایا کرتے تھے۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی شخص آپ کے پاس آیا ہو اور آپ نے اسے کوئی نہ کوئی چیز نہ دی ہو۔ کیا قوت تھی اور زندگانی! نبی آدم میں سے کسی شخص کو ایسی بات میسر نہیں ہوئی۔ اگر کوئی ایسا شخص آپ کی خدمت میں آتا۔ جو اس سے پہلے کبھی نہ آیا ہوتا اور دوسرا کوئی ایسا شخص آتا جو پہلے آ چکا ہوتا اور چند سال سے اس کی آپ سے راہ رسم ہوتی تو آپ دونوں سے ایک ہی طرح گفتگو کرتے ہیں اور دونوں پر یکساں طور پر لطف اور توجہ فرماتے۔

عفو و درگزر

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے مکارم اخلاق کا ایک درخشاں پہلو جذبہ عفو اور درگزر ہے۔ چونکہ آپ کو تبلیغ دین کے سلسلے میں بڑے بڑے سخت دشمنوں سے واسطہ پڑا۔ مگر آپ نے ان کی زیادتیوں سے ہمیشہ درگزر فرمایا آپ کا دل حب الٰہی کے باعث بالکل پاک صاف تھا۔ اس لئے آپ نے اپنے دل میں کبھی کسی کے خلاف کینہ اور بغض نہ رکھا۔ اگر کوئی دشمن

زیادتی کرتا تو اسے معاف کر دیتے۔

ایک دفعہ ایک شخص آپ کے قتل کے ارادہ سے خانقاہ میں آیا اور خرافات بکنے لگا۔ آپ اس سے نہایت محبت سے پیش آئے اور اس کی گالیوں کا جواب دُعا سے دیا پھر نہایت نرمی سے فرمایا۔

''بھائی میں نے تیرا کچھ نہیں بگاڑا جو تو یہ چھری بغل میں چھپائے ہوئے میرے قتل کے لئے آیا ہے۔ ایک مسلمان کو قتل کر کے کیوں اپنی عاقبت خراب کرتا ہے۔''

یہ سنتے ہی وہ شخص آپ کے قدموں پر گر پڑا آپ نے اسے گلے لگا لیا اور اس کی خطا معاف کر دی۔

سمجھانے کا نرالہ انداز

حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس زمانے میں اپنے خواجہ شیخ الاسلام فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہتا تھا تو وہاں چھ یا سات درویش آ گئے۔ وہ سب کے سب جوان' نو عمر اور خوبصورت تھے اور شاید خواجگان چشت رحمۃ اللہ علیہ کے خانوادۂ طریقت سے وابستہ تھے۔ انہوں نے شیخ کبیر' شیخ فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ ہمارے آپس کے کچھ شکوہ و شکایات ہیں۔ آپ اپنے کسی مرید کو حکم دیں کہ وہ ہمارے یہ شکوے سنے' حضرت شیخ نے مجھ سے فرمایا کہ تم جاؤ اور ان کے شکوے سنو۔ اسی طرح بدر الدین اسحاق سے بھی کہا' الغرض ان میں سے ایک درویش دوسرے سے اپنی شکایت بیان کرنے لگا اور حد درجے کی نرمی و لطافت سے یوں گویا ہوا کہ اس روز آپ نے یہ ارشاد فرمایا اور میں نے یوں عرض کیا۔ پھر آپ نے یوں فرمایا اور مجھے معلوم نہیں کہ میں آپ کی بات سمجھ نہیں سکا یا میں نے غلط جواب دیا۔ اس کا ساتھی بھی اسی طرح اس کی باتوں کا نرمی سے جواب دینے لگا اس نے اس سے کہا کہ آپ نے یوں فرمایا تھا میں غلطی پر تھا آپ حق پر تھے۔ مختصر یہ کہ وہ اسی طرح اور اسی انداز سے گفتگو کرتے رہے میں اور بدر الدین اسحاق ان کی خوش گفتاری سے اتنے متاثر ہوئے کہ ہم پر رقت طاری ہو گئی میں نے اپنے آپ سے کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیں تعلیم دینے کے لئے بھیجے گئے ہیں کہ آپس کے گلے شکوے

اس طرح بیان کرنے چاہئیں۔(فوائدالفواد)

رحم وشفقت

آپ بڑے رحم دل تھے۔اپنے پاس آنے والوں سے ہمیشہ بڑی شفقت سے پیش آتے اور اگر کسی کو تکلیف میں دیکھتے تو اس کی مدد کی کوشش کرتے۔کیونکہ مخلوق خدا پر رحم کرنا اچھے اخلاق میں سے ہے۔آپ کے نزدیک دوسروں سے ہمدردی اور شفقت سے پیش آنا بہت ضروری تھا کیونکہ درویش کا اصل مقصد دوسروں کے کام آنا ہے۔حضرت بابا فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ میں رحم کا جذبہ بہت نمایاں تھا۔

ہمدردی کا واقعہ

بیان کیا جاتا ہے کہ اجودھن کے ایک سرکاری ملازم پر وہاں کا حاکم بہت سختی کرتا تھا۔وہ بابا صاحب کے پاس فریادی ہوا آپ کا قلب گداز اس کی مصیبت کا حال سن کر بے چین ہو گیا۔آپ نے حاکم کے پاس پیغام بھیجا کہ فرید پر احسان کرو اور اس غریب کو تکلیف نہ پہنچاؤ۔حاکم پر آپ کی سفارش کا الٹا اثر ہوا اور وہ اس ملازم پر پہلے سے بھی زیادہ سختی کرنے لگا۔بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو علم ہوا تو آپ نے حاکم کو بددعا دینے یا اس کے خلاف بادشاہ کے پاس شکایت کرنے کی بجائے اس ملازم کو بلا کر کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم نے بھی کبھی کسی مظلوم کی فریاد نہ سنی ہو گی۔اس نے کہا بیشک میں بھی بہت سخت دل رہا ہوں اب توبہ کرتا ہوں کہ کسی پر ظلم نہیں کروں گا۔بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسے دعا دی۔چند دن کے بعد حاکم اس سے خوش ہو گیا اور اسے انعام واکرام سے نوازا پھر اس نے بھی بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عفو تقصیر چاہی اور آئندہ کسی پر ظلم نہ کرنے کا عہد کیا۔

حضرت نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ پر شفقت

حضرت نے مولانا نظام الدین بدایونی کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔میرے پاس بے شمار

درویش آئے لیکن بہت کم اس قاعدہ وقرار پر استقامت پذیر ہوئے ہیں۔ مگر مولانا نظام الدین وہ مرید ہیں جو بیعت کے وقت سے اسی مزاج واردات کے ساتھ اپنے اصول سے روگردانی کرنے نہیں پائے اور جب تک زندہ رہیں میری محبت میں ایک ذرہ بھی کم نہ ہونے دیں گے۔ بلکہ ہر روز اس میں اضافہ کریں گے۔ جب شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے یہ الفاظ شفقت فرمائے۔ مولانا نظام الدین قدموں میں گر پڑے۔ حضرت نے اسی وقت خرقہ خاص اور گلیم سیاہ عطا فرمائی اور یہ ارشاد فرمایا کہ میرے مریدوں میں مولانا نظام الدین کی شخصیت عالمگیر ہے اور ان کے مریدوں کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہ ہوگا۔ تمام جہان کو تابع کریں گے۔ (اسرار الاولیاء)

حکایت

ایک بار بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں چار درویش آئے اور نہایت گستاخانہ لہجہ میں گفتگو کرنے لگے۔ حضرت نے بالکل برا نہ مانا اور ان سے نہایت عجز وانکسار سے گفتگو فرماتے رہے۔ مقدور بھر انکی خدمت وتواضع بھی کی۔ جب وہ جانے لگے تو حضرت نے انہیں روکا کہ فقیر کو خدمت کا کچھ اور موقع دیں لیکن وہ نہ مانے آخر حضرت نے فرمایا کہ اگر آپ ضرور ہی جانا چاہتے ہیں تو بیابان والا راستہ اختیار نہ کریں۔ بلکہ فلاں راستہ سے جائیں۔ لیکن وہ درویش حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کے خیر خواہانہ مشورہ کو خاطر میں نہ لائے اور من مانی کر کے بیابان والے راستے پر ہو لئے۔ ان کے جانے کے بعد بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ زار زار رونے لگے جوش گریہ سے آپ کی گھگی بندھ گئی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ بیابان میں باد سموم کا ہولناک جھکڑ چلا۔ جس میں وہ چاروں درویش ہلاک ہو گئے اور آپ کا رونا جذبہ ترحم کے سبب سے تھا۔

سخاوت

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ بڑے سخی اور فیاض تھے۔ آپ کے جود وسخا کا یہ عالم تھا کہ جو میسر آیا اسے ہر وقت اللہ کی راہ میں دے دیا۔ کیونکہ آپ کا شمار ان اولیاء میں سے ہوتا ہے جو غریبوں' ناداروں اور محتاجوں کے بڑے ہمدرد اور ملجا تھے۔

آپ کی خانقاہ میں ایک لنگر خانہ تھا جس میں جو کچھ آتا اسے زائرین کی خدمت میں پیش کر دیا جاتا ہے کہ اس لنگر سے ایک مخلوق فیض اٹھاتی تھی۔فتوح کی ساری آمدنی ضرورت مندوں کی ضرورتیں پوری کرنے میں یا لنگر خانے میں صرف کر دیتے تھے۔لنگر خانے میں مہمانوں کے لئے عمدہ کھانے بھی پکواتے تھے اور ان کی خدمت و تواضع میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھتے تھے۔اگر گھر یا لنگر خانہ میں اور کچھ نہ ہوتا تو جو روکھی سوکھی خود کھاتے تھے۔وہی مہمانوں کی خدمت میں پیش کر دیتے۔سائل کو اپنا لباس تک اتار کر دینے سے بھی دریغ نہ فرماتے تھے۔زندگی میں لاکھوں ہاتھ میں آئے اور لاکھوں ہی اللہ کے نام پر لٹا دیئے۔اپنے یا اپنی اولاد کے لئے ایک حبہ تک باقی نہ رکھا۔

آپ کا ارشاد تھا کہ اللہ کی راہ میں جو کچھ بھی صرف کیا جائے اسراف نہیں ہے اور جو غیر اللہ کے لئے خرچ کیا جائے اسراف ہے۔بعض دفعہ مجلس میں تشریف فرما ہوتے کہ یکا یک دریائے سخاوت جوش میں آ جاتا اور مصلے کے نیچے ہاتھ ڈال کر مختلف قیمتوں کے سکے نکالتے اور حاضرین میں تقسیم کر دیتے۔کئی دفعہ نذر میں اس قدر مٹھائیاں آتیں کہ ان کا انبار لگ جاتا۔آپ یہ مٹھائیاں اجودھن کے بچوں اور درویشوں میں تقسیم کر دیتے اور اگر کچھ مٹھائی بچ جاتی تو لنگر خانہ میں مہمانوں کے لئے بھیج دی جاتی۔

آپ کا ارشاد

اسی سلسلے میں آپ نے فرمایا ہے کہ اے درویش! جب رسول اللہ کریم ﷺ نے دنیا کو آخرت کی کھیتی فرمایا ہے تو اس کا مطلب کیا ہے۔یعنی دنیا میں زراعت سخاوت کی کرے۔صدقہ دیں اور اس کا حاصل آگے بھیجیں۔دانہ سخاوت بوئیں گے تو قیامت کو نعمت کی فصل اٹھائیں گے۔دنیا میں کوئی چیز صدقہ اور سخاوت سے بڑھ کر نہیں ہے۔جس نے مرتبہ پایا سخاوت سے پایا۔

درویش کا وصف

جود و سخا کے بار ے میں آپ نے اسرار الاولیاء میں ایک مقام پر فرمایا ہے کہ درویش

اسے کہتے ہیں جو روزانہ فتوحات کو شام تک خرچ کر دے۔ یہاں تک کہ رات کے لئے کوئی رقم باقی نہ ہے اور اگر رات ہے تو دن کے لئے کچھ باقی نہ رہے۔ سب اللہ کی راہ میں خرچ کر دے۔ ایسے لوگ درویش کہلانے کے مستحق نہیں ہوتے ہیں۔ جو لنگوٹی باندھ کر چڑے کی تھیلی گلے میں ڈال کر گلی گلی روٹی کے دو لقموں کی خاطر پھرتے رہتے ہیں اور اپنے جیسے انسانوں کے سامنے دست سوال دراز کرتے ہیں۔ بلکہ ایسے لوگ درویشی کا سرمایہ ناز ہیں جو اپنے مسند سے جدا نہیں ہوتے اور لطیف لباس زیب تن کرتے ہیں اور جو موجود ہو اس سے کھانا تیار کرا کے درویشان خدا کی تواضع کرتے ہیں اور کچھ بچا کر نہیں رکھتے۔ جو ملتا ہے اسے آگے پہنچا دیتے ہیں۔

حکایت

آپ نے فرمایا کہ جس زمانے میں میں بغداد کا سفر کر رہا تھا۔ شیخ اجل سنجری رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوگئی۔ بزرگ اور باہیبت شخص تھے۔ میں ان کے جماعت خانے میں گیا اور سلام بجا لایا۔ انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور میری طرف دیکھ کر بولے! ''آؤ شکر عالم خوب آئے بیٹھو'' میں بیٹھ گیا۔ وہ میرے فوراً حکم پر بیٹھ جانے سے خوش ہوئے۔ میں ان کی خدمت میں کئی دن تک رہا۔ لیکن ایک دفعہ بھی نہ دیکھا کہ کوئی ان کی خانقاہ سے محروم گیا ہو۔ اگر کچھ نہ ہوتا تو سوکھے چھوارے ہی ہاتھ پر رکھ دیتے اور دعا کرتے کہ خدا تعالیٰ تیرے رزق میں برکت دے۔ شہر کے لوگ کہا کرتے تھے کہ جس کو شیخ نے کھجور دی وہ عمر بھر کسی کا محتاج نہ ہوا۔

حلم اور نرم مزاجی

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ بڑے حلیم طبع اور نرم مزاج تھے۔ آپ کو زندگی میں کئی سخت مزاج غیر مسلموں سے واسطہ پڑا لیکن آخر وہ آپ کی نرم مزاجی سے متاثر ہو کر آپ کے گرویدہ ہو گئے۔ آپ کے خلاف اگر کوئی شخص سخت الفاظ استعمال کرتا تو آپ اس کا جواب ہمیشہ نرم الفاظ میں دیتے۔ غرض یہ کہ آپ نے زندگی کے ہر موڑ پر تحمل اور بردباری سے کام لیا کیونکہ غصے والے سے نرم مزاجی سے پیش آنا حضور علیہ السلام کی عین سنت ہے۔ آپ کا حلم ہی آپ کی شہرت دوام کا

باعث بنا۔

آپ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ آپ بڑے شیریں زبان تھے۔ اسی شیریں زبان کی بناء پر آپ نے دوست اور دشمن سے کے دل موہ لئے جو شخص آپ کی مجلس میں آتا آپ کی خوش کلامی سے بے حد متاثر ہوتا۔ بعض اوقات آپ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے لوگ آپ کی شیریں باتیں سنتے ہوئے گھنٹوں نہ تھکتے تھے۔ آپ کا لقب گنج شکر بھی اسی وصف کا مظہر اور مصداق ہے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ تاریخ میں لکھتے ہیں کہ تین اوقات میں رحمت الٰہی نازل ہوتی ہے۔ سماع کے وقت اور کھانا کھاتے وقت جو طاعت کے لئے قوت پیدا کرنے کی نیت سے کھایا جائے اور درویشوں کے صفا قلب کے وقت۔ اس گفتگو کے اثناء میں چھ سات جوان وخوردسال درویش خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ ہم میں کچھ قضیہ ہے۔ حضور اپنے یاروں میں سے کسی کو حکم دیں کہ وہ ہماری باتیں سن لیں۔ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے اس کام پر متعین فرمایا اور مولانا بدرالدین اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کو میرے ساتھ کیا' چنانچہ ہم نے تعمیل ارشاد کی اور انہوں نے نہایت نرمی کے ساتھ ایک دوسرے سے کہنا شروع کیا کہ فلاں روز تم نے ایسا کہا تھا اور میں نے یہ جواب دیا تھا وغیرہ وغیرہ مجھ پر اور شیخ بدرالدین اسحاق رحمۃ اللہ علیہ پر ان کی تقریر کے لطف سے گریہ طاری ہو گیا اور ہم نے اپنے دل میں خیال کیا کہ یہ فرشتے ہیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہماری تعلیم کے واسطے بھیجا ہے کہ جھگڑوں کو اس طرح طے کرنا چاہئے۔ یہ کیفیت شیخ الاسلام کو بھی معلوم ہوئی وہ بھی چشم پرآب ہوئے اور بولے بے شک ایسے موقع پر یہی چاہئے کہ گردن کی رگ نہ ابھرے اور غصے کا اثر تک ظاہر نہ ہو

حکایت

حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے شیخ الاسلام فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک چھری نذر کی۔ حضرت شیخ الاسلام نے وہ چھری واپس کر دی اور فرمایا کہ میرے پاس چھری نہ لاؤ' سوئی لاؤ' چھری کاٹنے والا آلہ ہے اور سوئی جوڑتی اور

پیوند لگاتی ہے۔(فوائد الفواد)

حکایت

آپ کے حلم اور نرم مزاجی کے متعلق حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حکایت یوں بیان فرمائی ہے کہ ایک مرتبہ ایک بوڑھا آدمی شیخ الاسلام فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آیا اور کہا کہ شیخ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تھا اور وہاں میں نے آپ کو دیکھا تھا۔شیخ اسے شناخت نہ کر سکے جب اس نے اپنا مزید تعارف کرایا تو پھر آپ نے اسے پہچان لیا۔وہ بوڑھا آدمی ایک نوجوان کو اپنے ساتھ لایا تھا وہ اس کا بیٹا تھا۔اس دوران میں ایک بات سے دوسری بات چل پڑی۔اس لڑکے نے نہایت بے ادبی سے اس بحث میں دخل دیا اور وہ گستاخی سے حضرت شیخ کے ساتھ بحث کرنے لگا۔جب اس کی آواز بلند ہوئی تو شیخ کی بھی آواز بلند ہوئی۔حضرت نظام الدین اولیاء فرمانے لگے کہ میں اور حضرت شیخ کے فرزند مولانا شہاب الدین دونوں دروازے کے باہر بیٹھے ہوئے تھے۔جب کافی شور ہوا ہم اندر آ گئے وہ لڑکا اسی طرح بے ادبی سے گفتگو کر رہا تھا۔مولانا شہاب الدین نے آگے بڑھ کر اس لڑکے کو تھپڑ مارا' لڑکے نے غصے میں آ کر مولانا شہاب الدین سے بدتمیزی کرنی چاہی میں نے اس لڑکے کا ہاتھ پکڑ لیا'اس اثنا میں شیخ کبیر قدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ تم سب آپس میں صلح وصفائی کر لو۔

بعدازاں مولانا شہاب الدین ایک اچھا سا کپڑا اور کچھ نقدی لائے اور اس بوڑھے اور اس کے بیٹے کو دی وہ دونوں خوش ہو گئے اور واپس چلے گئے۔(فوائد الفواد)

حکایت

حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کی نرم مزاجی کے متعلق ایک روایت حضرت نظام الدین اولیاء نے یوں بیان فرمائی ہے کہ ایک مرتبہ ایک طالب علم جس کا نام شرف الدین تھا۔اچھی خاصی اہلیت وصلاحیت کا مالک تھا۔ایک روز وہ شیخ کبیر حضرت شیخ فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا۔شیخ نے اس سے پوچھا تمہارے پڑھنے پڑھانے کا کیا حال ہے؟ اس نے جواب دیا کہ اس

وقت تو میں سب کچھ بھول گیا ہوں۔ حضرت شیخ پر یہ بات گراں گزری۔ چنانچہ جب وہ باہر گیا آپ حاضرین کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا یہ مرد باصلاحیت اونچی ہوا میں چلا گیا۔ (فوائد الفواد)

بیٹے کو نرمی سے سمجھانے کا واقعہ

حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ الاسلام فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ کے ایک صاحبزادے تھے جو دوسروں سے بڑے تھے۔ وہ شیخ الاسلام قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ العزیز کے مزار کی پائنتی میں گئے۔ وہاں سر منڈایا لوگوں نے یہ خبر شیخ فرید الدین نوراللہ مرقدہ (اللہ آپ کی قبر کو پرنور کرے) تک پہنچائی' آپ نے فرمایا کہ شیخ قطب الدین طاب اللہ ثراہ (اللہ ان قبر کو خوشگوار بنائے) ہمارے آقا و مخدوم ہیں۔ لیکن اس بیعت کو صحیح قرار نہیں دیا جا سکتا۔ ارادت و بیعت یہ ہے کہ کسی شیخ اور مرشد کا ہاتھ پکڑ لیا جائے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ذوقِ سماع

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کو سماع کا بہت شوق تھا۔ چونکہ آپ کا تعلق سلسلہ عالیہ چشتیہ سے ہے اور سلسلہ چشتیہ کے اشغال میں سماع کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ اس لئے آپ کو سماع کا خصوصی شغف تھا آپ کے پیرو مرشد حضرت بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی سماع سے گہرا شغف تھا۔ اسی طرح حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار سلسلہ چشتیہ کے ان بزرگوں میں ہوتا ہے۔ جنہوں نے پاک و ہند میں سماع کے فروغ کی بنیاد رکھی۔ اس لئے حضرت بابا فرید اپنے بزرگان دین کی اتباع میں سماع کی محافل میں حاضر ہونے کو عین سعادت تصور کرتے تھے۔

آپ کے ملفوظات میں سماع کے متعلق آپ کے کافی ارشادات موجود ہیں۔ جن میں طالبان کو سماع کی ترغیب دی گئی ہے۔ راحت القلوب میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ آپ کی مجلس میں سماع کے متعلق بات چیت شروع ہوگئی۔ اس مجلس میں سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء' حضرت شیخ جمال الدین ہانسوی' حضرت بدرالدین شمس دبیر اور مولانا شمس الدین برہان رحمتہ اللہ علیہم اور کچھ دیگر حضرات موجود تھے۔ حضرت شیخ جمال الدین ہانسوی نے فرمایا کہ سماع دلوں کے لئے موجب راحت ہے۔ اس سے اہل محبت کو جو دریائے آشنائی میں تیرتے رہتے ہیں۔ جنبش و حرکت ہوتی ہے۔ شیخ الاسلام نے جواب دیا "بیشک عاشقوں کی رسم یہی ہے کہ جب محبوب کا نام سنتے ہیں' مزہ لیتے ہیں۔" اس پر شیخ بدرالدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کی کہ "حضرت! سماع والوں پر بے ہوشی طاری ہو جاتی ہے؟" شیخ الاسلام نے فرمایا "جس دن سے وہ ندائے اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ

کے وقت تمام روحیں ایک جگہ تھیں یا علیحدہ علیحدہ؟ فرمایا! ''سب ایک جگہ تھیں۔'' سوال ہوا'' پھر یہ ہندو' یہودی' آتش پرست وغیرہ کیسے بن گئے؟'' شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد کیا'' امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جب حضرت حق نے ندائے اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ بلند کی تو تمام روحیں برابر برابر تھیں' لیکن اس کے سنتے ہی چار صفیں ہو گئی۔ پہلی صف نے دل و زبان دونوں سے کہا'' بلیٰ' یعنی بے شک تو ہمارا پروردگار ہے اور فوراً سجدے میں گر پڑی۔ اس میں انبیاء' اولیاء صدیقین اور صالحین تھے۔

دوسری صف نے دل سے تسلیم کیا' مگر زبان سے نہ کہا۔ البتہ سجدہ اس نے بھی کیا۔ یہ وہ ہیں جن کی پیدائش کفار میں ہوئی' مگر خاتمہ ایمان و اسلام کے ساتھ ہوا۔ تیسرے گروہ نے زبان سے کہا مگر ان کے دل کو قبول نہ ہوا۔ سجدہ تو وہ کر گئے مگر پھر پچھتائے کہ یہ کیا جہالت کی۔ یہ مسلمان پیدا ہوئے اور کافر مرے۔ عیاذاً باللہ منہا۔

چوتھی صف نے نہ دل سے کہا اور نہ زبان سے اور سجدے میں بھی شریک نہیں ہوئے۔ یہ اول و آخر شرف اقرار سے محروم رہے۔''

جب شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ یہاں تک بیان کر چکے تو پھر پہلی بحث شروع ہوئی۔ فرمایا کہ سماع میں جو لوگ بے ہوش ہو جایا کرتے ہیں یہ وہی ہیں جو ندائے اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ سن کر بے ہوش ہو گئے تھے۔ وہی چیز ان میں اب تک موجود ہے جب دوست کا نام سنتے ہیں تو حیرت اور ذوق اور بے ہوشی کا ظہور ہونے لگتا ہے اور یہ سب معرفت کی باتیں ہیں۔ یعنی جب تک دوست کی شناخت نہ ہو جائے۔ خواہ ہزار سال عبادت کرتا رہے اس میں لطف نہیں آئے گا۔ کیونکہ اسے معلوم نہیں کہ اطاعت کس کی کر رہا ہوں اور اطاعت کا مقصود یہی ہے کہ اہل سلوک و اہل عشق کہہ گئے ہیں۔ کلام مجید میں ہے۔ (مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ) اس کے معنی امام زاہد لکھتے ہیں کہ'' نہیں پیدا کیا جن وانس کو' مگر اس واسطے کہ وہ بندگی کریں۔'' اہل سلوک کا قول ہے کہ لِیَعْبُدُوْنَ اَوْ لِیَعْرِفُوْنَ یعنی عبادت کرنے کے لئے یا معرفت کے لئے کیونکہ جب تک معرفت نہ ہو گی لطف عبادت کیا ملے گا۔ عشق مجازی میں دیکھ لو جب تک کوئی کسی کو دیکھتا نہیں عاشق نہیں ہوتا اور عاشق

ہونے کے بعد محبوب کے متعلقین کی مدد کے بغیر محبوب تک رسائی نہیں ہوتی۔اسی طرح حقیقت اور طریقت کا حال ہے کہ جب تک خدائے عزوجل کو نہیں پہچانتا اور اس کے اولیاء سے دوستی نہیں کرتا۔یعنی اپنے آپ کو ان کے پلے سے نہیں باندھ دیتا اطاعت وعبادت میں کیفیت نہیں پاتا۔''

اس کے بعد شیخ الاسلام ذکراللہ بالخیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ندائے اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ سے مراد یہی شناخت دوست ہے۔یکا یک محمد شاہ نامی حضرت اوحد کرمانی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے ایک قوال بھی اپنی ٹولی کے ساتھ آ گیا۔شیخ جمال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ بدرالدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ حاضر تھے۔حضرت نے قوالوں سے فرمایا کچھ سناؤ انہوں نے گانا شروع کیا' شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کھڑے ہو گئے اور رقص کرنے لگے۔ایک دن اور ایک رات یہی حالت طاری رہی۔نماز کے وقت نماز پڑھ لیتے اور پھر سماع میں آ جاتے۔غزل یہ تھی۔

ملامت کردن اندر عاشقی است
ملامت کے کند آں کس کہ بیناست
نہ ہر تو دامنے را عشق زیبد
نشان عاشقی از دور پیداست
نظامی ناتوانی پارسا باش
کہ نور پارسائی شمع دلہاست

اوصاف عاشقی میں ملامت کرتا ہے صاحب نظر کیسے ملامت کر سکتا ہے۔

نہ ہر تر دامن کو عشق زیب دیتا ہے۔کیونکہ نشان عاشقی تو دور سے نظر آتا ہے۔

اے نظامی ہمت ہے تو پارسا بن اس لیے کہ پارسائی کا نور دلوں کی شمع ہے۔

جب ہوش میں آئے تو سلوک پر گفتگو چھڑ گئی۔فرمایا اہل سماع وہ لوگ ہیں جن پر حالت تحیر واستغراق میں اگر سو ہزار تلواریں چلائی جائیں تو بھی انہیں مطلق خبر نہ ہو۔جس وقت انسان دوست کی محبت میں محو ہوتا ہے اسے دنیا و مافیہا کی خبر نہیں رہتی۔کوئی آئے کوئی جائے وہ نہیں جانتا کہ کیا ہوا۔(راحت القلوب)

حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ یہ فقیر درویشوں کی ایک مجلس سماع میں موجود تھا۔ قوالوں کے یہ دو شعر مجھے یاد رہے ہے۔ جتنی دفعہ وہ یہ شعر کہتے رہے مجھ پہ ایسی حالت اور حیرت طاری ہوتی رہی کہ اگر دیگر لوگ ۱۰۰ سال لگے رہیں تو نہ پا سکیں۔ وہ ابیات یہ ہیں۔

ابیات :

آں عشق کہ بود کم نہ گردد   تا باشد ازاں قدم نگردد

عشقی کہ نہ عشق جاوداں است   بازیچہ شہوت جوان است

عشق میں کمی واقع نہ ہو۔ جب تک زندہ رہو قدم واپس نہ ہوں۔ وہ عشق جو عشق لازوال نہیں وہ جوان کی ہوسناک خواہش ہی کہا جا سکتا ہے۔ (اسرار الاولیاء)

پھر فرمایا! اے درویش! ایک دفعہ میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی و خواجہ حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس مبارک میں حاضر تھا۔ دونوں بزرگ مجلس سماع میں تشریف فرما تھے اور سماع کے اثر سے متاثر ہو کر ایک دن رات عالم وجد میں رہے۔ مگر نماز کے وقت نماز ادا کرتے۔ اس دوران انہوں نے اس فقیر کا ہاتھ پکڑا ہوا میں چلے گئے اور ہوا میں بھی عالم سرمستی میں رہے اور قوال یہ قصیدہ پڑھ رہے تھے۔

ابیات :

من آں نیم کہ از عشق تو پائے پس آرم   اگر بہ تیغ کشندم در تو نگذارم

مپرس از شب ہجراں چگو نہ می گذرد   مبادا ہیچ کسے را قوی است دشوارم

من از جمال تو اے سرد باغ تا دیدم   ہوس نہ شد کہ گہی دل رود بہ گلزارم

اگر دہندم بفردا بہشت باہمہ چیز   بجز نخرم من کہ مست دیدارم

میں ایسا عاشق نہیں ہوں کہ تیرے عشق سے گریز پائی اختیار کروں۔ اگر مجھے تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں تیرے دروازے کو نہ چھوڑوں گا۔ شب جدائی کا حال نہ پوچھ کہ کیسے گزرتی ہے۔ کسی شخص کو ایسی مشکل سے اللہ دوچار نہ کرے۔ اے باغ حسن و جمال کے سرو خراماں اس نے جب سے تیرے جمال کا دیدار کیا ہے مجھے گلزار میں جانے کی خواہش نہیں ہوئی۔ قیامت کے دن

اگر مجھے بہشت اور لوازمات بہشت کی پیشکش کی گئی تو میں اسے ہرگز نہ لوں گا کیونکہ میں تو آرزو مند دیدار ہوں۔(اسرارالاولیاء)

پھر فرمایا! دہلی میں ایک بزرگ صاحب نعمت اور عشق کے زخم خوردہ درویش سے میری ملاقات حوض شمسی پر ایک سماع کی مجلس میں ہوئی۔ یہ دو بیت میں نے ان سے سنے اور اس قدر محظوظ ہوا کہ آج تک ایسا حظ کبھی نہیں اٹھایا۔ وہ دو شعر یہ ہیں۔

بیت:

عشق تو بہم جان مرا رسوا کرو — واندر طلب جمالی تو شیدا کرد

دروے کہ زعشق تو بدل پنہاں بود — آن جملہ زشوق تو رخم پیدا کرد

''اے محبوب! تیرے عشق نے میری جان کو رسوا کر دیا اور تیرے حسن کی طلب میں اسے شیدا کر دیا۔ وہ درد جو تیرے عشق کی وجہ سے دل میں پوشیدہ تھا۔ تیرے اشتیاق دید سے اب میرے چہرے کی زینت بن گیا۔''(اسرارالاولیاء)

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ آپ پر ایک ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ آپ نے حاضرین سے فرمایا کہ اگر اس وقت قوال ہوتے تو ہم کچھ سنتے۔ اتفاق سے اس روز قوال موجود نہ تھے۔ مولانا بدرالدین اسحاق رحمۃ اللہ علیہ ان مکتوبات اور رقعات کو جو خریطے میں تھے ملاحظہ کر رہے تھے۔ ایک خط نکل آیا جسے انہوں نے حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیا۔ فرمایا تم خود پڑھو۔ مولانا ایستادہ ہو گئے اور پڑھنے لگے۔ ''فقیر حقیر ضعیف نحیف محمد عطا کہ بندہ درویشان است واز سر و دیدہ خاک قدم ایشاں۔'' اس قدر سننا تھا کہ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کو وجد ہو گیا اور یہ رباعی پڑھنے لگے۔

آں عقل کجا کہ از کمال تو رسد — واں دیدہ کجا کہ در جمال تو رسد

گیرم کہ تو پردہ برگرفتی زجمال — آں روح کجا کہ درجلال تو رسد

شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ پر اسی حالت میں ایک رات دن گزر گیا۔(راحت القلوب)

سلطان المشائخ رحمتہ اللہ فوائد الفواد میں فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ الاسلام گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں بارہ سال کا تھا اور ایک نعت کی کتاب پڑھتا تھا۔ ان دنوں میں ایک شخص

ابوبکر قوال نامی ایک شخص میرے استاد کی خدمت میں آیا اور وہ غالباً ملتان کی طرف سے آیا تھا۔اس نے اپنے سفر کی حکایت بیان کرتے ہوئے کہا کہ میں نے حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں سماع کیا ہے اور میں یہ قوال ان کے سامنے کہتا تھا۔

كُلُّ صُبْحٍ وَكُلُّ اَشْرَاقِىْ   بعبك عَيْنِىْ يَدْمَعُ مُشْتَاقِ

قَدْلَسعت حَيَّةِ الْهَوٰى كَبِدِىْ   فَلَاطَبِيْبُ لَّهَا وَلَا رَاقِ

اِلَّا الْحَبِيْبُ الَّذِىْ قَدْ شَغَفَتْ   فخندہ رُقِيَتِىْ وَتِرِيَاقِ

ازمار غمش پذندہ دارم جہرے   کو رانکند ہیچ فسون گر اثرے

خبر دوست کہ من شیفتہ غم ویم   افسون علاج من چہ داندد گرے

(دوست کے غم کے سانپ نے میرے جگر کو کاٹ لیا ہے جس پر کوئی منتر نہیں چلتا۔جس دوست پر میں شیفتہ ہوں اس کے سوا میرا علاج کون جانتا ہے۔)

کرامات حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ

اللہ والوں کے ایسے افعال جن سے ان کی بزرگی اور فضیلت ظاہر ہو جائے کرامت کہلاتے ہیں۔ جس طرح ولایت فیضان نبوت سے ہے اسی طرح کرامت بھی معجزات ثبوت کا عکس ہوتی ہے۔ یعنی ولی کی کرامت نبی کے معجزے کا عکس ہے معجزے کا ظہور پیغمبر سے ہوتا ہے۔ جبکہ کرامت اللہ کے اولیاء سے ظہور پذیر ہوتی ہے۔ کرامات کی بے شمار صورتیں ہیں مگر کرامت خواہ کیسی ہو اس کا شریعت کی حدود کے مطابق ہونا ضروری ہوتا ہے اور کرامات اولیاء برحق ہیں۔

حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی ولایت خواجگان چشت کے اکابر اولیاء میں شمار ہوتی ہے۔ اس لئے یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ آپ سے بے شمار کرامات کا اظہار ہوا۔ اگرچہ آپ کشف و کرامت کے اظہار کو پسند نہ کرتے تھے مگر آپ کے نزدیک کشف و کرامات کا ظاہر ہو جانا اس وقت بالکل جائز ہے۔ جبکہ صوفی راہ ولایت کے تمام مدارج طے کر چکا ہو۔ بہرکیف اللہ اپنے اولیاء کی بزرگی کو جب عوام الناس میں ظاہر کرنا چاہتا ہے تو اللہ کی قدرت سے اولیاء اللہ سے کرامات کا اظہار ہونے لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عنایات اور کرم کی بدولت حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ سے بے شمار کرامات کا اظہار ہوا۔ جو آپ کے سوانح نگاروں نے مختلف کتب میں درج کر رکھی ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جب آپ سے کثرت سے کشف و کرامات سرزد ہونا شروع ہو گئیں تو ایک دن آپ کے عظیم ہم عصر بزرگ حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی نے آپ کو لکھ بھیجا کہ یہ

آپ کیا کر رہے ہیں۔ اہل اسرار کا یہ شیوہ نہیں کہ وہ اسرار الٰہی کو ظاہر کریں۔ اس پر حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ برادر مکرم بندہ اسرار الٰہی کو ظاہر کرنے سے حتیٰ الوسع اجتناب کرتا ہے۔ لیکن بسا اوقات دل کے ہاتھوں مجبور ہو جاتا ہے کہ اس میں اسرار الٰہی کے پوشیدہ رکھنے اور ظاہر کرنے کا احساس ہی نہیں رہا ہے۔ دل اسرار الٰہی سے بعض اوقات اتنا معمور ہو جاتا ہے کہ تجلیات قلب خود بخود کشف کرامات کی صورت بن کر ظاہر ہو جاتی ہیں۔

غرض کہ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ سے عالم بے خودی اور استغراق میں زیادہ تر کرامات ظاہر ہوئیں۔ آپ کی کرامات میں سے جو مختلف تذکروں میں موجود ہیں چند ایک پیش خدمت ہیں۔

خستہ کھجوروں کا اشرفیاں بن جانا

ایک دن کچھ درویش حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ہم مسافر ہیں۔ زاد راہ ختم ہو گیا ہے اور سفر بہت باقی ہے۔ بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سامنے پڑی ہوئی کچھ خستہ کھجوریں ان کو دے کر فرمایا "جاؤ اللہ تمہارا سفر پورا کرے گا۔" درویش مایوس ہو گئے اور باہر نکل کر ان کھجوروں کو پھینکنا چاہا' لیکن یکا یک دیکھا کہ کھجوریں اشرفیوں کی صورت میں بدل گئیں۔ اپنی مایوسی پر پشیمان ہوئے اور بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دعائیں دیتے وہاں سے رخصت ہوتے۔

باکمال کشف کا واقعہ

ایک درویش شہاب الدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ جو شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں میں سے تھے۔ حاضر خدمت ہوئے اور سر زمین پر رکھ کر حسب حکم بیٹھ گئے۔ انہیں والی لاہور نے سو دینار دے کر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھیجا تھا کہ یہ دینار حضرت کی نذر کر دیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے چھوٹتے ہی فرمایا "لاؤ" انہوں نے (حالانکہ ان کے پاس پورے دینار موجود تھے) پچاس دیے۔ شیخ الاسلام متبسم ہوئے اور کہنے لگے شہاب نے خوب برادرانہ تقسیم کی۔ درویش کو ایسا نہ کرنا

چاہیے۔شہاب بہت خجل ہوئے اور فوراً سو دینار حاضر کر دیے۔شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد کیا کہ اگر میں تمہیں یہ تادیب نہ کرتا تو تم اپنے راستے سے بھٹک جاتے اور ہرگز مقصد تک نہ پہنچ پاتے۔یہ کہہ کر کل دینار انہیں عطا کر دیے اور کہا کہ تجدید بیعت کرو۔کیونکہ پہلی بیعت میں خلل پڑ گیا۔دوبارہ بیعت لینے کے بعد فرمایا جاؤ اور جس کسی کو کلاہ دینی ہو دو کام تمہارا پورا ہو گیا۔

آپ سے بیعت کے پاکیزہ اثرات

حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ایک شخص تھا جس کا لقب سراج الدین تھا اور وہ ابوہرکار رہنے والا تھا۔جو مشرقی پنجاب میں ایک قصبہ ہے جس روز میں ابوہر پہنچا تو اس کے گھر میں ٹھہرا۔وہ اور اس کے عزیز واقارب ہر دو شیخ فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت و ارادت رکھتے تھے۔مگر اس روز اس قصبے کے بعض باشندوں نے مذکورہ بالا سراج الدین کی بیوی کے رشتہ داروں سے جھگڑا کیا اور اس جھگڑے میں بڑی نازیبا باتیں کیں۔اس عورت پر الزامات بھی لگائے۔اس پر اس عورت نے جواب دیتے ہوئے کہا سوچو تو سہی تم جو کچھ میرے بارے میں کہہ رہے ہو۔اس کا تعلق حضرت کی بیعت کرنے سے پہلے کے زمانے سے ہے یا بعد کے زمانے سے!حضرت خواجہ نے جب یہ حکایت بیان کرتے ہوئے ان الفاظ پر پہنچے تو فرمایا!

اس عورت نے کتنی اچھی بات کہی۔غرض کہ آپ کی ارادت میں آنے سے وہ گناہوں سے تائب ہو چکی تھی۔

حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ پر نگاہِ کرم کا واقعہ

جب شیخ الاسلام فرید الدین قدس سرہ العزیز بیمار ہوئے تو مجھے کئی بار ان شہدا کی زیارت کو بھیجا جو وہاں مدفن تھے۔جب میں ان کی زیارت کے بعد خدمت میں حاضر ہوتا تو فرماتے کہ تمہاری دعا نے کوئی اثر نہیں کیا۔مجھ سے اس کا کوئی جواب بن نہ آتا۔میرا ایک دوست تھا جسے علی بہاری کہتے تھے۔وہ کچھ دور کھڑا تھا اس نے کہا کہ ہم ناقص ہیں اور آپ کی ذات مبارک شیخ کامل ہے۔ناقصوں کی دعا کاملوں کے حق میں کیسے اثر کر سکتی ہے۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ اس کی یہ بات حضرت شیخ نے نہ سنی میں نے بعینہ وہی بات ان کی سماعت مبارک تک پہنچادی۔ انہوں نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ جو بھی خدا سے طلب کرو پالو۔

بعدازاں اسی روز حضرت شیخ نے مجھے عصا دیا اور مجھ سے ارشاد کیا کہ تم بدرالدین اسحاق علیہ الرحمتہ کے پاس جاؤ اور فلاں احاطے میں جا کر عبادت کرو۔ میں اور وہ دونوں وہاں گئے اور رات بھر عبادت میں مشغول رہے۔ جب ہم واپس ان کی خدمت میں آئے تو انہوں نے فرمایا بہت اچھا ہوا۔

جانور پر تصرف کی کرامت

سیر الاقطاب کے مصنف نے لکھا ہے کہ دیپالی پور کے قصبے میں ایک ایسا حاکم تھا جو شکار کا بڑا گرویدہ تھا۔ اس کے پاس ایک خاص قسم کا شکاری باز تھا اس نے اپنے امیر شکار کو حکم دے رکھا تھا کہ اس باز کو شکار پر کبھی نہ چھوڑنا ایسا نہ ہو کہ ایک دفعہ اڑ کر یہ واپس نہ آئے۔ اگر تم نے کوتاہی کی تو میں تمہیں قتل کر دوں گا۔ ایک دن وہ امیر شکار کے لئے اپنے دوستوں کے ساتھ صحرا میں سے گزر رہا تھا دریا کی طرف سے کچھ مرغابیاں اڑتی ہوئیں گزریں۔ اس نے دوستوں کے کہنے پر اپنے باز کو شکار پر چھوڑا۔ باز اڑتا ہوا نظروں سے غائب ہو گیا امیر شکار بڑا پریشان ہوا اور زار زار رونے لگا۔ آخر گرتے پڑتے شیخ فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بڑی بے چینی سے اپنا واقعہ سنایا۔ حضرت شیخ نے اسے تسلی دی۔ محبت سے پاس بٹھایا اور تمام دوستوں کے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلایا۔ کھانا کھا چکے تو آپ نے امیر شکار کو بلا کر اپنے گھر کی دیوار کی طرف اشارہ کر کے بتایا دیکھو یہ باز تمہارا تو نہیں۔ امیر شکار خوشی سے کودا اور باز کو جا کر پکڑ لیا اور بڑا خوش دیپال پور کے حاکم کے پاس گیا اور سارا واقعہ سنایا۔ دیپالپور کا حاکم اسی وقت اٹھا اور امیر شکار کو ساتھ لے کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مرید ہو گیا' تارک دنیا بن گیا اور ساری زندگی حضرت شیخ فریدالدین رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ کے دروازے پر جاروب کشی کرتا رہا۔

اسلام کا چھٹا رکن روٹی

یہ تو ہر ایک کو معلوم ہے کہ سلام کے پانچ رکن ہیں۔یعنی کلمہ' نماز' روزہ' زکوٰۃ اور حج۔حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی بلا شبہ انہی پانچ ارکان اسلام کے قائل تھے۔

لیکن ایک دفعہ آپ نے ایک ملا صاحب کا غرور علم توڑنے کے لئے عجیب تصرف روحانی کا مظاہرہ کیا۔محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء سے روایت ہے کہ اجودھن کے نواح میں ایک ملا صاحب رہتے تھے۔ان کو اپنے علم کا بڑا گھمنڈ تھا اور زعم علم میں کسی کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔بالخصوص درویشوں کو تو بہت حقیر جانتے تھے۔ایک دن ملا صاحب حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔آپ اس وقت اپنی مجلس میں تشریف فرما تھے اور بہت سے لوگ آپ کے ارشادات عالیہ سے مستفیض ہو رہے تھے۔ملا صاحب نے اس انداز میں گفتگو شروع کی گویا وہ علم کا بحر بیکراں ہیں اور دوسرے ان کے سامنے کچھ حقیقت نہیں رکھتے۔جب اپنی ہمہ دانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے انہیں کافی دیر ہو گئی تو حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے زیر لب تبسم فرما کر ملا صاحب سے پوچھا "مولوی صاحب اسلام کے کتنے رکن ہیں۔"

ملا صاحب نے جواب دیا "پانچ پہلا کلمہ' دوسرا نماز' تیسرا روزہ' چوتھا زکوٰۃ اور پانچواں حج۔

بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مسکراتے ہوئے فرمایا "میں نے سنا ہے ایک چھٹا رکن بھی ہے"

ملا صاحب بگڑ کر بولے "آپ نے جو کچھ سنا ہے غلط ہے۔"

بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "میں نے بعض اہل علم سے سنا ہے کہ اسلام کا چھٹا رکن روٹی ہے۔"

ملا صاحب کو حضرت کے ارشاد پر بڑا تاؤ آیا اور کہنے لگے کہ آپ جیسے کم علم لوگ خواہ مخواہ ایسے لایعنی مسئلے گھڑ لیتے ہیں۔آپ کو علمی اور دینی مسائل میں دخل نہیں دینا چاہئے۔" یہ کہہ کر وہ "فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ "(الانعام:٦٨)(نصیحت کرنے کے بعد

ظالموں کی قوم کے پاس نہ بیٹھ) پڑھتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے بابا صاحب نے ہر چند ان کو روکنا چاہا لیکن وہ نہ رکے اور غصے میں بھرے ہوئے چلے گئے۔

اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد ملا صاحب حج کے لئے مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور وہاں سات برس قیام کرنے کے بعد بحری راستے سے واپسی کا قصد کیا۔ راستے میں جہاز کو طوفان نے آ لیا اور خوفناک سمندری لہروں نے اسے غرق کر دیا۔ ملا صاحب کی زندگی ابھی باقی تھی۔ جہاز کے شکستہ تختے پر بہتے ہوئے کنارے آ لگے۔ تختے سے اتر کر خشکی پر پہنچے۔ ایک بے آباد اور سنسان جزیرہ تھا ہر طرف خشک پہاڑ تھے۔ سبزہ کا کہیں نشان بھی نہ تھا۔ ملا صاحب ایک پہاڑ کی کھوہ میں بیٹھ گئے۔ بھوک پیاس سے جان لبوں پر آئی ہوئی تھی۔ لیکن شکم کی آگ بجھانے کا کوئی سامان نہ تھا۔ تین دن سخت بے چینی کے عالم میں گزرے۔ چوتھے دن یکا یک ایک طرف سے ایک آدمی نمودار ہوا جس کے سر پر خوان تھا۔ اس نے آواز لگائی "روٹی بیچتا ہوں روٹی" یہ آواز سن کر ملا صاحب کی جان میں جان آئی لیکن ایک پیسہ بھی پاس نہ تھا۔ بڑی لجاجت سے اس آدمی سے کہنے لگے۔ بھائی میں مسافر ہوں جہاز سمندر میں غرق ہو گیا اور میں یہاں تین دن سے بھوکا پیاسا ایڑیاں رگڑ رہا ہوں۔ روٹی خریدنے کے لئے میرے پاس کچھ نہیں ہے۔"

اس آدمی نے کہا "میرے پاس روٹی بھی ہے اور پانی بھی لیکن میں دکاندار ہوں بغیر قیمت لئے کسی کو روٹی پانی نہیں دیتا۔"

ملا صاحب نے کہا "کیا تم مسلمان ہو"

اس نے جواب دیا۔ "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ میں دین اسلام کا نام لیوا ہوں۔"

ملا صاحب نے کہا "بھائی میں بھی مسلمان ہوں علم دین پر عبور رکھتا ہوں اور خدا کے فضل سے سات بار فریضہ حج ادا کیا ہے۔ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ بھوکوں' پیاسوں اور مسافروں کی مدد کرو۔ اس وقت میں حاجت مند ہوں اگر مجھے کھانا کھلاؤ گے تو خدا کے یہاں سے اجر عظیم پاؤ گے۔"

اس آدمی نے کہا "آپ بجا فرماتے ہیں لیکن میں ایسے روٹی بانٹنے لگوں تو میری

دکانداری ختم ہو جائے۔"

ملا صاحب یہ کورا جواب سن کر بہت مایوس ہوئے اور پھر کہنے لگے۔" بھائی خدا کے لئے مجھ عاجز کے حال پر رحم کرو۔"

اس شخص نے کہا" اچھا اگر آپ سات حج کا ثواب مجھے دے دیں تو میں آپ کو روٹی دیدوں گا۔"

ملا صاحب کی جان پر بنی ہوئی تھی۔فوراً کہا میں تجھے سات حج ثواب بخشتا ہوں۔اب اس شخص نے خوان سر سے اتار کر ملا صاحب کے سامنے رکھ دیا۔انہوں نے پیٹ بھر کر روٹی کھائی اور پانی پیا۔اس کے بعد وہ شخص خالی برتن لے کر پہاڑوں کے چکر میں غائب ہو گیا۔ملا صاحب نے اس کے مسکن کا پتہ لگانے کی بہت کوشش کی لیکن ناکام رہے۔آخر کار تھک ہار کر سمندر کے کنارے بیٹھ گئے کہ کوئی جہاز یا کشتی یہاں سے گزرے تو اشارہ دے کر اپنی طرف بلائیں۔لیکن کوئی جہاز یا کشتی ادھر سے گزرنے کا نام ہی نہ لیتی تھی۔غرض ملا صاحب پھر بھوک پیاس سے نڈھال ہو گئے۔اس وقت پھر وہی روٹیوں والا آدمی وہاں نمودار ہوا اور روٹی کے عوض ملا صاحب سے ساری عمر کے روزوں کا ثواب لے لیا۔دو چار دن بعد پھر واقعہ پیش آیا اور ملا صاحب اپنی ساری عمر کی نمازوں اور زکوٰۃ کا ثواب بھی اس شخص کو روٹی کے عوض دے بیٹھے' چوتھی بار جب وہ شخص اس طرح آیا تو ملا صاحب کہنے لگے" بھائی اب تو میرے پاس کچھ باقی نہیں رہا جو تجھے دے کر روٹی لوں اب میرے پاس فقط اللہ کا نام ہے۔"

اس شخص نے کہا" پہلے تو تم اپنی عمر بھر کی نمازوں' روزوں' زکوٰۃ اور سات حج کا ثواب مجھے زبانی ہی بخشا۔آج میں قلم دوات لایا ہوں اگر تم لکھ دو کہ اِن ساری عبادات کا ثواب تم نے ایک ایک وقت کی روٹی کے عوض فروخت کر دیا ہے تو میں آج صرف اس تحریر کے عوض تمہیں کھانا کھلا دوں گا۔"

ملا صاحب نے یہ تحریر بھی دے دی اور اس شخص نے انہیں کھانا کھلا کر اپنی راہ لی۔اس واقعہ کے تھوڑی دیر بعد ملا صاحب کو سمندر میں ایک جہاز نظر آیا انہوں نے اپنا عمامہ سر سے کھول کر

زور زور سے لہرایا۔ جہاز والوں نے ایک کشتی بھیج کر ملا صاحب کو جہاز پر سوار کیا۔ یہ ہندوستان کے حاجیوں کا جہاز تھا ملا صاحب ان کے ساتھ اپنے وطن واپس پہنچے اور پھر ایک دن بابا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اپنے حجوں کا حال آپ کو سنایا آپ سن کر مسرور ہوئے اور فرمایا" آپ اب تو ہم سے ناراض نہیں ہیں" ملا صاحب نے کہا" میں ناراض ہوتا تو آپ کی خدمت میں حاضر ہی کیوں ہوتا۔" بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا حج پر جانے سے پہلے آپ یہاں تشریف لائے تھے تو میں نے اسلام کے چھٹے رکن روٹی کا ذکر کیا تھا۔ اس پر آپ ناراض ہو گئے تھے اور ہم کو" قوم الظالمین" کا ایک فرد قرار دیا تھا۔ ہمیں آپ کی خفگی کا بہت صدمہ تھا اور آپ ہم کو روز یاد آتے تھے۔
"

ملا صاحب نے کہا" اوہو مجھے تو یہ واقعہ یاد ہی نہ رہا تھا' لیکن میرا خیال اب بھی یہی ہے کہ درویش لوگ محض اپنی کم علمی کی وجہ سے ایسی باتیں کہتے ہیں جو شریعت کے خلاف ہوتی ہیں۔ اسلام کا چھٹا رکن کوئی نہیں۔"

بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا" مولانا" میں سنی سنائی بات نہیں کر رہا۔ میں نے تو یہ بات لکھی ہوئی دیکھی ہے۔"

ملا صاحب نے کہا" اگر فی الواقع ایسا ہے تو آپ مجھے بھی یہ بات لکھی ہوئی دکھا دیجئے۔"

بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خادم کو آواز دی کہ میری فلاں کتاب لانا۔ جب وہ ایک ضخیم کتاب لے کر حاضر ہوا تو آپ نے ملا صاحب کے سوا باقی سب لوگوں کو وہاں سے ہٹا دیا اور کتاب کے ورق الٹتے ہوئے ایک جگہ ہاتھ رکھ کر فرمایا۔" لیجئے مولانا یہ عبادت پڑھ لیجئے"

ملا صاحب نے جھک کر بغور یہ عبادت دیکھی تو یہ ان کی اپنی لکھی ہوئی وہ تحریر تھی۔ جو انہوں نے جزیرہ والے نان فروش کو دی تھی۔ ملا صاحب ایک چیخ مار کر بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں پر گر پڑے اپنے زعم علمیت سے توبہ کی اور حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے۔ اس دن سے انہوں نے خاموشی اختیار کر لی

اور مرتے دم تک کسی سے کلام نہ کیا۔ ہر وقت خوف خدا سے روتے رہتے تھے۔

دعا یکدم یاد ہوگئی

حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ شیخ الاسلام فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں ایک لکھی ہوئی دعا تھی اور آپ فرما رہے تھے کہ کوئی ہے جو اس دعا کو یاد کرے۔ مجھے معلوم ہوا کہ ان کا مقصود یہ ہے کہ میں اسے یاد کروں۔ میں آداب بجالایا اور عرض کیا اگر حکم ہو تو بندہ اسے یاد کرے۔ انہوں نے وہ دعا مجھے دے دی میں نے عرض کیا کہ میں اس دعا کو ایک بار حضرت کے سامنے پڑھنا چاہتا ہوں۔ پھر میں اسے یاد کرلوں گا۔ جب میں نے یہ دعا حضرت کے سامنے پڑھی آپ نے ایک اعراب کی اصلاح فرمائی اور فرمایا کہ اس طرح پڑھو۔ میں نے اسی طرح جیسے حضرت نے فرمایا تھا پڑھا۔ اگرچہ جس طرح میں نے پڑھا تھا وہ بھی معنی رکھتا تھا 'القصہ اسی وقت وہ دعا یاد ہوگئی۔ پھر میں نے عرض کیا کہ میں نے وہ دعا یاد کرلی ہے اگر حکم ہو تو پڑھوں۔ فرمایا پڑھو میں نے وہ دعا پڑھی اور اس اعراب کو جیسے حضرت نے فرمایا تھا۔ اسی طرح پڑھا جب میں حضرت کے پاس سے باہر آیا تو مولانا بدرالدین اسحاق علیہ الرحمتہ والمغفر ان نے مجھ سے کہا کہ تم نے اچھا کیا کہ اس اعراب کو اسی طرح پڑھا۔ جیسے حضرت نے فرمایا میں نے کہا کہ اگر سیبویہ جو اس علم کا وضع کرنے والا ہے اور دوسرے وہ جو اس علم کے قواعد کے بانی ہیں۔ آئیں اور مجھ سے کہیں کہ اعراب وہی صحیح ہے جو تم نے پڑھا تو پھر بھی میں اسے اسی طرح پڑھوں گا۔ جیسے حضرت نے فرمایا ہے مولانا بدرالدین نے کہا یہ پاس آداب جو تم کرتے ہو ہم میں سے کسی کے بس میں نہیں۔ (فوائد الفواد)

بال کی برکت کا واقعہ

حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں شیخ الاسلام فرید الدین قدس سرہ العزیز کی خدمت میں بیٹھا تھا۔ حضرت شیخ کی ریش مبارک کا ایک بال جدا ہو کر آپ کی گود میں گر گیا۔ میں نے عرض کی کہ میری ایک درخواست ہے اگر حضرت شیخ قبول فرمائیں! آپ

نے فرمایا کیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ ریش مبارک سے ایک بال جدا ہو کر گر گیا ہے۔ اگر اجازت ہو تو میں اسے تعویذ کے طور پر اپنے پاس رکھ لوں۔ فرمایا اسی طرح کر لو میں نے اس بال کو بڑی عزت و احترام سے اٹھایا۔ ایک کپڑے میں لپیٹا اور اپنے ساتھ اس شہر میں لے آیا۔ حضرت خواجہ نے ......اللہ آپ کا ذکر بھلائی سے کرے۔ جب یہ ذکر فرمارہے تھے تو آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور آپ نے ارشاد فرمایا۔ اس موئے مبارک کے بڑے بڑے اثرات دیکھے ہیں۔ اس کے بعد جب بھی کوئی مصیبت زدہ اور دردمند آتا اور مجھ سے تعویذ مانگتا۔ میں اسے وہ موئے مبارک دیتا۔ وہ اسے لے جاتا کچھ عرصہ اسے اپنے پاس رکھتا اور اس کی وہ تکلیف جاتی رہتی۔ صحت و شفا کے بعد وہ مجھے واپس کر دیا جاتا۔ یہاں تک کہ ایک بار میرے ایک دوست کا جسے تاج الدین مینائی کہتے تھے۔ ایک کم سن بیٹا بیمار ہو گیا۔ تاج الدین مینائی میرے پاس آیا اور مجھ سے تعویذ مانگا میں نے وہ موئے مبارک جو کہ ایک طاقچہ میں رکھا تھا بہت ڈھونڈا مگر وہ نہ ملا۔ میں نے اس طاقچہ کے خیال سے دوسرے طاقچوں میں بھی اسے ڈھونڈا کہ شاید غلطی سے میں نے اسے وہاں رکھ دیا ہو۔ لیکن مجھے وہ نظر نہ آیا چنانچہ وہ دوست خالی ہاتھ واپس چلا گیا اس کا لڑکا اس بیماری میں فوت ہو گیا۔ پھر کچھ مدت کے بعد کوئی اور آدمی آیا اور اس نے اپنی حاجت براری کے لئے وہ تعویذ مانگا۔ میں نے نظر دوڑائی تو اسی طاقچہ میں پڑا دکھائی دیا۔ جہاں میں اسے ہمیشہ رکھتا تھا۔ بعد ازاں حضرت خواجہ نے فرمایا چونکہ میرے دوست کے بچے کی موت مقدر تھی۔ لہٰذا وہ تعویذ غائب ہو گیا تھا۔ (فوائد الفواد)

درخت کے چلنے کی کرامت

پاک پتن کے قریب ہی ایک قصبہ نوشہرہ ہے۔ ایک دن حضرت خواجہ وہاں تشریف لے گئے آپ نے مسواک کی' مسواک کرنے کے بعد اسے اپنے ہاتھ سے زمین میں گاڑھ دیا یہ مسواک اسی وقت ایک درخت بن گئی اور بڑا قد آور درخت بن کر لہلہانے لگا۔ جس دن حضرت خواجہ فرید پاک پتن کو روانہ ہوئے تو یہ درخت بھی اپنی جڑوں کو سمیٹا ہوا حضرت شیخ کے پیچھے چل

پڑا۔آپ نے دیکھا تو فرمایا اسکن یا شجر (اے درخت یہیں رک جا) لیکن درخت وہاں رکنے کی بجائے آپ کے پیچھے پیچھے آتا رہا آپ نے اسے پھر کہا لیکن وہ عشق ومحبت کی وجہ سے وہاں نہ رکا۔تیسری بار آپ نے غصے سے رکنے کو کہا اور اس کی شاخوں کو مضبوطی سے پکڑ لیا اور فرمایا او بے ادب یہاں رک جاؤ اس کی جڑیں زمین کے باہر ہی تھیں اور شاخیں زمین میں جا لگیں۔وہ درخت اسی طرح جھکا رہا۔سیر الاقطاب کے مصنف نے لکھا ہے کہ میں نے اپنی آنکھوں سے اس درخت کی زیارت کی ہے۔

نوجوان کو فحاشی سے بچانے کی کرامت

سیر المشائخ کے مولف نے لکھا ہے کہ ایک نوجوان دہلی سے چلا اور توبہ کرنے کے ارادے سے حضرت خواجہ فرید الدین کی خدمت میں پاک پتن کی طرف روانہ ہوا۔راستے میں ایک فاحشہ اور گانے والی عورت کے ہمراہ سفر کرنے لگا۔چونکہ یہ نوجوان خوبصورت اور خوش شکل تھا وہ عورت اس کے بڑے قریب ہوتی گئی مگر وہ چونکہ توبہ کے ارادے سے نکلا تھا اس کی طرف توجہ نہ کرتا۔سفر کے دوران ان کا قافلہ ایک ایسی جگہ رکا کہ دونوں کو ایک ہی کمرے میں رات گزارنا پڑی۔چونکہ دونوں ہی تھے دوسرے لوگ دوسری جگہوں پر تھے اس عورت نے کوشش کی کہ اسے قابو کرلے۔آدھی رات کا وقت ہوا عورت جتن کر رہی تھی کہ اچانک کوئی شخص کمرے میں پہنچا اور ایک زوردار طمانچہ اس نوجوان کے منہ پر مارا اور فرمایا او بے ادب تم توبہ کے ارادے سے حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جا رہے ہو اور راستے میں ان کاموں میں مبتلا ہو گئے ہو یہ کہہ کر وہ آدمی غائب ہو گیا۔نوجوان اَستَغفِرُ اللہ کہتے ہوئے اٹھا اور کمرے سے باہر چلا گیا۔جب پاک پتن میں حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اسے دیکھتے ہی فرمایا الحمد اللہ تم اس فاحشہ عورت کے مکر سے بچ گئے۔(خزینۃ الاصفیاء)

دوستی کا اخلاص

حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

دونوں بڑے خلوص دوست تھے۔ حضرت فرید کی زبان پر شیخ بہاء الدین کا نام آتا تو برادرم بہاء الدین کہہ کر ادا فرماتے۔ زندگی کے کئی سال دونوں حضرات ایک دوسرے کے ساتھ محبت اور اخلاص سے رہے۔ وہ رشتہ داری میں بھی ایک دوسرے کے خالہ زاد بھائی تھے جس دن حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کا انتقال ہوا تو حضرت خواجہ فرید اس دن پاک پتن میں تھے۔ پہلے مراقبہ میں بیٹھے رہے پھر بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑے۔ جب آپ دیر تک بے ہوش پڑے رہے تو آپ کے خادموں کو بڑی حیرانی ہوئی۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کا خرقہ لا کر شیخ پر ڈال دیا۔ جب آپ کو ہوش آیا تو آپ نے شیخ عبداللہ احمد بلخی رحمۃ اللہ علیہ کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ آج میرے بھائی بہاء الدین ملتانی واصل بحق ہو گئے ہیں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ ہزاروں فرشتے زمین پر اتر رہے ہیں۔ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی بھی ملتان میں تشریف لا رہے ہیں۔ فرشتوں کے جلو میں شیخ بہاء الدین کو اٹھا کر آسمانوں کی طرف لے جا رہے ہیں آؤ ہم بھی جنازہ ادا کریں۔ چنانچہ بہت سے لوگوں نے پاک پتن میں ہی آپ کی نماز جنازہ ادا کی۔ (خزینۃ الاصفیاء)

سنگ ریزوں کے شکر بننے کی کرامت

اخبار لاخیار کے مصنف لکھتے ہیں کہ حضرت خواجہ فرید الدین کو ابتدائی مجاہدے اور ریاضت کے دوران حکم ہوا کہ وہ متواتر روزہ رکھیں اور تین دن کے بعد افطار کریں۔ ایک دن افطار کے وقت کوئی شخص کھانا پکا کر لایا حضرت شیخ نے ایک دو لقمے کھائے مگر چند لمحوں بعد قے کر دی۔ دوسرے دن اپنے پیر روشن ضمیر کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا بابا فرید رات کو تم نے جو کھانا کھایا تھا وہ ایک شراب فروش کے گھر سے آیا تھا۔ اللہ نے تم پر مہربانی کی قے ہو گئی اور یہ کھانا تمہارے پیٹ میں نہ رہا۔ اب تین دن بعد جو چیز غائب سے آئے وہ کھا لینا۔ تین دن گزر گئے مگر کوئی چیز کھانے کو نہ آئی حتیٰ کہ چھ دن گزر گئے تو شیخ کو کھانے کی خوشبو تک میسر نہ ہوئی۔ آدھی رات ہوئی تو آپ بھوک کی وجہ سے نڈھال تھے ہاتھ زمین پر مارا چند سنگریزے

اٹھائے اور منہ میں ڈال لیے۔وہ اسی وقت شکر بن گئے جس وقت آپ کو محسوس ہوا کہ یہ شکر کی ٹکڑیاں ہیں تو منہ سے تھوک دیں کہ شاید یہ شیطانی خوراک ہو۔دوسری رات پھر ایسا ہی واقعہ پیش آیا تو سوچنے لگے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے روزہ افطار کیا۔صبح حضرت مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے فرمایا بابا فرید جو غائب سے آتا ہے بے عیب ہوتا ہے آج سے تم گنج شکر ہو۔اللہ تعالٰی نے تمہارے لئے مٹی کو بھی شکر بنا دیا ہے۔(خزینۃ الاصفیاء)

پیش گوئی درست ہو گئی

ایک مرتبہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا کی مجلس میں شیخ نجیب الدین کے احوال و کوائف اور شیخ کبیر فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب و اوصاف کا ذکر ہونے لگا۔آپ نے فرمایا کہ دہلی میں ایک ترک تھا اس نے ایک مسجد تعمیر کرائی۔اس کی امامت شیخ نجیب الدین کے سپرد کی اور ان کے لئے ایک گھر بھی مہیا کیا۔اس ترک نے اپنی لڑکی کی شادی کی اور اس پر ایک لاکھ بلکہ اس سے زیادہ جیتلی (ایک سکہ) خرچ کیے۔ایک موقعہ پر باتوں باتوں میں شیخ نجیب الدین نے اس ترک سے کہا۔پورا مومن وہ ہوتا ہے جس کے ہاں حق کی محبت' اولاد کی محبت پر غالب ہو۔اب تم نے ایک لاکھ بلکہ اس سے بھی زیادہ جیتل اپنی صاجزادی پر خرچ کئے ہیں اگر تم اس سے دوگنی رقم راہ حق پر خرچ کرو تو پھر پورے مومن ہو سکتے ہو۔ترک اس بات سے خفا ہو گیا اور اس نے شیخ نجیب الدین سے مسجد کی امامت بھی لے لی اور مکان بھی شیخ نجیب الدین دہلی سے اجودھن چلے گئے اور انہوں نے یہ ساری صورت حال شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں عرض کی۔آپ نے فرمایا خدائے عزوجل کا ارشاد ہے ہر آیت جو ہم منسوخ کرتے ہیں اس کے بدلے میں ہم اس سے بہتر آیت لے آتے ہیں۔چنانچہ اس بات کا زیادہ خیال نہیں کرنا چاہئے۔اس ترک کا نام ایتمر تھا۔شیخ الاسلام نے زبان مبارک سے فرمایا اگر ایتمر مر گیا تو خدائے عزوجل ایتکری پیدا کر دے گا۔انہی دنوں ایک بڑا سردار ایتکر نامی اس علاقے میں پہنچا۔اس نے شیخ الاسلام اور ان کے بلند مرتبت خاندان کی بڑی خدمت کی اور وہ اس خاندان کے خدمت گاروں کی

حیثیت سے پہچانا جاتا تھا۔ (خزینۃ الاصفیاء)

اینٹ سونے کی ہو گئی

ایک دن حسن قوال بابا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میری لڑکی کی شادی ہے بہت خرچ اٹھے گا کچھ عنایت فرمایئے کہ اس فرض سے بخوبی عہدہ بر آء ہو سکوں۔ حضرت نے فرمایا۔

''میں ایک درویش ہوں اور مال دنیوی کا درویشوں کے پاس کیا کام؟''

حسن قوال نے اصرار کیا کہ آپ کچھ نہ کچھ ضرور عطا فرمائیں۔ میرے لئے وہی دنیا جہاں کی دولت کے برابر ہو گا۔

ایک اینٹ پاس پڑی تھی بابا صاحب نے اس کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔

''اچھا یہ اینٹ لے جاؤ''

حسن قوال نے فوراً وہ اینٹ اٹھالی۔ دیکھا تو وہ اینٹ سونے کی صورت اختیار کر چکی تھی۔ حضرت کو دعائیں دیتا گھر پہنچا اور نہایت دلجمعی سے بیٹی کی شادی کی۔

اسی طرح ایک دفعہ شیخ یوسف ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ طویل سیاحت کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے سیاحت کا حال پوچھا انہوں نے ساری تفصیل بتائی اور جن جن شیوخ عظام سے ملے تھے۔ ان کا حال بھی سنایا۔ بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسی وقت وضو کیا اور شیخ یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی نظروں سے غائب ہو گئے۔ کافی دیر بعد واپس تشریف لائے تو آپ نے فرمایا کہ تمہاری سیاحت کا حال سن کر میرے دل میں بھی ان اولیائے کرام سے ملنے کا اشتیاق پیدا ہو گیا۔ جن کی خدمت میں تم حاضر ہوئے چنانچہ میں بھی ان سے ملنے کے لئے گیا تھا۔

بلا دیکھے ایک شخص کا حلیہ بیان کر دیا

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک روز شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز نماز صبح پڑھ رہے تھے۔ آپ سجدہ میں سر زمین پر رکھے اپنے شغل میں مستغرق

تھے آپ اس ہیئت میں بہت دیر تک رہے' سردی کا موسم تھا۔ایک پوستین لا کر آپ پر ڈال دی گئی۔اس وقت وہاں کوئی خدمت گار (موجود) نہ تھا۔بس صرف میں وہاں موجود تھا اتنے میں ایک آدمی آیا اور اس نے بہت بلند آواز سے سلام کیا۔اس سے شیخ کی کیفیت میں خلل پڑا۔شیخ نے اسی طرح زمین پر سر رکھے اور پوستین کو ویسے ہی اوڑھے ہوئے کہا کہ یہاں کوئی ہے تو میں (یعنی حضرت نظام الدین اولیاء) نے عرض کیا کہ میں ہوں تو حضرت بابا فرید نے فرمایا کہ جو شخص آیا ہے کیا ترک ہے قد درمیانہ ہے اور رنگ زرد ہے۔میں نے اس کو دیکھا تو اس کا یہی حلیہ تھا جواباً میں نے عرض کیا کہ یا حضرت ایسا ہی ہے۔اس کے بعد فرمایا کہ اس کی کمر میں زنجیر ہے میں نے دیکھا تو ایسا ہی تھا۔چنانچہ میں نے کہا کہ ہاں ہے پھر آپ نے فرمایا کہ اس کے کان میں کوئی چیز ہے؟ میں نے جو اسے دیکھا تو اس کے کان میں بھی کچھ تھا۔چنانچہ میں نے کہا جی ہاں کان میں حلقہ ہے اسی طرح میں آپ کے ہر استفسار پر اسے دیکھتا تھا اور آپ کو جواب دیتا جاتا تھا۔اس سے اس شخص کا رنگ بدلتا جاتا تھا اس دفعہ جو میں نے کہا کہ جی ہاں اس کے کان میں حلقہ ہے تو شیخ فرمانے لگے کہ اس سے کہو کہ وہ چلا جائے۔قبل اس کے کوئی فضیحت و بدنامی ہو۔مگر اس اثناء میں کہ میں اس کی طرف دیکھوں وہ جا چکا تھا۔(فوائد الفوادص ۳۰۷)

شمس الدین دبیر شاعر کا یکدم امیر ہونا

شمس الدین دبیر حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کے دور کا بڑا قادر کلام شاعر ہوا ہے۔سلطان ناصر الدین محمود اور سلطان غیاث الدین بلبن کے زمانہ میں وہ حکومت کے بڑے بڑے عہدوں پر فائز رہا ہے۔شمس دبیر بابا صاحب کے نہایت مخلص عقیدت مندوں سے تھا اپنے زمانہ عروج سے پہلے وہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کچھ عرصہ آپ کی شاگردی میں رہا۔اس نے آپ سے علم سلوک کی ایک کتاب بھی پڑھی جو قاضی حمید الدین ناگوری کی تصنیف تھی۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ شمس دبیر نے شیخ

الاسلام حضرت بابا فرید گنج شکر قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں کچھ شعر پیش کیے۔ وہ حضرت شیخ کی تعریف میں تھے اور کافی تعداد میں تھے اس نے آپ سے انہیں پڑھنے کی اجازت چاہی شیخ طاب اللہ ثراہ (اللہ آپ کی قبر خوشگوار کرے) نے فرمایا پڑھو۔ شمس دبیر نے وہ اشعار کھڑے ہو کر پڑھے۔ جب وہ پڑھ چکا تو شیخ نور اللہ مرقدہ (اللہ آپ کی قبر منور کرے) نے اسے بیٹھنے کا حکم فرمایا۔ جب وہ بیٹھ گیا تو اسے پھر یہ اشعار پڑھنے کے لئے ارشاد فرمایا۔ شمس دبیر نے وہ شعر پڑھے بعد ازاں شیخ قدس اللہ سرہ العزیز نے ہر شعر کے مفہوم کی وضاحت فرمائی۔ بعض جگہ اصلاح کی اور اشعار پر داد دی۔ چنانچہ اس سے شمس دبیر کا دل باغ باغ ہو گیا۔

حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ مشائخ کرام بہت کم شعر سنتے ہیں اور خاص کر وہ جوان کی تعریف میں ہوں۔ حضرت شیخ کا کمال ملاحظہ ہو کہ انہوں نے اشعار سنے انہیں پسند کیا اور ان کی داد دی۔ غرض حضرت شیخ نے شمس دبیر کے وہ اشعار سن کر فرمایا تمہاری احتیاج کیا ہے؟ اس نے کہا ہاتھ تنگ ہے اور میری ایک بوڑھی ماں ہے جس کی کفالت کرتا ہوں۔ حضرت شیخ نے فرمایا جاؤ اور شکرانہ کے طور پر نیاز لاؤ۔ اس ضمن میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زبان مبارک سے ارشاد کیا۔ جس کام کے متعلق حضرت شیخ کسی کو کہتے تھے کہ جاؤ اور نیاز لاؤ۔ وہ کام یقینی طور پر ہو جاتا تھا۔ الغرض شمس دبیر گیا اور چند جیتل لے آیا ان دنوں یکانی جیتل ہوتے تھے۔ وہ کم و بیش پچاس جیتل لے آیا۔ شیخ الاسلام قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا انہیں تقسیم کر دو۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شمس دبیر نے وہ جیتل تقسیم کر دیئے۔ ان میں سے مجھے چار درہم ملے پھر حضرت شیخ نے فاتحہ پڑھی اس کے بعد شمس دبیر کے رزق میں بڑی وسعت ہوئی اور اسے خوب مال و منال ملا۔ وہ سلطان غیاث الدین بلبن کے بیٹے کا معلم دا تالیق بن گیا۔ (فوائد الفواد ص ۲۷۰)

گمشدہ بیوی واپس دلا دی

سیر الاقطاب اور تاریخ فرشتہ میں ہے کہ اجودھن کے نواح میں ایک گاؤں پر ایک دفعہ

حاکم دیپال پور نے چڑھائی کی۔ کیونکہ اس گاؤں کے لوگ فتنہ وفساد برپا کرنے کے مرتکب ہوئے تھے۔ سپاہیوں نے اس گاؤں کو تاراج کر کے بہت سے مفسدین کو گرفتار کر لیا۔ اسیروں میں اس گاؤں کے ایک روغن فروش (تیلی) کی بیوی بھی تھی۔ روغن فروش نے ہر چند واویلا کیا کہ وہ مسلمان ہے اور اس کی بیوی کو فساد سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ لیکن سپاہیوں نے کوئی توجہ نہ دی اور تمام اسیروں کو دیپالپور لے گئے۔ روغن فروش کو اپنی بیوی سے کمال درجہ کی محبت تھی۔ وہ روتا پیٹتا ہوا بابا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو اپنی بپتا سنائی۔ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی ڈھارس بندھائی اور فرمایا کہ تم تین دن میرے پاس ہی ٹھہرو اور دیکھو کہ اللہ تعالیٰ پردہ غیب سے کیا ظہور میں لاتا ہے۔ روغن فروش آپ کے حکم کے مطابق اجودھن میں ہی ٹھہر گیا۔ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی خوب خاطر تواضع کی۔ دوسرے دن ایک محرر حاکم دیپالپور کا معتوب ہو کر اجودھن پہنچا اور حضرت بابا صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے حق میں دعا کا خواستگار ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تیرا ابتلا دور ہو جائے اور حاکم دیپالپور تجھ پر نظر عنایت کرے تو تو کیا شکرانہ لائے گا۔ محرر نے عرض کیا جس قدر بھی استطاعت ہوئی نقد و جنس حاضر کروں گا۔ بابا صاحب نے فرمایا ہم شکرانہ تجھے معاف کرتے ہیں ہاں ایک عہد کرو کہ حاکم کی طرف سے انعام میں تجھے اگر کوئی کنیز ملے تو وہ اس روغن فروش کو دیدو گے۔ محرر نے صدق دل سے عہد کیا کہ آپ کے ارشاد کے مطابق عمل کروں گا۔ بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے حق میں دعائے خیر کی۔ رخصت ہوتے وقت اس نے روغن فروش سے کہا کہ میرے ساتھ چل۔ روغن فروش نے رو کر بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کی یا شیخ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ابھی تک مجھ میں اتنی مقدرت ہے کہ چاہوں تو دس لونڈیاں خرید لوں میں تو صرف اپنی زوجہ کو حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ دوسری کسی کنیز کی مجھے حاجت نہیں۔

بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تبسم ہو کر فرمایا تو اس کے ساتھ تو جا۔ پھر دیکھ حق تعالیٰ کو کیا منظور ہے۔"

روغن فروش محرر کے ہمراہ چلا گیا اور اس کے مکان کے باہر شکستہ دل و محزون سر جھکا کر

بیٹھ گیا ادھر محرر حاکم کے سامنے پیش ہوا تو وہ اس سے نہایت خوش ہو کر ملا اور حکم دیا کہ اسے ایک خلعت۔ گھوڑا اور ایک کنیز انعام میں دیئے جائیں محرر خوش خوش یہ انعام لے کر گھر پہنچا اور برقعہ پوش کنیز کو روغن فروش کے حوالے کرتے ہوئے بولا "یہ تیرا حق ہے"

اس کنیز کی نظر جونہی روغن فروش پر پڑی۔ اس نے اپنی نقاب الٹ دی۔ روغن فروش یہ دیکھ کر ششدر رہ گیا کہ وہ اس کی گم شدہ بیوی تھی۔ دونوں میاں بیوی روتے ہوئے ایک دوسرے سے ملے اور پھر اجودھن پہنچ کر حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے۔

باطنی راہنمائی

حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے فوائد الفواد میں بیان فرمایا ہے کہ شیخ الاسلام فرید الدین قدس سرہ العزیز کے مریدوں میں ایک فوجی سپاہی شامل تھا جسے محمد شہ کہتے تھے۔ وہ جس کام کا عزم کرتا اس کے خیال کے دوران میں حضرت شیخ کو خواب میں دیکھتا۔ وہ جس ہیئت و صورت میں انہیں خواب میں پاتا۔ اسی مناسبت سے اس خواب کی تعبیر کرتا۔ یہاں تک کہ ایک دفعہ اس نے ہندوستان کا عزم کیا۔ رات کو اسی خیال کے سلسلے میں اس نے حضرت شیخ کو خواب میں دیکھا کہ گویا وہ فرما رہے ہیں کہ اجودھن کی جانب جاؤ جب وہ نیند سے بیدار ہوا اس نے اپنے آپ سے کہا کہ مجھے اسی طرف جانا چاہئے۔ اس نے نہ تو خواب میں حضرت شیخ کا کوئی قول سنا تھا نہ ان کا کوئی اشارہ دیکھا تھا۔ اس نے تو اتنا ہی دیکھا تھا کہ وہ اجودھن کی طرف جا رہا ہے۔ چنانچہ اس نے ہندوستان جانے کا عزم فسخ کر دیا۔ اجودھن کی طرف روانہ ہو گیا اس سفر میں اسے بڑی راحت اور آسائش میسر آئی۔

حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کی دعا سے صحت یابی

راحت القلوب جسے سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء نے تصنیف کیا ہے لکھا ہے کہ ایک دن حضرت خواجہ فرید کا ایک دوست محمد شاہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس

نے آکر قدم بوسی کی وہ بڑا پریشان اور آزردہ خاطر تھا حضرت شیخ نے اس سے صورت حال پوچھی تو اس نے بتایا کہ میرا بھائی محمد شیخ بیمار ہے۔اس کی حالت بڑی خراب ہے اور موت اس کے قریب ہے میں آپ کی خدمت میں اس لئے حاضر ہوا ہوں اور مجھے یہ یقین نہیں کہ اب میرے گھر تک پہنچنے سے پہلے وہ زندہ رہے گا یا نہیں۔آپ نے اس کی بات سن کر فرمایا تم گھر جاؤ تمہارے بھائی کو شفا ہوگئی ہے۔محمد شاہ یہ بات سن کر بہت خوش ہوا۔ گھر گیا دیکھا کہ اس کا بھائی صحت یاب ہے اور نماز ادا کر رہا ہے۔یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہ کبھی بیمار نہیں ہوا۔

جھوٹ کی سزا

تذکرۃ العاشقین نے لکھا ہے کہ ایک سوداگر نے اونٹوں پر شکر لادی اور ملتان سے دہلی کی طرف روانہ ہوا۔جب پاک پتن پہنچا تو حضرت شیخ نے پوچھا کہ اونٹوں پر کیا لادا ہوا ہے؟ کہنے لگا کہ ان پر نمک ہے آپ نے فرمایا کہ چلو نمک ہی سہی' جب وہ منزل مقصود پر پہنچا تو اونٹوں سے سامان اتارا تو سارا نمک تھا۔بڑا حیران ہوا سمجھ گیا کہ یہ اس کے جھوٹ کی شامت ہے اسی وقت واپس پاک پتن پہنچا اور حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر معذرت کی اور نیاز مندی کا اظہار کیا۔آپ نے فرمایا کہ اگر شکر تھی تو چلو شکر بن جائے گی۔خانخانان بیرم خان نے اس واقعہ کو نظم میں لکھا اس کا ایک شعر یوں ہے۔

کان نمک جہان شکر شیخ بحر و بر
آن کوز شکر نمک کند و از نمک شکر

اللہ پر بھروسہ

سیر الاقطاب میں لکھا ہے کہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ جس زمانہ میں بیابانوں میں مجاہدات و ریاضات میں مشغول تھے۔ ایک دن ان کو سخت پیاس لگی۔پانی کی تلاش میں ایک کنوئیں کے پاس پہنچے۔مگر وہاں کوئی ڈول اور رسی نہ تھی جس سے پانی کھینچتے۔مایوس ہو کر کنوئیں کے پاس بیٹھ گئے اتنے میں دو جنگلی ہرن دوڑتے ہوئے کنوئیں کے کنارے پر پہنچے۔یکا یک

کنوئیں کا پانی اچھل کر کناروں تک پہنچ گیا۔ ہرنوں نے اپنی پیاس بجھائی اور چل دیئے۔ بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت حیران ہوئے اور آگے بڑھ کر اپنی پیاس بجھانی چاہی' لیکن پانی نیچے اتر گیا۔ بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حیرت میں اور اضافہ ہوا۔ آپ نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی اور کہا۔ "الٰہی تو نے ہرنوں کو تو پانی پلا دیا مگر معلوم نہیں اپنے بندے کو کیوں محروم رکھا۔" غیب سے آواز آئی "تو نے ڈول اور رسی کا سہارا ڈھونڈا اور ہرن صرف میرے سہارے پر یہاں آئے تو محروم رہا اور وہ سیراب ہوئے۔"

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ ندائے غیبی سن کر بہت پشیمان ہوئے اور پھر بیابان میں جا کر ریاضت میں مشغول ہو گئے۔ چالیس دن تک عبادت کرتے رہے اور اس عرصے میں پانی کا ایک قطرہ بھی حلق میں نہ ڈالا۔ چلہ ختم ہونے پر خاک کی ایک مٹھی منہ میں ڈالی جو فوراً شکر بن گئی۔ غیب سے آواز آئی۔

"اے فرید تجھے ہم نے برگزیدہ بندوں میں جگہ دی اور تیری عبادت قبول کی اور آج سے تجھے شیریں سخنوں کے گروہ میں "گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ" بنایا۔

زمین سے آواز آنے کی کرامت

حضرت شیخ فریدالدین رحمۃ اللہ علیہ نے پاک پتن میں ایک قطعہ زمین خریدا مگر ایک اور شخص نے اس کی ملکیت کا ناحق دعویٰ کر دیا اور اس نے دیپالپور کے حاکم کے پاس دعویٰ دائر کیا۔ حاکم نے حضرت شیخ کو پیغام بھیجا کہ وہ جواب دعویٰ لکھ کر بھیجیں تاکہ اس مقدمے کی پاک پتن کے لوگوں سے تحقیق کی جائے۔ کیونکہ وہ صحیح صورت حال سے واقف ہیں حضرت شیخ نے کہا کہ یہ بات درست ہے۔ پاک پتن کے لوگ ہی اس مقدمے میں صحیح شہادت دے سکتے ہیں۔ عدالت کے حاکم نے پھر کہا کہ جب تک آپ کا وکیل حاضر ہو کر زمین کی دستاویز پیش نہ کرے اس وقت تک فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت خواجہ کو اس کی ناگوار گزری اور ناراض ہو کر فرمایا اس گردن شکستہ کو کہہ دو کہ ہمارے پاس دستاویز ہے اور نہ گواہ ہے۔ اگر تمہیں ہمارے کہنے پر اعتبار نہیں ہے تو خود

موقع پر پہنچ کر زمین سے پوچھو کہ وہ کس کی ہے۔حاکم نے یہ بات سنی تو حیران رہ گیا وہ امتحاناً اس زمین کے قطعے پر گیا اور اس کے ساتھ ہزاروں لوگ تماشہ دیکھنے کے لئے چل پڑے کہ بھلا زمین کیا جواب دیتی ہے۔حاکم نے پہلے اس جھوٹے مدعی کو اشارہ کیا کہ وہ زمین سے پوچھے کہ کیا وہ اس کی زمین ہے مدعی نے بلند آواز سے کہا۔اے زمین تم سچ کہو کہ تم میری ہو یا شیخ فرید کی زمین سے کچھ آواز نہ آئی۔اس کے بعد حضرت شیخ کا ایک خادم وہاں موجود تھا اس نے بلند آواز سے زمین کو کہا کہ اے زمین خواجہ فریدالدین کا حکم ہے کہ تم سچی بات کرو۔اب بتاؤ تم کس کی ہو۔زمین سے آواز آئی میں حضرت خواجہ فرید کی ملکیت ہوں۔اس کرامت سے حاضرین میں بڑا شور مچا اور جھوٹا مدعی شرمندہ ہو کر بھاگ گیا۔مقدمے کی تحقیقات کے بعد جب حاکم دیپالپور کی طرف چلا تو راستے میں اس کے گھوڑے کا پاؤں پھسلا اور زمین پر گر پڑا اور حاکم کی گردن ٹوٹ گئی۔

گم شدہ بچہ ملنے کا واقعہ

ایک ضعیف شخص حاضر خدمت ہوا۔چشم گریاں، دل بریاں، تعظیم بجالایا شیخ نے فرمایا قریب آؤ۔جب اس نے تعمیل ارشاد کی تو پوچھا ''کیا حال ہے'' ضعیف نے کہا اے میرے آقا بیس سال ہو گئے کہ بیٹے کی جدائی کی تکلیف برداشت کر رہا ہوں معلوم نہیں مر گیا یا جیتا ہے۔شیخ الاسلام نے مراقبہ کیا اور تھوڑی دیر بعد سر اٹھا کر ارشاد کیا جا تیرا بیٹا آ گیا۔ضعیف خوش خوش چل دیا گھر پہنچا ابھی تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ کسی نے دروازے پر دستک دی۔ضعیف نے آواز دی کون ہے؟ جواب ملا فلاں ابن فلاں۔ضعیف باہر نکل آیا اور بیٹے کو گلے سے لگا کر اندر لے گیا اور دریافت کیا اتنے زمانے سے کہاں تھا؟ کہا یہاں سے ڈیڑھ ہزار کوس کے فاصلے پر۔پوچھا پھر آج یہاں کیسے آ گیا؟ بولا میں دریا کے کنارے کھڑا تھا۔یکا یک میرے دل میں تمہارا خیال پیدا ہوا اور وہ تکلیف کی حد تک بڑھ گیا روتا تھا ناگہاں ایک خرقہ پوش سفید رنگ بزرگ پانی سے نمودار ہوئے اور فرمانے لگے کہ کیوں روتا ہے؟

میں نے حال بیان کیا کہ کہا اگر ہم تجھے ابھی پہنچا دیں تو تو کیا کرے؟ مجھے یہ امر بہت

مشکل معلوم ہوا۔ان درویش نے کہالاؤ اپنا ہاتھ مجھے دو اور آنکھیں بند کرلو۔میں نے ایسا ہی کیا دیکھتا کیا ہوں کہ گھر کے دروازے پر کھڑا ہوں۔

بڑے میاں سمجھ گئے کہ وہ بزرگ حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ ہی تھے۔فوراً حاضر خدمت ہوکر قدم بوس ہوئے۔(راحت القلوب)

قلندروں کو دہی ملنے کا واقعہ

حضرت بابا فرید نے فرمایا ہے ایک دفعہ دعا گو اور شیخ جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ ساکن اوچ ایک جگہ جمع تھے۔شیخ جمال الدین صاحب نعمت اور باقوت درویش تھے۔ایک دن میں ان کے پاس بیٹھا تھا چند قلندر کمرے میں لوہے کی میخیں لگائے ہوئے آئے اور سلام کرکے شیخ مذکور کے پاس بیٹھ گئے۔ان قلندروں میں سے ہر فرد نہایت اوندھے مزاج کا تھا۔چنانچہ ان دنوں اتفاقاً جماعت خانہ شیخ میں دہی موجود نہ تھا۔قلندروں نے اسی کو طلب کیا۔شیخ نے میری طرف دیکھا اور میں نے شیخ کی طرف۔اس خیال سے کہ کوئی تدبیر دہی پیدا کرنے کی جائے۔ندی قریب بہتی تھی شیخ نے قلندروں سے کہا دہی چاہئے تو اس ندی میں گھس جاؤ اور جس قدر چاہو کھاؤ' قلندروں کو یہ بات بہت دشوار معلوم ہوئی۔تاہم زور میں آکر کھڑے ہوگئے اور پانی کے پاس پہنچے۔نظر اٹھا کر کیا دیکھتے ہیں کہ سب دہی ہی دہی ہے خوب شکم سیر ہوئے۔شیخ جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ نے درویشوں کی طرف رخ کیا اور فرمایا اب خانقاہ کے اندر چلے جاؤ اور آرام کرو۔(راحت القلوب)

چشم زدن میں دور کے مقام پر پہنچنے کی کرامت

حضرت شیخ فرید کی خدمت میں چند درویش حاضر ہوئے۔یہ درویش بیت المقدس سے آئے تھے۔وہ مجلس میں بیٹھ گئے مگر ہر ایک درویش خواجہ فرید کو بڑی تیز نظر سے دیکھتا تھا۔حضرت خواجہ اپنا سر مبارک جھکائے بیٹھے رہے آخر ایک درویش سے نہ رہا گیا اور اس نے عرض کیا یا مخدوم ہم نے تو آپ کو بیت المقدس میں دیکھا تھا۔آپ وہاں جھاڑو دیا کرتے تھے اور اپنا نام فرید الدین بتاتے تھے۔آپ نے فرمایا تم ٹھیک کہتے ہو لیکن میں نے وہاں تم سے وعدہ لیا تھا کہ

یہ بات کسی پر ظاہر نہ کرنا مگر تم نے اپنا وعدہ بھلا دیا اب غور سے سنو کہ اللہ کے بندے جہاں کہیں ہوتے ہیں۔وہاں ہی بیت المقدس ہے وہاں ہی کعبہ ہے وہاں ہی عرش ہے اور وہاں ہی کرسی ہے۔اللہ کی ساری مخلوق ان کی نظروں کے سامنے ہوتی ہے۔اگر تمہیں یقین نہ آئے تو اپنی آنکھیں بند کرو۔درویش نے آنکھیں بند کیں ایک لمحہ بعد آپ نے فرمایا کہ اب آنکھیں کھولو اس نے اہل مجلس کو قسم کھا کر بتایا کہ جو کچھ بتایا کہ جو کچھ حضرت شیخ نے اپنی زبان مبارک سے فرمایا ہے میں نے اسے باطنی آنکھ سے دیکھ لیا ہے۔وہ شخص آپ سے بیعت ہوا۔تکمیل حاصل کی اور خرقہ خلافت پا کر سیستان کی طرف خدمت خلق کے لئے مامور ہو گیا۔

حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کے خرقہ کی برکت

حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب مجھے شیخ الاسلام فرید الدین قدس سرہ العزیز سے خرقہ ملا۔یہ گلیم (کمبل) چشتی سلسلے کا خرقہ تھا اور یہ اب تک میرے پاس ہے۔الغرض یہ خرقہ پانے کے بعد جب میں اجودھن سے دہلی کی طرف آ رہا تھا تو اس خرقے کو بھی ہمراہ لا رہا تھا۔بس میں تھا اور ایک میرا ساتھی جب ہم اس جگہ پہنچے جہاں رہزنوں کا ڈر تھا تو بارش ہونے لگی۔میں اور میرا ساتھی ایک درخت کے نیچے کھڑے ہو گئے۔اسی اثناء میں وہ چند ہندو رہزن جن کی طرف سے ہمیں خوف لاحق تھا۔نمودار ہوئے اور وہ ہمارے سامنے آ گئے میں اس خرقے کی وجہ سے جو میرے پاس تھا کچھ سوچ میں پڑ گیا۔میرے دل میں آیا کہ وہ اس خرقہ کو جو حضرت شیخ کا عطا کردہ ہے مجھ سے چھین کر نہیں لے جا سکتے۔پھر میرے دل میں خیال گزرا کہ اگر یہ مجھ سے چھین کر لے گئے تو میں اس کے بعد ان شہروں میں اور آبادیوں میں نہیں رہوں گا۔تھوڑی دیر بعد ان ہندوؤں میں سے ایک' ایک طرف اور دوسرا دوسری طرف چلا گیا۔انہوں نے مجھ سے کچھ نہ کہا اور سلامتی کے ساتھ منزل مقصود پر پہنچ گیا۔(فوائد الفواد)

حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے کشف کا ایک واقعہ

حضرت نظام الدین اولیاء نے فرمایا ایک شخص دانش مند ضیاء الدین نام کے تھے۔وہ

مسجد کے مینار کے نیچے درس دیا کرتے تھے میں نے ان سے سنا وہ کہتے تھے کہ جب میں شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں گیا۔ تو فقہ' نحو اور دوسرے علوم سے بالکل ناواقف تھا۔ میں نے فقط بحث و مباحثہ کا علم (علم منطق) پڑھا تھا۔ میرے دل میں یہ تھا کہ اگر حضرت شیخ نے فقہ نحو اور دوسرے علوم کے بارے میں کچھ پوچھا تو میں کیا جواب دوں گا۔ دل میں یہی تشویش اور اندیشہ لئے میں حضرت کی خدمت میں پہنچا۔ جیسے ہی میں نے سلام کیا اور بیٹھا حضرت شیخ میری طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا کہ تنقیح مناط کیا ہوتا ہے۔ مجھے بڑی خوشی ہوئی اور میں نے اس کی وضاحت شروع کر دی اور نفیاً و اثباتاً اس کے جو معنی ہیں۔ صحیح صحیح بیان کر دیئے۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت شیخ الاسلام کو کشف میں جو کمال حاصل تھا۔ اس کی بناء پر انہوں نے ضیاء الدین دانش مند سے اس علم کے بارے میں پوچھا جس کے وہ عالم تھے۔ (فوائد الفواد)

روحانی بصیرت کا واقعہ

شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کے مریدوں میں سے ایک مرید یوسف نامی تھا۔ ایک دفعہ اس نے حضرت شیخ کی خدمت میں اپنی ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ میں کئی سال سے حضرت کی خدمت میں ہوں۔ ہر شخص حضرت کی بخشش سے فیض یاب ہوا ہے۔ چاہئے تھا کہ میں ان سب سے پہلے فیض یاب ہوتا بہر حال اس نے یہ یا اس سے ملتی جلتی کوئی بات کہی۔ اس پر حضرت شیخ نے فرمایا یہ کوتاہی میری طرف سے نہیں ہوئی اس کے لئے کچھ تم میں بھی تو استعداد و قابلیت موجود ہونی چاہئے۔ نیز میں کوئی خود اپنے پاس سے تھوڑا ہی دیتا ہوں۔ اگر خدا کسی کو نہ دے تو اس کے لئے کیا کیا جائے مرید اسی طرح شکایت کر رہا تھا کہ اس دوران میں حضرت شیخ کی نگاہ ایک چھوٹے بچے پر پڑی۔ آپ نے بچے سے فرمایا یہاں آؤ' یعنی وہاں جہاں حضرت شیخ بیٹھے تھے۔ وہاں اینٹوں کا ایک ڈھیر تھا آپ نے اس چھوٹے بچے سے کہا کہ جاؤ اور ان اینٹوں سے میرے لئے ایک اینٹ لے آؤ بچہ گیا۔ ایک سالم اینٹ لے آیا اور شیخ

کے سامنے رکھ دی۔ایک صاحب شیخ کے پاس بیٹھے تھے۔آپ نے پھر اس بچے سے کہا' جاؤ اور ان صاحب کے لئے اس ڈھیر سے ایک اور اینٹ لے آؤ۔بچہ گیا پھر ایک سالم اینٹ لے آیا اور ان صاحب کے آگے رکھ دی۔پھر حضرت شیخ نے اس بچے سے کہا کہ جاؤ ایک اور اینٹ ان صاحب کے لئے لے آؤ اور آپ نے اسی مرید یوسف کی طرف اشارہ کیا۔وہ بچہ گیا اور آدھی اینٹ لے آیا اور آ کے اس کے سامنے رکھ دی۔حضرت شیخ نے فرمایا اب میں اس کا کیا کروں میں نے اپنی طرف سے جو بس میں تھا کیا' لیکن جب تمہارے مقدر ہی میں صرف اسی قدر ہو تو اس کی ذمہ داری مجھ پر کیسے عائد ہو سکتی ہے۔(فوائد الفواد)

وصال

اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ دستور کے مطابق وقت مقرر پر ہر انسان کو اس دار فانی سے کوچ کرنا پڑا۔ خواہ وہ اللہ کا کتنا ہی برگزیدہ بندہ تھا اس تقاضا فطرت کے تحت حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کا بھی اس دنیا سے جانے کا وقت قریب آ گیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ضعیف العمری میں آپ کو انتڑیوں کا مرض لاحق ہو گیا جس سے آپ کی طبیعت ناساز رہنے لگی۔ چونکہ آپ نے آخری عمر تک کثرت ریاضت مجاہدہ مسلسل شب بیداری اور فقر و فاقے کو اپنائے رکھا۔ اس لئے آخری عمر میں آپ کی صحت بہت کمزور ہو گئی۔

آخری ایام

بیان کیا جاتا ہے کہ وصال سے چند دن پہلے آپ کے سامنے نظامی گنجوی کی مثنوی کے یہ اشعار پڑھے گئے۔

جہاں چیست بگرزد، تیرنگ او — رہائی بجنگ آر از چنگ او
مقیمے نہ بینی، دریں باغ کس! — تماشا کند ہر یکے ہر نفس
دریں چار سو ہیچ بیگانہ نیست — کہ کیسہ بر مرد خود کامہ نیست
درد ہر دمے از نو برے می رسد — یکے می رود دیگرے می رود!
جہاں اگرچہ آرا مگاہے خوش است — شتا بندہ را نعل در آتش است

دو دردارد ایں باغ آراستہ ——— درو بند ایں سے ہر دو برخاستہ
در آ از درے باغ بنگر تمام ——— زدیگر درے باغ بیرون خرام
اگر زیر کے باگلے جو گمیر ——— کہ باشد بجا ماند نقش ناگزیر
دریں دم کہ داری بشا دی بسیچ ——— کہ آئندہ در زیر پیچپت و پیچ
یکے رادر آرد بہ ہنگامہ تیز ——— دگر راز ہنگامہ گوید کہ خیز
نظامی سبک باش یاران شدند ——— تو ماندی بہ غم غمساران شدند

مثنوی کے مندرجہ بالا اشعار آپ کے ایک مرید خاص شمس دبیر نے پڑھے تھے۔ان اشعار کے سننے سے آپ پر بے خودی کا عالم طاری ہو گیا اور آپ حقیقی میں پوری طرح منہمک ہو گئے۔ جب بے خودی کے عالم سے ہوش میں آئے تو آپ نے شمس دبیر کو اپنا خاص پیرہن عنایت فرمایا اس کے بعد آپ نے خاموشی اختیار کر لی۔

امیر خورد صاحب سیر الاولیاء نے بیان کیا ہے کہ۔

کہ وصال کے وقت آپ کو جسم میں سوئیاں چبھنے کا عارضہ کچھ عرصے سے لاحق تھا۔شعبان ۶۶۳ ہجری کو بیماری میں اضافہ ہو گیا۔یہاں تک کہ رمضان شریف سے غلبہ مرض کی وجہ سے کچھ روزے بھی قضا ہو گئے۔محرم ۶۶۴ ہجری کے آغاز ہی میں مرض کی حالت اتنی شدید ہو گئی کہ آپ کو گھڑی گھڑی بے ہوشی کے دورے پڑنے لگے۔جب ہوش آتا تو سوال کرتے کہ میں نے نماز ادا کر لی ہے اور ہر نماز دو دو تین تین مرتبہ پڑھتے تھے۔

وصال

۵ محرم الحرام ۶۶۴ ہجری کا دن حضور بابا صاحب نے سخت بے چینی اور تکلیف میں گزارا۔مگر تمام نمازیں جماعت کے ساتھ ادا کیں اور تمام وظائف بھی پورے کئے پھر عشاء کی نماز جماعت سے پڑھ کر آپ پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔کچھ دیر کے بعد ہوش آیا آپ نے مولانا بدر الدین اسحٰق سے پوچھا کہ میں نے عشاء کی نماز پڑھ لی ہے۔مولانا بدرالدین اسحاق نے جواب دیا

کہ حضور تو عشاء کی نماز وتر کے ساتھ ادا کر چکے ہیں۔ اس کے بعد آپ پھر بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو فرمایا میں دوسری مرتبہ نماز عشاء ادا کروں گا۔ خدا جانے پھر یہ موقع ملے یا نہ ملے۔ مولانا بدر الدین کہتے ہیں کہ اس رات آپ نے تین مرتبہ نماز عشاء ادا کی۔ پھر فرمایا نظام الدین دہلی میں ہے۔ میں بھی خواجہ قطب الدین بختیار کا کی کی وفات کے وقت ہانسی میں تھا۔ پھر آہستہ سے میرے کان میں فرمایا کہ میرے انتقال کے بعد وہ خرقہ جو مجھے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کی نے عنایت کیا تھا۔ وہ نظام الدین اولیاء کو پہنچا دینا۔ پھر آپ نے وضو کے لئے پانی منگوایا۔ وضو کیا اور دوگانہ ادا فرمایا پھر سجدے میں چلے گئے اور سجدے ہی میں آہستہ آواز سے یَاحَیُّ یَا قَیُّوْمُ پڑھتے آپ واصل حق الی الحبیب ہو گئے۔ اِنَّ لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ

سن وصال

اسرار اولیاء مترجم اردو شائع شدہ مرکزی اردو بورڈ لاہور کے صفحہ ۱۹۰ پر لکھا ہے کہ حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کا سن وصال ۵ محرم ۶۶۴ھ مطابق ۱۱۵ اکتوبر ۱۲۶۵ء ہے۔ سفینۃ الاولیاء، اخبار الاخیار اور جواہر فرید کے مصنفوں نے بھی آپ کا سن وصال یہی تحریر فرمایا ہے مگر دیگر تذکرہ نگاروں نے اس سے اختلاف کیا ہے۔ مخبر الواصلین (مملوکہ علامہ اسد نظامی) میں آپ کا سن وصال ۶۷۰ھ مرقوم ہے۔

عمر کی تفصیل

حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ایک رات کو حضرت آرام فرما رہے تھے اور میں خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ انہوں نے ایک چارپائی بچھائی اور وہی کمبل جس پر آپ دن کو بیٹھے رہتے تھے چارپائی پر ڈال دیا۔ وہ کمبل چونکہ چارپائی کی پائنتی تک نہیں پہنچتا تھا۔ لہٰذا جہاں آپ کے پائے مبارک تھے وہاں ایک چادر لا کے ڈال دی گئی۔ اگر آپ رات کو چادر اوپر اوڑھتے تو چارپائی کی اس جگہ پر کوئی بچھونا رہتا حضرت شیخ کے پاس ایک عصا تھا۔ جو انہوں نے اپنے پیر شیخ قطب الدین قدس اللہ سرہ العزیز سے حاصل کیا تھا۔ یہ عصا لا کر آپ کی

چارپائی کے سرہانے کی طرف رکھ گیا۔حضرت شیخ اس عصا پر ٹیک لگا کر استراحت فرمایا کرتے۔جب بھی اس پر آپ کا ہاتھ پڑتا اسے چوم لیتے۔

اس کے بعد حضرت خواجہ نے فرمایا کہ ایک دن اسی بیماری کے دوران میں مجھ سے اور چند اور اصحاب سے ارشاد کیا کہ فلاں احاطے میں جا کر رات بھر جاگو اور میری صحت کے لئے دعا کرو ہم نے ایسا ہی کیا۔میں اور دوسرے اصحاب اس احاطے میں گئے اس احاطے میں ایک چھت بھی تھی ہم اس چھت پر چلے گئے کھانا اپنے ساتھ لے گئے۔رات بھر ہم وہاں رہے اور دعا کرتے رہے جب دن ہوا تو ہم حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے سامنے کھڑے ہو گئے اور عرض کیا کہ ہم آپ کے فرمان کے مطابق جاگتے رہے اور دعا کرتے رہے۔حضرت شیخ نے تھوڑا سا تامل کیا بعد ازاں فرمایا مگر تمہاری دعا سے صحت کے کوئی آثار تو ظاہر نہیں ہوئے۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ میں تو حضرت شیخ کے ارشاد کا جواب دینے میں کچھ متامل رہا۔لیکن حضرت کا ایک مرید تھا جسے علی بہاری کہتے تھے۔وہ میرے پیچھے کھڑا تھا۔وہیں سے بولا کہ ہم تو ناقص لوگ ہیں اور آپ کی ذات مبارک شیخ کامل کی ذات ہے۔کاملوں کے حق میں ناقصوں کی دعا کیسے قبول ہو! شاید یہ بات حضرت شیخ نے نہ سنی۔میں نے بعینہ یہی بات ان کے سمع مبارک تک پہنچائی۔بعد ازاں آپ میری طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ جو کچھ خدا سے مانگو گے وہ پاؤ گے۔اس کے بعد آپ نے اپنا عصا مجھے عطا فرمایا۔

اس دوران میں بندے (حسن علاء سنجری) نے عرض کیا آپ حضرت شیخ کے انتقال کے وقت ان کے پاس موجود تھے۔آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور فرمایا کہ حضرت شیخ نے مجھے ماہ شوال میں دہلی بھیج دیا تھا اور ماہ محرم کی پانچویں رات کے وقت انتقال فرما گئے۔رحلت کے وقت انہوں نے مجھے یاد کیا اور فرمایا کہ فلاں دہلی میں ہے اور ساتھ یہ بھی ارشاد کیا کہ شیخ قطب الدین قدس سرہ العزیز کی رحلت کے وقت میں بھی ان کے پاس موجود نہ تھا' ہانسی میں تھا۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء دہلوی نے یہ حکایت بیان کی تو آپ پر ایسی رقت

طاری ہوئی کہ سب حاضرین متاثر ہوئے۔بعدازاں آپ نے فرمایا کہ جب حضرت شیخ کا مرض زور پکڑ گیا اور اسی دوران میں رمضان کے روزے آ گئے تو آپ نے روزے بند کیے۔ایک دن خربوزہ لایا گیا اور اس کی قاشیں کر کے حضرت شیخ کے سامنے رکھی گئیں آپ نے انہیں تناول فرمایا۔اسی دوران میں خربوزے کی ایک قاش آپ نے مجھے عطا کی میں نے چاہا کہ اسے کھا لوں۔دل میں ارادہ کرلیا کہ روزہ توڑنے کا کفارہ دو ماہ کے متصل روزے رکھ کر ادا کردوں گا۔یہ سعادت جو خود حضرت نے اپنے دست خاص سے بخشی ہے۔پھر کہاں نصیب ہوگی کہ قریب تھا کہ میں خربوزے کی اس قاش کو کھا لیتا کہ آپ نے فرمایا ایسا نہ کرنا مجھے تو شریعت کی طرف سے رخصت (اجازت) ہے تمہیں نہیں کھانا چاہیے۔لوگوں نے حضرت خواجہ سے پوچھا کہ شیخ الدین قدس اللہ سرہ العزیز نے کتنی عمر پائی تو آپ نے فرمایا ترانوے (93) سال عمر پائی۔(فوائد الفواد)

تجہیز و تکفین

حضرت بابا فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کی خبر بہت جلد ہی پاک پتن شہر اور اس کے گردونواح میں پھیل گئی۔آپ کے وصال کی خبر سے لوگوں میں کہرام مچ گیا اور وہ بڑے شوق کے ساتھ آپ کی آخری زیارت کے لئے آستانہ مبارک پر جمع ہونا شروع ہو گئے۔آپ کے ورثاء اور قریبی متعلقین نے بندوبست کرنا شروع کیا اور یہ مشورہ کیا گیا کہ آپ کو شہر سے باہر شہر کے قبرستان میں دفن کیا جائے اور لوگوں کے اژدہام کے باعث جنازہ بھی شہر کے باہر میدان میں پڑھایا جائے ابھی یہ تیاریاں ہو رہی تھیں کہ حضرت بابا فرید کے صاحبزادے جن کا نام شیخ نظام الدین تھا وہ تشریف لے آئے۔جو ان دنوں سلطان غیاث الدین کی فوج میں ملازم تھے وہ پٹیالی میں رہتے تھے۔جو ضلع پٹنہ میں واقع ہے انہوں نے والد محترم کے وصال کے بارے میں ایک خواب دیکھا۔حضرت بابا صاحب آپ کو بلا رہے ہیں۔چنانچہ وہ ملازمت سے رخصت لے کر پاک پتن کی طرف آئے۔جب شیخ نظام الدین شہر پاک پتن پہنچے تو انہیں معلوم ہوا کہ والد محترم کا انتقال ہو

چکا ہے تو آپ کے ذہن میں آیا کہ اس لئے بابا حضور مجھے خواب میں بلا رہے تھے۔ تاکہ میں ان کے جنازے میں شامل ہو جاؤں۔ ان کے آنے پر انہوں نے اپنے دوسرے بھائیوں کو رائے دی کہ حضرت بابا صاحب کو اسی جگہ دفن کیا جائے۔ جہاں آپ کا وصال ہوا ہے ان کی یہ تجویز پر اتفاق رائے ہوئی۔ ان کی یہ تجویز پر اتفاق رائے ہونے سے حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک اسی جگہ پر کھودی گئی جہاں آپ کا وصال ہوا تھا اور یہ وہی مقام ہے جہاں آپ آج کل مدفن موجود ہے۔

الغرض غسل اور کفن کی تیاری کے بعد جنازہ تیار ہو گیا۔ بعد ازاں آپ کے جنازے کو ایک کھلے مقام پر لے جا کر وہاں نماز جنازہ ادا کی گئی۔ جن کے بعد آپ کے جسد مبارک کو واپس اس مقام پر لا کر اسی حجرہ خاص میں دفن کیا جہاں آپ کا وصال ہوا تھا۔

حضرت نظام الدین اولیاء کے ساتھ ہزار ہا حافظ قرآن آئے۔ وہاں پر مرید خلفاء بھی جمع ہو گئے اور قبر مبارک پر گنبد مبارک بنانا شروع کیا گیا اور ہر ایک اینٹ پر ایک قرآن مکمل پڑھا گیا۔ اس طرح آپ کا مزار اقدس مکمل ہوا جو آج تک مرجع خلائق ہے۔

ازواج واولاد

منازل ولایت کے حصول کے بعد حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے سنت مصطفیٰ ﷺ کے مطابق ازدواجی زندگی اختیار کی۔ اس کے لئے آپ نے مختلف اوقات میں چند عورتوں سے یکے بعد دیگرے نکاح کیا۔ بعض تذکرہ نگاروں کا کہنا ہے کہ آپ نے تین عورتوں سے شادی کی مگر چند روایات سے یہ بات بھی ملتی ہے کہ آپ نے چار عورتوں سے شادی کی۔ مگر تین بیویوں کے اسماء گرامی تاریخ میں ملتے ہیں۔ آپ کی پہلی بیوی کا نام شہزادی ہزیزہ بانو تھا جس کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ غیاث الدین بلبن کی بیٹی تھی۔ دوسری کا نام بی بی مجیب النساء تھا اور تیسری بیوی کا نام ام کلثوم تھا۔

شہزادی سے شادی کا واقعہ

سیر الاقطاب کی روایت صاحب اقتباس الانوار نے یوں بیان کی ہے کہ حضرت خواجہ قطب الاقطاب کے وصال کے بعد جب حضرت خواجہ گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ قدس سرہ مسند نشین ہوئے تو سلطان غیاث الدین بلبن حضرت اقدس سے بے حد عقیدت رکھتا تھا اور اکثر خدمت اقدس میں حاضر ہوتا تھا۔ ایک دن اس نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا کہ یہ بندہ خود تو حاضر ہو کر آستانہ بوسی کی سعادت حاصل کرتا ہے لیکن بندہ کے حرم کے لوگ پردہ کی وجہ سے زیارت سے محروم ہیں۔ وہ اس نعمت عظمیٰ کے بے حد خواہش مند ہیں اگر حضور مہربانی فرمادیں تو تشریف لے چلیں۔ تا کہ وہ

سب زیارت سے مشرف ہوں۔ حضرت اقدس نے بادشاہ کی درخواست قبول فرمالی اور محل کے اندر تشریف لے گئے۔ تمام مستورات نے حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف زیارت حاصل کیا لیکن بادشاہ کی بیٹی جس کا نام شہزادی ہزیرہ بانو تھا دور کھڑی رہی۔ حضرت اقدس نے سر اوپر اٹھا کر ایک طرف دیکھا تو شہزادی کو کھڑے ہوئے پایا۔ اس کے بعد گردن جھکالی۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ نے دوبارہ سر اٹھایا اور شہزادی کو غور سے دیکھا اور پھر سرنگوں ہو گئے۔ جب حضرت اقدس محل سے تشریف لے گئے تو بادشاہ عقلمند تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ کوئی بات ضرور ہے چنانچہ اس نے وزیر کو حضرت اقدس کے پاس بھیج کر کہلا بھیجا کہ حضور نے دو مرتبہ میری بیٹی کو غور سے دیکھا ہے اگر حضور کا حکم ہو تو یہ بندہ درگاہ اپنی بیٹی کو خدمت گزاری کے لئے پیش کرے۔ جب وزیر نے حضرت اقدس کی خدمت میں جا کر بادشاہ کی عرضداشت پیش کی تو آپ نے دعوت قبول فرمائی اور کہلا بھیجا کہ میری خواہش مطلقاً یہ نہیں تھی کہ اپنے آپ کو اس تعلق سے آلودہ کرلوں۔ لیکن میرے پروردگار کا متواتر حکم آرہا تھا کہ اے فرید میری رضامندی یہی ہے کہ تم میرے حبیب ﷺ کی سنت کے مطابق نکاح کرو۔ چنانچہ میں نے یہ بات تسلیم کر لی۔ لیکن مجھے اندیشہ پیدا ہوا کہ کہاں کا حکم ہوتا ہے۔ جب بادشاہ مجھے محل کے اندر لے گیا تو میں متوجہ الی اللہ تھا۔ مجھے حکم ہوا کہ فرید سر اٹھا کر دیکھو۔ جب میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو بادشاہ کی بیٹی کو کھڑا پایا۔ اس کے بعد میں نے سرنگوں کر لیا۔ حق تعالیٰ سے فرمان ہوا کہ اس لڑکی کے ساتھ شادی کرو گے۔ چنانچہ میں دوبارہ سر اٹھا کر اچھی طرح دیکھا اور حق تعالیٰ کی خدمت میں عرض کیا کہ بندہ حکم کی تعمیل کرے گا۔ جب وزیر یہ پیغام لے کر بادشاہ کے پاس آیا تو وہ بے حد خوش ہوا خاص طور پر اس بات سے زیادہ خوش ہوا کہ حق تعالیٰ نے اس کی بیٹی کے لئے حکم فرمایا ہے۔ چنانچہ اس نے فوراً شادی کا انتظام کیا اور شہزادی کو حضرت اقدس کی خدمت میں بھیج دیا۔ رات کے وقت جب حق تعالیٰ کے حکم سے حضرت اقدس منکوحہ کے پاس تشریف لائے تو گھر میں ساز و سامان دیکھ کر کافی دیر تک حیرت زدہ ہو کر کھڑے رہے اور عبادت کے لئے جگہ تلاش کرتے رہے۔ کونے میں ایک خالی جگہ دیکھ کر آپ نے مصلیٰ بچھایا اور عبادت میں مشغول ہو گئے۔ یہ دیکھ کر شہزادی فوراً اپنی مسند سے اٹھ کر نیچے آئی اور دست بستہ ہو کر

پاس کھڑی ہو گئی حتیٰ کہ صبح ہو گئی اور حضرت اقدس باہر چلے گئے۔ دوسری رات پھر یہی واقعہ ہوا۔ تیسری رات بھی یہی ہوا چوتھی رات شہزادی نے عرض کیا حضور مجھے معلوم نہیں کہ مجھ سے کیا خطا ہوئی ہے کہ حضور میری طرف توجہ نہیں فرماتے۔ آپ نے فرمایا بی بی فقیروں کی رضامندی خدا تعالیٰ کی رضامندی میں ہوتی ہے۔ اگر تجھے خدا تعالیٰ کی رضامندی درکار ہے تو دنیا کو ترک کر دے درویشوں کا لباس پہن لے اور عبادت میں مشغول ہو جا اور سارا مال و متاع راہ خدا میں خیرات کر دے۔ بی بی نے یہ سنتے ہی دوسرے روز فوراً سارا مال و متاع درویشوں کو دے دیا اور گھر میں کوئی چیز نہ رکھی۔ اس سے حضرت اقدس بہت خوش ہوئے اور بادشاہ کے محل سے جو اس نے اپنی بیٹی کو دیا تھا۔ باہر آ کر احباب سے کہا کہ ایک جوڑا موٹے کپڑوں کا میرے اہل خانہ کے لئے لاؤ۔ شیخ محمود موئنہ روز وہاں موجود تھے۔ وہ اٹھ کر چلے گئے اور کپڑوں کا جوڑا لا کر پیش کیا۔ حضرت اقدس نے وہ جوڑا حضرت بی بی صاحبہ کو پہنایا۔ جب بادشاہ کو اس بات کی خبر ہوئی تو اس نے اسی مقدار میں دوبارہ مال و متاع بھیج دیا۔ بی بی صاحبہ نے وہ بھی خیرات کر دیا اور صرف تین سو باندیاں رہ گئیں۔ جو خدمت گزاری کے لئے بی بی صاحبہ کے ساتھ آئی تھیں۔ بی بی صاحبہ نے کہا کہ ان میں سے اکثر قدیمی خدمتگار ہیں میرے لئے یہ مناسب نہیں کہ ان کو کسی اور کے حوالے کر دوں۔ اس لئے ان کو میں اپنے والد کے پاس بھیجنا چاہتی ہوں۔ اس میں سے جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کو پسند آئیں اپنی خدمت کے لئے رکھ لیں۔ چنانچہ حضرت اقدس نے ان میں سے دو خادماؤں کو رکھ لیا۔ ایک کا نام شارو تھا اور دوسری کا نام شکرو اور باقی سب کو بادشاہ کے پاس واپس بھیج دیا۔ اس کے بعد بی بی صاحبہ نے عرض کیا کہ اب ہمارا اس جگہ رہنا مناسب نہیں ہے۔ کیونکہ جب میں فقر و فاقہ میں زندگی بسر کروں گی تو میرے والد یہ کس طرح برداشت کر سکتے ہیں کہ میری خبر گیری نہ کریں اس لئے بہتر یہ ہے کہ کسی ایسی جگہ پر چلے جائیں جہاں ہمیں کوئی نہ جانتا ہو اور پھر ہم دل کھول کر عبادت کریں گے۔ یہ بات حضرت اقدس کو بہت پسند آئی اور وہاں سے رات کے وقت کوچ کر کے اجودھن پہنچ گئے۔ بعض روایات میں ہے پہلے کچھ عرصہ ہانسی رہے اور پھر وہاں سے اجودھن تشریف لے گئے۔ سیر الاقطاب کی اس روایات کے متعلق کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔ (واللہ اعلم)

اولاد

حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ آپ کے پانچ بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

1۔ حضرت خواجہ نصیر الدین
2۔ حضرت خواجہ شہاب الدین گنج شکر
3۔ حضرت خواجہ بدر الدین سلیمان
4۔ حضرت خواجہ نظام الدین
5۔ حضرت خواجہ یعقوب

1۔ حضرت بی بی مستورہ
2۔ حضرت بی بی شریفہ
3۔ حضرت بی بی فاطمہ علیہم اللہ اجمعین

شیخ نصیر الدین نصر اللہ رحمۃ اللہ علیہ

خواجہ نصیر الدین بابا صاحب کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے۔آپ بڑے زاہد عابد متقی بزرگ تھے۔حضرت شیخ حمید الدین سوالی ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کی طرح زراعت کا پیشہ اختیار فرمایا۔خود اپنے ہاتھ سے کام کرتے اور نذر وفتوح سے احتراز فرماتے۔

ان کے ایک صاحبزادے بایزید تھے جو اپنے والد ماجد کی طرح پرہیزگار اور مخلص درویش تھے۔شیخ بایزید کے صاحبزادے شیخ کمال الدین تھے۔جو موضع دھر میں آباد ہو گئے اور انہوں نے اس علاقہ میں سلسلہ چشتیہ کی تبلیغ وترویج کی۔شیخ کمال شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے چہیتے مرید اور خلیفہ تھے۔

شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو ایک سکہ دیا اور حکم دیا کہ مالوہ میں آباد ہو جائیں۔اس علاقہ میں آپ بہت مقبول و ہر دلعزیز ہو گئے اور دور ونزدیک سے لوگ جوق در جوق

آپ کے پاس آتے۔آپ کی قبر پر سلطان محمود خلجی نے ایک خوبصورت مقبرہ بنوا دیا اور آپ کی خانقاہ کے نام ایک جاگیر وقف کر دی۔(گلزار ابرار)

شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ شہاب الدین گنج علم حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے صاحبزادے ہیں۔آپ کا نام حضرت بابا صاحب نے عوارف المعارف کے مصنف حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کی نسبت کی وجہ سے رکھا تھا۔آپ چونکہ علم و فضل میں یکتائے زمانہ تھے اس لئے آپ کا لقب گنج علم مشہور ہو گیا۔آپ کی گفتگو بڑی عالمانہ اور دلفریب ہوتی تھی۔لہٰذا حضرت بابا فرید بھی اکثر آپ کی گفتگو اور بیان سے لطف اندوز ہوتے۔

آپ بابا صاحب کے جماعت خانے میں رہتے تھے اور عبادت و ریاضت کی درویشانہ زندگی بسر کرتے تھے۔حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کی گہری دوستی تھی اور آپ اکثر حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ان کی سفارش کیا کرتے تھے۔ایک دن کا ذکر ہے کہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کو عوارف المعارف پڑھا رہے تھے۔جو نسخہ آپ کے ہاتھ میں تھا وہ بہت باریک خط کا تھا اور اس میں کچھ سقم بھی تھے۔جس کی وجہ سے پڑھنے میں دقت ہوتی تھی۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضرت شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بہت صحیح نسخہ ہے۔یہ بات حضرت کو سخت ناگوار گذری اور آپ نے فرمایا کہ کیا درویش میں نسخہ سقیم یا سقیم کو صحیح کرنے کی قابلیت نہیں ہے اور یہ جملہ آپ نے کئی مرتبہ فرمایا۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ چونکہ میں نے یہ بات یوں ہی کہہ دی تھی۔میرا مقصد اس سے خدانخواستہ کچھ اور نہ تھا۔اس لئے مجھے یہ وہم بھی نہ تھا کہ حضرت ناراضگی سے فرما رہے ہیں۔مولانا بدر الدین اسحاق نے مجھ سے فرمایا کہ ''مولانا نظام الدین

حضرت کا ارشاد گرامی تم سے ہے۔ میں یہ سنتے ہی کھڑا ہو گیا اور پگڑی اتار کر حضرت کے قدموں میں رکھ دی اور ہاتھ جوڑ کر عرض کیا۔

نعوذ باللہ منہا کہ مرا مقصود ازین سخن کنایتی بہ مخدوم بودہ باشد من

نسخہ دیدم ازان حکایت کر دم مرا اصلاً چیزے دیگر در خاطرنہ بودے

یعنی خدا کی پناہ اگر میرا مقصد اس بات کے کہنے سے کنایۃً بھی مخدوم کی ذات گرامی ہو۔ میں نے ایک نسخہ دیکھا تھا جو مجھے یاد آ گیا اور میں نے حضور سے عرض کر دیا ہرگز ہرگز میرا خیال کچھ دوسرا نہ تھا۔

یہ عرض کیا اور میں نے حضرت کے قدموں میں سر رکھ دیا۔ مگر حضور بدستور ناراض رہے اور چہرہ مبارک سے خفگی کے آثار نمایاں تھے۔ آخر وہاں سے اٹھا لیکن نہ جانتا تھا کہ کیا کروں بس یہ ارادہ کیا کہ خود کو کنوئیں میں گرا دوں۔ کیونکہ جیسا غم واندوہ مجھے اس دن تھا شاید دنیا میں کسی کو نہ ہو گا۔ میں روتا ہوا سخت مضطرب وحیران باہر آیا اور کنوئیں پر پہنچا اور چاہا کہ اپنے آپ کو کنوئیں میں گرا دوں پھر خیال آیا کہ بدنامی کس کی ہو گی اور پھر ایسی حالت میں مرنا جب کہ شیخ ناراض ہوں۔ غم واندوہ کو ختم کرنے والا نہ ہو گا یہ سوچ کر رک گیا۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے لئے وہ وقت سخت آزمائش کا تھا۔ جب حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اتنا سن کر کہ میں نے ایک اچھا نسخہ آپ کے بھائی شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ کے پاس دیکھا تھا۔ کتاب بند کر دی تھی اور کوئی عذر قبول اور کوئی منت وساجت تسلیم نہیں کی تھی۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میری پریشانی اور غم واندوہ کی خبر حضرت شیخ شہاب الدین کو ہوئی۔ میرے ان کے درمیان بہت محبت تھی۔ وہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بڑے پسندیدہ پیرائے میں انہوں نے میرا حال عرض کیا اور معافی اور مہربانی کی سفارش کی حضرت نے ان کی سفارش منظور فرمالی اور محمد خورد کو مجھے بلانے کے لئے بھیجا میں حاضر ہوا اور روتا ہوا حضرت کے قدموں میں گر پڑا۔ حضرت نے مجھے معاف فرما

دیا اور خوش ہوئے دوسرے دن پھر مجھے طلب کیا اور نہایت شفقت و مہربانی فرمائی۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے معمولات میں سے تھا کہ افطار و مشغولی کے بعد حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا رکن الدین سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ کو خلوت میں طلب فرماتے اور تمام دن کی سرگزشت پوچھتے۔ اس وقت کبھی کبھی حضرت شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ ہوتے تھے۔

آپ کا مزار حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ شریف سے غرب کی طرف تین چار قدم کے فاصلے پر خطیرہ میں ہے۔ عقیدت مند لوگ آپ کے مزار کے غسل کا پانی کند ذہن اور غبی بچوں کو پلاتے ہیں۔ حضرت مولانا شہاب الدین کو بھی چھ لڑکے ہوئے۔ صاحبزادوں کے اسمائے گرامی ہیں۔ شیخ حسام الدین' شیخ عبدالحمید' شیخ مسعود' شیخ علی شیر' شیخ محمد اور شیخ جمشید' شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ کے ان صاحبزادوں کی اولاد دہلی' فتح پور' چاندواڑہ' جون پور' ٹانڈہ' سرسہ' رہتاس گڑھ' پھلواڑی' بہار اور بنگال کی دوسری جگہوں پر آباد ہو گئی۔

شیخ بدر الدین سلیمان رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ بدر الدین سلیمان رحمۃ اللہ علیہ حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے تیسرے بیٹے ہیں۔ آپ ہی درگاہ حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے پہلے سجادہ نشین ہوئے۔ آپ بڑے درویش اور متقی تھے اور علم و فضل میں بھی خاصی مہارت رکھتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ چشت میں سجادہ نشینی کے بارے میں کوئی تنازعہ تھا۔ خواجہ زور اور خواجہ غور چشت سے دھلی تشریف لائے تاکہ شیخ علی چشتی کو راضی کر کے واپس گھر لے جائیں۔ تاکہ وہ اپنے مرحوم بھائی کے سجادہ نشین بنیں' بلبن شیخ علی چشتی کی بڑی قدر و منزلت کرتا تھا اور اس نے دھمکی دی کہ اگر شیخ واپس چلے گئے تو وہ تخت و تاج سے دستبردار ہو جائے گا۔ دونوں فرستادہ واپسی پر اجودھن سے گذرے تو شیخ فرید رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا پرتپاک خیر مقدم کیا اور انہیں اپنے پاس سے دو ٹوپیاں دے کر عرض کی کہ میرے بچوں شیخ بدر الدین اور شیخ نظام الدین کو پہنا دیں۔ آپ کا وصال ۶۷۴ ھ ہجری میں ہوا۔ آپ کا مزار مبارک اندرون روضہ مبارک شرقی دروازے میں سے داخل ہوتے ہوئے پہلا ہے۔

حضرت شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کے چوتھے بیٹے ہیں۔ دنیوی لحاظ سے بڑے دانشمند تھے سلطان غیاث الدین بلبن کی فوج میں ملازم تھے اور نہایت شجاع اور بہادر تھے۔ آپ قصبہ پٹیالی میں رہا کرتے تھے۔ جو ضلع ایٹہ میں ہے اور ایٹہ علی گڑھ کے نزدیک ہے۔ امیر خورد کرمانی کے بیان کے مطابق حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے سب بچوں میں زیادہ محبوب تھے۔ اسی لئے حضرت ان کی گستاخانہ باتوں پر بھی مسکراتے رہتے تھے اور ناراض نہ ہوتے تھے۔

ایک مرتبہ یہی حضرت شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ سفر کو گئے اور کافی عرصہ واپس اجودھن نہیں آئے۔ ایک مدت کے بعد اجودھن آنے والے ایک آدمی کے ذریعہ انہوں نے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو سلام بھجوایا۔ وہ شخص جب حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو بعد قدمبوسی اس نے عرض کیا۔

حضور مخدوم زادہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے سلام عرض کیا ہے۔ شیخ نے پوچھا وہ کون؟ اس شخص نے کہا کہ مخدوم زادہ نظام الدین لیکن شیخ نہ سمجھے اور پوچھا کہ کس کا ذکر کرتے ہو۔ اس نے کہا کہ حضور آپ کے صاحبزادہ نظام الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اتنی دیر کے بعد آپ کا ذہن ان کی طرف منتقل ہوا اور آپ نے اس شخص سے کہا کہ اچھا نظام الدین کیسا ہے خوش تو ہے۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو یاد حق میں اتنا استغراق تھا کہ آپ نے اپنے اس لڑکے کو جو آپ کو اپنی تمام اولاد میں زیادہ محبوب تھا کتنی دیر کے بعد پہچانا۔

حسن علا سنجری سے سنئے فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں میں اور آپ کے صاحبزادہ جناب شیخ نظام الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے تھے اور دوسرے احباب بھی موجود تھے کہ حضرت نے ہماری طرف دیکھا اور فرمایا۔

تم دونوں میرے فرزند ہو پھر اپنے صاحبزادہ حضرت شیخ نظام الدین سے فرمایا کہ تو

فرزند نانی ہے اور میری اشارہ کر فرمایا کہ تو فرزند جانی ہے۔ امیر خورد کرمانی نے لکھا ہے کہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد کافروں نے اجودھن پر حملہ کیا تھا۔ جس میں آپ کے صاحبزادہ جناب شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرے مسلمانوں کے ساتھ مل کر کافروں کا مقابلہ کیا اور بڑی جوانمردی اور انتہائی شجاعت کے ساتھ لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔

شیخ یعقوب

آپ بابا فرید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے چھوٹے بیٹے تھے۔ انہوں نے مولانا بدر الدین اسحاق کے ساتھ قرآن پڑھا تھا۔ وہ وجدانی فہم و فراست کے مالک تھے نیز وہ نہایت مہذب اور ایثار پیشہ تھے۔ انہوں نے ملامتیہ صوفیاء کے اطوار اختیار کر لئے تھے اور گمنامی کی زندگی بسر کرتے تھے۔

امیر خورد کرمانی کا بیان ہے کہ میرے والد سید محمد مبارک کرمانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ یعقوب رحمۃ اللہ علیہ ہمراہ سفر کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے حضرت شیخ یعقوب کا یہ ذکر مجھے سنایا کہ میں اور حضرت شیخ یعقوب رحمۃ اللہ علیہ سفر کو روانہ ہوئے۔ کچھ دن میں اودھ پہنچ گئے تو حضرت خواجہ یعقوب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ کو سرائے میں سامان کے پاس چھوڑا اور خود شہر کی سیر کو نکل گئے اور رات تک واپس نہ آئے۔ اتفاقاً اسی دن والئ اودھ کے پیٹ میں سخت درد اٹھا اور کسی دوا سے کوئی فائدہ نہ ہوا طبیب عاجز آ گئے تو دعا کی طرف توجہ کی گئی کسی شخص نے حاکم سے کہا کہ میں نے عصر کے وقت حضرت شیخ شیوخ العالم بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے کو شہر میں دیکھا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر وہ آپ کو کوئی تعویذ دیں یا دم کریں تو شفا ہو جائے گی۔ یہ سن کر حاکم شہر نے آپ کی تلاش کے لئے آدمی دوڑائے چند آدمی میرے پاس سرائے میں آئے تو انہوں نے مجھ سے پوچھا میں نے ان کو بتایا کہ شیخ زادہ معظم میرے ہمراہ تشریف لائے ہیں اور ان کا یہ سامان موجود ہے اور وہ مجھ کو بٹھا کر شہر کی سیر کو گئے ہیں۔ کچھ معلوم نہیں کہ وہ اس وقت کہاں ہوں گے یہ سن کر وہ لوگ چلے گئے اور آخر جوئندہ یابندہ کے مصداق انہوں نے آپ کو تلاش کر لیا اور حاکم کے پاس لے گئے

اس کی حالت شدت درد سے بہت نازک تھی۔

شدت درد کے سبب چارپائی سے زمین پر زمین سے چارپائی پر لوٹتا تھا اور ہلاک ہو جانے کے قریب تھا۔ حضرت خواجہ یعقوب اس کے قریب چارپائی پر بیٹھ گئے اور اپنی دو انگلیاں حاکم کے پیٹ پر رکھیں اور کچھ پڑھا۔ جس سے فی الفور درد بند ہو گیا اور حاکم اٹھ بیٹھا اور خواجہ یعقوب رحمۃ اللہ علیہ کے پاؤں کو بوسہ دیا اور ایک تھیلی روپوں کی اور کچھ تھان کپڑے کے آپ کی نذر کیے۔

آدھی رات کے قریب حضرت واپس سرائے میں آئے اور مجھ سے سب واقعہ بیان کر کے فرمایا۔

میرا خرچ کم ہو گیا تھا اور میں اسی تفکر میں سو گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے خرچ بھجوا دیا۔

امیر خورد کرمانی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ اثنائے سفر میں قصبہ امروہا کے قریب آپ کو مردان غیب لے گئے اور پھر آپ کا پتہ نہ چلا۔

آپ کی یادگار دو صاحبزادے تھے' خواجہ عزیز الملانہ والدین رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے حضرت قاضی رحمۃ اللہ علیہ یہ دونوں بزرگ زادے بھی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے وابستہ ہو گئے تھے۔ حضرت عزیز الدین رحمۃ اللہ علیہ نفس گیرا رکھتے تھے ور صاحب فتوح تھے۔ حضرت خواجہ عزیز الدین رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت دیوگیر میں ہوئی اور وہیں دفن کیے گئے ہیں اور حضرت خواجہ قاضی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال دہلی میں ہوا اور حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے چبوترہ یاران میں دفن کیے گئے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ بابا صاحب کے تقریباً چھ پوتوں اور ان کے بچوں کے نام خواجہ عزیز الدین رحمۃ اللہ علیہ تھے اور وہ سب حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے اور آپ کے پاس دہلی میں ہی رہتے تھے۔

حضرت بی بی مستورہ

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی تین صاحبزادیوں میں سے سب سے بڑی

بیٹی کا نام حضرت بی بی مستورہ تھا۔ جو بڑی زاہدہ اور عابدہ تھیں والدین کی نہایت ہی فرمانبردار تھیں۔ پابند صوم وصلوٰۃ تھیں۔ جوانی میں ان کی شادی شیخ عمر صوفی فاروقی سے ہوئی جو نہایت ہی نیک سیرت تھے۔ ساری عمر صبر وشکر اور توکل میں گزار دی۔ حضرت بی بی مستورہ اپنے خاوند کی انتہائی فرماں بردار تھیں۔ آپ کے دو صاحبزادے تھے جن میں سے ایک کا نام عزیز الدین صوفی اور دوسرے کا نام شیخ کبیر الدین تھا۔

شیخ عزیز الدین صوفی

شیخ عزیز الدین صوفی آپ علم ظاہر و باطن سے آراستہ تھے۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے اور آپ ہی کے پاس رہتے تھے۔ ایک دن حضرت مولانا وجیہ الدین پاٹلی رحمۃ اللہ علیہ حضرت سلطان المشائخ کی مجلس میں صاحبزادہ موصوف سے اوپر بیٹھ گئے تو حضرت نے اسی وقت ناراض ہو کر فرمایا جس طرح میں نہیں چاہتا کہ کوئی مجعد (بالوں والا) کسی عالم سے اوپر بیٹھے اسی طرح میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ کوئی عالم میرے مخدوم زادگان سے اوپر بیٹھے۔ اگرچہ مخدوم زادہ مجعد ہی کیوں نہ ہو۔ یہ سنتے ہی حضرت مولانا وجیہ الدین پاٹلی نے زمین ادب کو بوسہ دیا اور کھڑے ہو گئے اور ہاتھ جوڑ کر عرض کیا کہ حضور میں مخدوم زادہ سے واقف نہیں تھا۔ ورنہ ہرگز یہ جرات نہ کرتا۔

خواجہ عزیز الدین صوفی نے حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد پر قاضی حمید الدین کاشانی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلیم حاصل کی تھی۔ آپ کا خط بہت پاکیزہ تھا آپ نے اپنے مرشد حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات تحفۃ الابرار فی کرامت الاخیار کے نام سے جمع کئے تھے جو اب نایاب ہیں۔

ایک مرتبہ شیخ عزیز الدین رحمۃ اللہ علیہ صوفی ازراہ مہربانی وشفقت امیر خورد کرمانی رحمۃ اللہ علیہ صاحب سیر الاولیاء کے گھر تشریف لائے اور اثنائے گفتگو میں امیر خورد رحمۃ اللہ علیہ کو مخاطب کر کے یہ شعر پڑھا۔

گر وقت خوش ہست غنیمت میدار
کان راچو نماز ہا قضا نتوان کرد

شیخ عزیز الدین رحمۃ اللہ علیہ صوفی نے امیر خورد کرمانی سے بیان کیا کہ ایک دن میں حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جاتے ہوئے دریا کی طرف چلا گیا اور ان دنوں دریائے جمنا خانقاہ شریف کے برابر بہتا تھا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت تحیر کے عالم میں قبلہ رخ بیٹھے ہیں۔ آپ کا منہ اور آنکھیں آسمان کی طرف ہیں اور جمال حق میں محو ہیں۔ میں ڈرا کہ نازک موقع ہے نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن کوئی خدمت گار بھی اس وقت وہاں موجود نہ تھا۔ اس لئے میں بالکل خاموش کھڑا ہو گیا۔ تھوڑی دیر میں حضرت کو لرزش ہوئی اور آپ صحو میں آ گئے اور آپ نے اپنی آنکھوں کو ملا۔ پھر میری طرف دیکھا اور پوچھا تو کون ہے میں نے ڈرتے ہوئے عرض کیا میں عزیز ہوں۔ آپ نے پھر مجھے قریب بلایا اور بے حد شفقت و مرحمت فرمائی۔

شیخ کبیر الدین رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت بی بی مستورہ رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے صاحبزادہ تھے۔ آپ نے بھی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی زیر نگرانی تعلیم و تربیت پائی تھی۔ خانقاہ ہی میں رہتے تھے اگر اتفاقاً کسی دن سحری میں نہ آتے تو عبد الرحیم رحمۃ اللہ علیہ منتظم لنگر خانہ سحری کا کھانا آپ کے مقام پر پہنچاتے تھے۔ ایک دن حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں کسی نے چند کاک پیش کئے۔ آپ نے خواجہ اقبال سے فرمایا ان کو حاضرین میں تقسیم کر دو۔ خواجہ اقبال نے حکم کی تعمیل کی ہر ایک نے اپنا حصہ کھانا شروع کیا مگر شیخ کبیر الدین نے رکھ لیا۔ حضرت نے خود ان سے فرمایا۔ کھالو اس میں خمیر نہیں ہے اور اس کے بعد تین مرتبہ فرمایا۔

''کہ اگر کوئی صوفی زہد و تقویٰ رکھتا ہے تو وہ مخدوم زادہ کبیر الدین ہے''

شیخ کبیر الدین رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے مرشد حضرت خواجہ نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ سے اتنی محبت تھی کہ اپنے حقیقی بھائی کے پاس سے سکونت ترک کر کے حضرت کے پاس خانقاہ میں رہنے

لگے تھے۔انتقال ہوا تو آپ ہی کے چبوترا یاراں میں دفن ہوئے۔

حضرت بی بی شریفہ

حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی درمیانی صاحبزادی حضرت بی بی شریفہ تھیں۔جوانی میں ان کا نکاح ایک شریف النفس شخص سے ہوا مگر اس کی زندگی نے وفا نہ کی۔جس وجہ سے حضرت بی بی شریفہ جوانی ہی میں بیوہ ہوگئیں اس کے بعد پھر ساری عمر تجرید ہی میں گزار دی۔وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں اس قدر مشغول رہتی تھیں کہ ایک مرتبہ حضرت بابا صاحب نے فرمایا کہ اگر عورتوں کو خلیفہ بنانا شریعت میں جائز ہوتا تو میں حضرت بی بی شریفہ کو اپنا خلیفہ بنا دیتا۔

حضرت بی بی فاطمہ

آپ حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی تھیں۔جن کی شادی مولانا سید بدرالدین اسحاق دہلوی سے ہوئی۔جو کہ حضرت بابا فرید کے مریدوں میں سے تھے جن میں حد درجے کا اخلاص تھا۔آپ کے دولڑکے تولد ہوئے۔خواجہ محمد امام اور خواجہ محمد موسیٰ' مولانا بدرالدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے سید محمد کرمانی کو اجودھن بھیجا۔تاکہ وہ بی بی صاحبہ سے درخواست کریں کہ وہ دہلی میں آکر رہائش پذیر ہو جائیں۔بی بی فاطمہ کو دہلی آئے ابھی چند دن ہی ہوئے تھے کہ یہ افواہ پھیل گئی کہ بی بی فاطمہ سے شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ خود نکاح کرنا چاہتے ہیں۔جب شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کو اس کا پتہ چلا تو آپ کو سخت صدمہ ہوا۔اسی رنج کی بناء پر وہ اجودھن چلے گئے اور جب دہلی لوٹے تو بی بی فاطمہ کا انتقال ہو چکا تھا۔خواجہ محمد امام اور خواجہ موسیٰ کو شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی محبت سے تعلیم و تربیت دی۔خواجہ محمد امام نے شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت نامہ بھی حاصل کیا انہوں نے شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی ہی میں لوگوں کو بیعت کرنا شروع کر دیا تھا۔

سجادہ نشینان آستانہ عالیہ فریدیہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ نے وصال کے بعد تمام بھائیوں اور خلفاء نے متفقہ طور پر حضرت خواجہ شیخ بدرالدین سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کو آپ کا جانشین منتخب کیا۔ حضرت خواجہ شیخ بدرالدین سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت شیخ علاؤالدین احمد موج دریا رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین بنے۔ درگاہ عالیہ کے سجادہ نشین حضرات کی فہرست درج ذیل ہے۔

1- حضرت بدرالدین سلیمان رحمۃ اللہ علیہ
2- حضرت علاؤالدین احمد موج دریا رحمۃ اللہ علیہ
3- سجادہ نشین حضرت دیوان محمد معزالدین رحمۃ اللہ علیہ
4- سجادہ نشین حضرت دیوان محمد فضیل الدین رحمۃ اللہ علیہ
5- سجادہ نشین حضرت دیوان محمد منور رحمۃ اللہ علیہ
6- سجادہ نشین حضرت دیوان نورالدین رحمۃ اللہ علیہ
7- سجادہ نشین حضرت دیوان بہاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ
8- سجادہ نشین حضرت دیوان محمد یونس رحمۃ اللہ علیہ
9- سجادہ نشین حضرت دیوان احمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ
10- سجادہ نشین حضرت دیوان محمد عطااللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ
11- سجادہ نشین حضرت دیوان شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ

12- سجادہ نشین حضرت دیوان محمد ابراہیم شاہ فرید رحمۃ اللہ علیہ

13- سجادہ نشین حضرت دیوان تاج الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ

14- سجادہ نشین حضرت دیوان فیض اللہ فرید رحمۃ اللہ علیہ

15- سجادہ نشین حضرت دیوان محمد ابراہیم ثانی رحمۃ اللہ علیہ

16- سجادہ نشین حضرت دیوان شیخ محمد ثانی رحمۃ اللہ علیہ

17- سجادہ نشین حضرت دیوان محمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ

18- سجادہ نشین حضرت دیوان محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ

19- سجادہ نشین حضرت دیوان محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ

20- سجادہ نشین حضرت دیوان محمد عبدالسبحان شہید رحمۃ اللہ علیہ

21- سجادہ نشین حضرت دیوان غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ

22- سجادہ نشین حضرت دیوان محمد یار رحمۃ اللہ علیہ

23- سجادہ نشین حضرت دیوان شرف الدین رحمۃ اللہ علیہ

24- سجادہ نشین حضرت دیوان اللہ جوایا رحمۃ اللہ علیہ

25- سجادہ نشین حضرت دیوان سید محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

26- سجادہ نشین حضرت دیوان غلام قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ

وظائف وعملیات

حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات اسرار الاولیاء اور راحت القلوب میں آپ کے بیان کردہ وظائف اور عملیات موجود ہیں۔ جنہیں استفادہ کے لئے یہاں درج کر دیا گیا ہے۔

قرآنی سورتوں کے فوائد

فرمایا اے درویش! جو کوئی سورۃ فاتحہ کو بیماروں کی شفایابی کے لئے یا کسی بھی اہم کام کے لئے اکتالیس دفعہ اعوذ وتسمیہ کے ساتھ اس طرح کہ رحیم کی م کو اَلْحَمْدُ کے اَلْ میں ملا کر پڑھے اور مریض پر دم کرے فوراً شفا پائے۔ کیونکہ سورۃ فاتحہ کا ختم شریف اکتالیس دفعہ ہے اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ (اَلْفَاتِحَۃُ شِفَاءٌ لِکُلِّ دَاءٍ) فاتحہ شریف ہر مرض کی دعا ہے۔

پھر فرمایا! سورۃ بقرہ شریف کا ختم پاک دن میں ایک بار ہے۔ جو شخص نماز فجر کے فرضوں اور سنتوں کے درمیان تین روز تک پڑھے جو نیت بھی اس کی ہوگی خدائے قدوس پوری کرے گا۔ ایک دفعہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ سے حاجت تھی۔ آپ نے اس سورۃ پاک کا وظیفہ فرمایا۔ ابھی ایک ہی نماز پوری نہ ہوئی تھی کہ خدائے قدوس نے ان کی حاجت پوری کر دی۔

پھر فرمایا! اے درویش! سورۃ آل عمران کا ختم شریف دن میں دس مرتبہ ہے۔ دین د

دنیا میں کشائش کے لئے پڑھے۔

فرمایا! اے بدرالدین! یہ تمام تشویق و ترغیب جو میں کر رہا ہوں۔ تمہارے اور تمام متبعین کے حال و مقام کو درجہ کمال تک پہنچانے کے لئے ہے۔ کیونکہ پیر مرید کے لئے مشاطہ کا کام سرانجام دیتا ہے۔

سورۃ نساء کا ختم پاک دن میں سات مرتبہ ہے۔ جو شخص اس کو سات دفعہ ہر روز پڑھتا ہے۔ تمام دینی و دنیوی تکلیفوں سے محفوظ رہتا ہے۔

جو شخص دن میں سات دفعہ سورۃ مائدہ کا ختم شریف کرتا ہے۔ اس شہر میں بارش کی کمی نہ ہوگی۔

ختم سورۃ انعام سات دفعہ ہے۔ ایک روایت میں اکتالیس مرتبہ ہے۔ جو شخص اپنی حاجت کے لئے پڑھے پوری ہوگی۔

سورۃ اعراف کا ختم قبولیت توبہ کے لئے یوں ہے کہ ستر دفعہ استغفار کرے۔ پھر دو رکعت نماز ادا کرے۔ پہلی رکعت میں ایک دفعہ فاتحہ شریف اور سو مرتبہ قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اور دوسری رکعت میں فاتحہ شریف اور ایک دفعہ سورۃ اخلاص شریف سو مرتبہ پڑھے پھر سورۃ اعراف پڑھے۔

سورۃ انفال کا ختم قیدیوں کی آزادی کے لئے چار مرتبہ پڑھا جائے۔ جو شخص اس سورۃ پاک کو دن میں چار دفعہ پڑھے۔ اللہ تعالیٰ اسے دنیا کی قیدوں اور سختیوں سے نجات دے گا اور آخرت کے عذاب سے بھی محفوظ رکھے گا۔

سورۃ توبہ کا ختم مشکل کاموں میں کامیابی اور عاقبت کے اچھا ہونے کے لئے چالیس مرتبہ پڑھنا چاہئے۔ جو التزام کرے گا کامیاب ہوگا۔

کفار پر غلبہ و فتح پانے کے لئے دس دفعہ سورۃ ہود کا ختم کرنا چاہئے۔

بخشش و عزت اور قرآن کے پڑھنے اور حفظ کرنے کے لئے سورۃ ابراہیم کو دس بار پڑھنا چاہئے۔

پھر فرمایا کہ حضرت رسول مقبول ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص سورۃ یوسف کو پڑھے۔ قرآن پاک اسے یاد ہو جائے گا۔

سورۃ رعد کا ختم سات بار ہے۔ اس سورۃ پاک کو دشمنان دین کے خوف و ہراس کے لئے پڑھنا چاہئے۔

سورۃ حج ستر دفعہ مرگی اور جنوں کے مریضوں پر دم کرنے سے فی الفور شفا ہوتی ہے۔

سورۃ نحل کا وظیفہ دن میں دس مرتبہ ہے۔ جو کچھ خدا سے مانگے گا ملے گا۔

سورۃ بنی اسرائیل دن میں دس بار پڑھنی چاہئے۔

سورۃ کہف کا ختم شریف چالیس دفعہ ہے۔ ہر جمعہ کو اپنی تمام مشکلات کے لئے پڑھے۔

مال و دولت کی فراوانی اور امور عظیمہ کے لئے سورۃ مریم ہر روز بیس دفعہ بلا ناغہ پڑھنا چاہئے۔

سورۃ طٰہٰ شب جمعہ کو تین مرتبہ پڑھنے سے ایسا معلوم ہو گا کہ خداوند تعالیٰ خود کلام فرما رہے ہیں۔

مقہوری دشمنان کے لئے سورۃ انبیاء کا ختم پچھتر بار کرنا چاہئے۔

دین و دنیا کی نجات اور زکوٰۃ دینے والوں کی دریافت کے لئے قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ سات مرتبہ پڑھنا چاہیے۔

سورۃ نور کا ختم تمام مصیبتوں کو دور کرنے کے لئے روزانہ سات دفعہ کرنا چاہئے۔

فرمایا! سورۃ فرقان سات مرتبہ پڑھنا چاہئے۔

ختم سورۃ شعراء پچھتر مرتبہ ہے۔ دشمنان دین کے دور کرنے کے لئے پڑھنا چاہئے۔ شکر نعمت خداوندی کے طور پر سورۃ نمل پڑھنا چاہئے۔

قصص الانبیاء کا ختم شریف دس دفعہ کا ہے۔ جتنا ثواب انبیائے کرام کو ہو گا اتنا ہی ثواب اس سورۃ پاک کے قاری کو ہو گا۔

وسواس شیطانی دور کرنے کے لئے سورۃ عنکبوت دس مرتبہ پڑھنے کا التزام کرے۔

دفع دشمن کی نیت سے سورۃ الروم اکیس بار پڑھنے کا حکم ہے۔

دین و دنیا کہ سعادتیں حاصل کرنے کے لئے سورۃ لقمان ستر دفعہ۔

شہادت کا درجہ عظمیٰ حاصل کرنے کے لئے سورۃ السجدہ۔

اَلَمْ نَشْرَحْ کی سورۃ پاک کا ختم پچھتر دفعہ برائے امور مشکلہ

سورۃ سبا کا ختم اکتالیس مرتبہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور دشمنوں سے صلح کرنے کے لئے تمام مصیبتوں سے حفاظت اور بزرگوں کے ایصال ثواب کے لئے سورۃ فاطر ستّر مرتبہ اور ہر مشکل کام کو آسان بنانے کے لئے سورۃ یاسین کا ختم کفایت کرتا ہے۔

امن و امان میں رہنے کے لئے سورۃ والصفت اکیس بار۔

پھر فرمایا! اے درویش! سورۃ تنزیل الکتاب جمعرات کو پانچ مرتبہ خدائے تعالیٰ کی اطاعت میں سستی و غفلت دور کرنے کے لئے پڑھیں۔

ظالموں کے دفع کرنے کے لئے سورۃ سجدہ کا ختم دس دفعہ کرنا چاہئے۔

سورۃ حم عسق تمام مصیبتوں کے دفعیہ اور سعادت کے حصول کے لئے۔

حفظ ایمان کے لئے سورۃ زحزف اکیس بار سعادت اندازی کے لئے۔

اسرار الٰہی کے ظہور کے لئے سورۃ محمد کا ختم پاک اکتالیس بار کرنا چاہئے۔

خاتمہ بالایمان کا وظیفہ

حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اگر چاہئے کہ مسلمان مرے اور صالحین کے درجے میں پہنچے تو یہ آیت پڑھا کرے۔ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ بعد ازاں شیخ الاسلام قدس اللہ سرہٗ نے فرمایا کہ جب ایک مدت کے بعد یعقوب اور یوسف علیٰ نبینا و علیہم السلام کی ملاقات ہوئی تو یوسف علیہ السلام نے سر سجدے میں رکھ کر یہی آیت پڑھی اور عرض کی خداوند! تو نے مجھ کو بادشاہ

بنایا یہ تیری مرضی تھی۔ میں نے اس کی درخواست نہ کی تھی اب قیامت کے روز بادشاہوں کے ساتھ میرا حشر نہ کیجیو۔ میں بے چارہ مسکین وضعیف اس کی طاقت نہیں رکھتا کہ بادشاہوں کے ساتھ میرا حشر ہو۔

اولاد طلب کرنے کا عمل

حضرت بابا فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جس کسی کو کوئی مہم درپیش ہو یا کسی کا غلام بھاگ گیا ہو یا وہ نیک اور پارسا فرزند کی خواہش رکھتا ہو تو یہ آیت پڑھا کرے۔ رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ بعدازاں فرمایا کہ حضرت زکریا علیہ السلام نے یہی آیات پڑھی تھی جو خداوند تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام جیسا فرزندان کو عنایت کیا جو صغیر سنی میں ہی خوف الٰہی سے اس قدر روتے تھے کہ رخساروں کا گوشت گل گیا تھا۔ ان کے والد حضرت زکریا رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی والدہ ان کو سمجھاتیں کہ تم ابھی بچے ہو تم کو اس قدر خوف کس لئے ہے؟ تو جواب دیتے تھے کہ اے والدہ میں دیکھتا ہوں کہ جب تم ہنڈیا کے نیچے آگ سلگاتی ہو تو پہلے چھوٹی لکڑی رکھتی ہو۔ جب ان میں آگ کی بنیاد مضبوط ہو جاتی ہے اس وقت بڑی لکڑیاں لگاتی ہو تو مجھ کو بھی اندیشہ ہے کہ دوزخ میں پہلے چھوٹوں کو ڈالا جائے گا۔

پھر فرمایا کہ ایک دفعہ میں سیوستان کی طرف سفر کر رہا تھا اور اس شہر کے بزرگوں کی زیارت کرتا تھا۔ ایک روز حضرت محمد سیوستانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا نہایت بزرگ اور بوڑھے آدمی اور صاحب ولایت تھے۔ سلوک کے متعلق حکایت ہو رہی تھی اور درویش آپس میں بحث کر رہے تھے۔ ایک شخص آیا اور قدم بوس ہو کر بیٹھ گیا۔ خواجہ سیوستانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی روشن ضمیری سے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ ایک حاجت مند آیا ہے۔ فوراً وہ قدم بوس ہوا اور عرض کی کہ ہاں۔ فرمایا جا اس آیت کو پڑھا کر۔ خداوند تعالیٰ تجھ کو فرزند صالح عنایت کرے گا۔ آیت یہ ہے۔ رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ وہ شخص چلا گیا اور حق تعالیٰ نے اس کو ایسا نیک فرزند عنایت کیا جو صاحب سجادہ ہوا اور جس نے برہنہ پا سترحج کئے اور

اسی نیت میں مرا۔

ثابت قدم رہنے کا وظیفہ

حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ اگر بڑے بڑے کاموں میں صابر رہنے کا آرزو مند ہو اور ہر معاملے میں ثابت قدم اور دشمنوں پر ظفریاب رہنا چاہتا ہو تو یہ آیت مجرب ہے۔

رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ

فراخی رزق کا وظیفہ

حضرت بابا فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ جو شخص فرض نماز کے بعد تین بار سورۃ اخلاص اور تین بار درود اور اس کے بعد ایک بار یہ آیت وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا پڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے تین نعمتیں عطا فرمائے گا۔ (1) درازی عمر (2) مال بسیار (3) اقبال مندی نیز وہ بے حساب جنت میں داخل ہو گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

غربت دور کرنے کا وظیفہ

حضرت بابا فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ ہی کا ارشاد ہے کہ جو شخص فقر و فاقہ میں مبتلا ہو جائے تو لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ کا ورد رکھنے سے اس کی حالت درست ہو سکتی ہے۔

رحمت و برکت کا وظیفہ

حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ رحمت و برکت اس پر نازل ہو اور روزی اس کی وسعت پائے اور کسی کا محتاج نہ رہے تو یہ آیت پڑھا کرے۔ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ وَارْزُقْنَا

وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ پھر فرمایا کہ یہ آیت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔مگر انہوں نے کفران نعمت کیا تھا۔خداوند تعالیٰ نے ان کو جنہوں نے اس مائدے میں سے کھایا تھا کتا اور خنزیر بنا دیا۔

اطمینان قلب کا وظیفہ

حضرت بابا فرید الدین مسعود کا ارشاد ہے کہ اگر اللہ کو یہ منظور ہو کہ اس کا دل ایمان اور امان کے ساتھ رہے اور رحمت الٰہی اس کے شامل حال ہو تو یہ آیت پڑھے۔رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ پھر اسی محل میں فرمایا کہ ایک روز حضرت رسول خدا ﷺ تشریف فرما تھے اور صحابہ رضی اللہ عنہ حضرت ﷺ کے گرد حاضر تھے اور سابق پیغمبروں کا حال بیان ہو رہا تھا کہ صحابی نے کھڑے ہو کر عرض کی یا رسول اللہ! میرا دل کیونکر مطمئن ہو کہ میں با ایمان جاؤں گا۔حضرت ﷺ اس کے اس سوال پر متفکر ہوئے اتنے میں جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہنے لگے کہ یا رسول اللہ! میں یہ آیت لایا ہوں۔جو شخص اس آیت کا ورد رکھے گا اس کا دل ایمان کی طرف سے مطمئن ہو گا اور امید ہے کہ وہ با ایمان ہی جائے گا۔پھر شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آیت مذکورہ کا نزول ان صحابی کے التماس ہی پر ہوا تھا۔

نور ایمان کامل ہونے کی دعا

اور جب یہ چاہے کہ نور ایمان اس کے دل میں کامل ہو تو یہ آیت پڑھا کرے۔رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

بعد ازاں شیخ الاسلام یہ فوائد بیان فرما کر دعا گو کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ یہ ساری ترغیب تمہارے واسطے کرتا ہوں۔کیونکہ پیر مرید کا مشاطہ ہوتا ہے جب تک کہ مرید کو جیسا کہ چاہئے تمام آلائشوں سے پاک نہ کیا جائے وہ طریقت کا راستہ طے نہیں کر سکتا اور گمراہی سے باہر نہیں نکل سکتا۔

بیماری اور غم سے نجات

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے بقیۃ المجتہدین کے حوالہ سے فرمایا ہے کہ ان کا کہنا ہے کہ مجھے ان پر تعجب ہے جو غم میں مبتلا ہوں اور اس آیت کو نہ پڑھیں۔ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے فَاسْتَجَبْنَا لَہٗ وَنَجَّیْنَاہُ مِنَ الْغَمِّ وَکَذٰلِکَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ اس کے بعد اسی سلسلے میں فرمایا کہ جب حضرت ایوب علیہ السلام بیمار ہوئے اور ان کے جسم میں کیڑے پڑ گئے اور چالیس سال تک اسی زحمت میں پڑے رہے تو حضرت علیہ السلام نے دعا کی۔ جواب ملا کہ یہ کلمہ بکثرت پڑھو۔ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ چند ہی روز میں اس کی پابندی کی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بیماری کی بلا سے نجات دی۔ پھر فرمایا کہ ایک دفعہ جوان کو ہارون الرشید نے کسی خطا پر قید کر دیا اور اس کے ہلاک کرنے کی فکر میں تھا کہ کوئی بزرگ بروقت پہنچ گئے اور اس جوان کو یہی آیت تعلیم کر کے چل دیئے۔ جوان نے تھوڑے ہی دن اس کو پڑھا تھا کہ قید سے رہائی پائی اور خلعت خاص سے مشرف ہوا۔ (راحت القلوب)

رنج و غم کا علاج

حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ میں نے امام محمد شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب میں پڑھا ہے۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس کسی کو کوئی رنج و غم یا کوئی (سخت) مرحلہ پیش آئے تو (اسے چاہیے کہ) جب وہ صبح کی نماز ادا کر چکے تو سو مرتبہ کہے۔ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ یَا فَرْدُ یَا وِتْرُ یَا اَحَدُ یَا صَمَدُ

ہر مشکل کا حل

آپ کا ارشاد گرامی ہے کہ جس شخص کو سخت مشکل درپیش ہو یا درماندگی اور لاچارگی میں

مبتلا ہوتو اسے چاہئے کہ مندرجہ ذیل کلمات ایک ہزار مرتبہ پڑھے تو اسے انشاء اللہ جو مشکل کام درپیش ہوگا وہ آسان ہوجائے گا۔ اَقْوٰی مُعِیْنٍ وَاَھْدٰی دَلِیْلٍ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ

شیطان سے بچنے کا عمل

حضرت بابا فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ شیخ معین الدین قدس سرہ کے اوراد میں لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ جو شخص دن کے وقت سورۃ بقرہ کی دس آیتیں اس ترتیب سے پڑھے کہ چار آیتیں آیۃ الکرسی سے اول کی اور چار آیتیں آیۃ الکرسی کے بعد کی اور دو آیتیں آخر کی تو اس کے گھر میں دن کو شیطان نہیں آئے گا اور جو شخص رات کو پڑھے تو اس کے گھر میں رات کو شیطان نہیں آئے گا۔

کافروں پر فتح یاب ہونے کی دعا

بعد ازاں فرمایا کہ جو شخص یہ چاہے کہ کفار اس پر حاوی نہ ہوں۔ وہ آیت پڑھا کرے۔ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ

آیات قرآنی

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت خواجہ بابا فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں ادعیہ ماثورہ اور آیات قرآنی پر گفتگو چھڑ گئی۔ فرمایا کہ کسی گھر کو دعا اور آیات قرآنی سے خالی نہ رہنا چاہئے۔

دین و دنیا میں بھلائی

حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ اگر کوئی چاہے کہ دنیا و آخرت میں بھلائی پائے اور آتش دوزخ سے محفوظ رہے تو یہ آیت پڑھا کرے۔ رَبَّنَا اٰتِنَا فِي

الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ

ظلم سے بچنے کی دعا

پھر فرمایا کہ جب یہ چاہے کہ دنیا و آخرت میں ظالموں کے ساتھ شریک نہ ہو تو یہ آیت پڑھا کرے۔ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَۃً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ

اعمال مقبول ہونے کی دعا

اس کے بعد ارشاد ہوا کہ میں نے تفسیر زاہدی میں دیکھا ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ اس کے اعمال مقبول ہوں تو اس کے لئے یہ آیت ہے۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ

اطمینان قلب کی دعا

پھر فرمایا کہ جو شخص اسلام کے ساتھ اپنی زندگانی خوش خوش گزارنی چاہے وہ یہ آیت بکثرت پڑھا کرے۔ رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا وَّ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ○

قید سے رہائی کی دعا

بعد ازاں فرمایا کہ جو شخص کسی ظالم کے ہاتھ میں گرفتار ہو وہ یہ آیت پڑھے۔ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَۃً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ○ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِکَ مِنَ الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ ○

خاصان خدا میں شامل ہونے کی دعا

پھر ارشاد کیا کہ جو شخص دوستان خدا میں جمع ہونا چاہے۔ وہ یہ آیت بکثرت پڑھے۔ رَبَّنَا اِنَّکَ جَامِعُ النَّاسِ لِیَوْمٍ لَّا رَیْبَ فِیْہِ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ اس کے بعد فرمایا نہ معلوم پھر کیا وجہ ہے کہ اس سعادت سے لوگ اپنے آپ کو محروم رکھتے ہیں۔

آیۃ الکرسی کی فضلیت

حضرت بابا فرید الدین مسعود رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جس روز آیۃ الکرسی نازل ہوئی ستر ہزار فرشتے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ آئے تھے اور جبرائیل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا کہ اسے باعزاز واکرام لیجئے۔ارشاد خداوندی ہے کہ جو میرا بندہ آیۃ الکرسی پڑھے گا ہر حرف کے بدلے ہزار سال کی عبادت کا ثواب پائے گا اور ہزار فرشتے جو کرسی کے پاس کھڑے پڑھ رہے ہیں۔ان کا ثواب بھی اسی کو ملے گا اور اسے اپنے مقربوں میں شمار کروں گا۔

بعد ازاں شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ فتاوئ ظہیری میں مرقوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو کوئی اپنے گھر سے باہر جانے کے وقت آیۃ الکرسی پڑھے۔خدا تعالیٰ ستر ہزار فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ اس کے واپس آنے تک اس کے واسطے دعائے مغفرت کرتے رہیں۔بعد ازاں فرمایا کہ میں نے شیخ الاسلام حضرت قطب الدین بختیار کا کی اوشی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ جو شخص اپنے گھر میں جانے کے وقت آیۃ الکرسی پڑھے گا۔خدا اس کے گھر سے فقر و فاقے کو دور فرمائے گا۔

اس کے بعد ارشاد ہوا کہ میں نے جامع الحکایات میں لکھا دیکھا ہے کہ ایک درویش کے گھر میں رات کو چور آئے۔درویش نے آیۃ الکرسی پڑھ کر گھر کا حصار باندھ رکھا تھا۔چوروں نے جو اس کے اندر منہ داخل کیا سب کے سب اندھے ہو گئے۔درویش صاحب بیدار ہوئے اور اس حال کو معلوم کر کے باہر آئے اور پوچھا کہ تم کون لوگ ہو؟ انہوں نے کہا کہ چور ہیں۔چوری کے واسطے آپ کے ہاں آئے تھے لیکن قدرت نے ہمیں اندھا کر دیا۔آپ دعا فرمایئے کہ ہماری آنکھیں مل جائیں۔ہم اس کام سے تائب ہو کر آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہوتے ہیں۔درویش نے تبسم فرمایا اور کہا آنکھیں کھولو۔آنکھیں کھولیں تو ان میں بینائی تھی۔اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِكَ

آسیب سے بچنے کا عمل

حضرت خواجہ فرید الدین مسعود رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص جنات کے شر اور ظالموں کے ظلم اور بت پرستی سے محفوظ رہنا چاہے تو یہ آیت پڑھا کرے۔ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ بعد ازاں شیخ الاسلام قدس اللہ سرہ نے فرمایا کہ اس آیت کا نزول اس طرح ہوا ہے کہ ایک روز حضرت رسول خدا ﷺ تشریف فرما تھے اور صحابہ رضی اللہ عنہ حضور کے گرد بیٹھے ہوئے نصائح سن رہے تھے کہ ایک اعرابی آیا اور سلام کر کے عرض کرنے لگا کہ یا رسول اللہ! مجھ کو کوئی ایسی چیز بتائیے جس کے باعث میں اور میری اولاد بت پرستوں کے شر سے محفوظ رہیں۔ رسول ﷺ سوچنے لگے کہ اس کو کیا چیز بتاؤں کہ اتنے میں جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کی کہ یا رسول اللہ! خداوند تعالیٰ کا فرمان ہے کہ یہ آیت اس کو تعلیم کیجئے اور حکم دیجئے کہ یہ اس کو بکثرت پڑھا کرے۔ خداوند تعالیٰ اس کو بت پرستوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔

حضرت بابا فرید کا خاص وظیفہ

حضرت خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہدیہ بھیجا۔ جبرائیل وہ ہدیہ لے کر آئے اور کہنے لگے کہ اے موسیٰ جو شخص ذی الحجہ کے دس دنوں میں یہ کلمات پڑھے اس کو ایسا ثواب ہوگا گویا اس نے بارہ ہزار بار توریت کی تلاوت کی ہے اور بارہ ہزار نیکیاں اس کے نامہ اعمال میں لکھی جائیں اور بارہ ہزار گناہ اس کے معاف ہوں اور ایک ہزار فرشتے اس کے واسطے دعا کریں اور اس کا یہ عمل کل اہل زمین کے عملوں سے فاضل تر ہو۔

پھر ارشاد ہوا کہ میں نے شیخ الاسلام شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی عوارف المعارف میں بروایت فقیہ سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ لکھا دیکھا ہے کہ یہ کلمات انجیل میں بھی نازل ہوئے تھے اور ان کی برکت سے نابینا بینا ہو کر دیکھنے لگتا تھا کہ آسمان سے نور اتر رہا ہے۔ اس کے بعد شیخ الاسلام نے

فرمایا کہ جو شخص ان کلمات کی حرمت و تعظیم کا خیال رکھے گا وہ ان کے اثر کو انشاء اللہ تعالیٰ ضرور دیکھے گا۔

اول روز سو مرتبہ پڑھے۔

لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِ وَیُمِیْتُ وَھُوَ حَیٌّ لَا یَمُوْتُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○

دوسرے روز سو مرتبہ کہے۔

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ اِلٰھًا وَّاحِدًا اَحَدًا صَمَدًا فَرْدًا وِتْرًا لَّمْ یَتَّخِذْ صَاحِبَۃً وَّلَا وَلَدًا○

تیسرے روز پڑھے۔

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ اَحَدًا صَمَدًا لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ○

چوتھے روز سو مرتبہ پڑھے۔

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِ وَیُمِیْتُ وَھُوَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔

پانچویں روز سو مرتبہ پڑھے۔

حَسْبِیَ اللّٰہُ وَکَفٰی وَسَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ دَعَا وَلَیْسَ وَرَآئَہُ الْمُنْتَھٰی سُبْحَانَ مَنْ لَّمْ یَزَلْ کَرِیْمًا وَّلَا یَزَالُ رَحِیْمًا

چھٹے روز وہی روز اول کا وظیفہ اور ساتویں روز دوم کا وظیفہ اور آٹھویں روز سوم کا اور نویں روز چہارم کا اور دسویں روز پنجم کا وظیفہ کرے۔

ذی الحجہ کے وظائف

حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ عشرہ ذی الحجہ میں وتروں کے

بعد اور سونے سے پہلے دو رکعت نماز ادا کرے۔ ہر رکعت میں فاتحہ اور انا اعطینک ایک ایک دفعہ پڑھے تو خداوند تعالیٰ اس کو اس قدر ثواب عنایت فرمائے گا کہ جس کا اندازہ سوائے اس کے کوئی نہیں کر سکتا۔ اس نماز کے پڑھنے والے کو موت نہیں آتی جب تک وہ جنت میں اپنی جگہ اپنی آنکھ سے نہیں دیکھ لیتا۔

اس کے بعد اسی مضمون کے موافق فرمایا کہ شخص الاسلام نے شیخ سعد الدین حمویہ کو خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ کیا حال ہے؟ شیخ نے کہا خدا تعالیٰ نے مجھے بخش دیا اور ہر ہر طاعت کا بدل اس کے انداز سے عطا کیا' مگر ان دو رکعتوں کا اجر جو میں عشرہ ذی الحجہ میں پڑھا کرتا تھا بے اندازہ دیا۔

بعد ازاں فرمایا کہ اس عشرے کے اندر جو شب جمعہ اور روز جمعہ آئے تو اس میں چھ رکعتیں ادا کرنی چاہئیں۔ ہر رکعت میں فاتحہ ایک بار اور اخلاص پندرہ بار اور پھر سلام پھیر کر درود شریف اور یہ کلمات پڑھے۔ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ حق تعالیٰ اس کے بدلے انسان کو اس قدر ثواب دیتا ہے کہ جس کی انتہا نہیں تمام پیغمبروں کا ثواب اور سال آئندہ کے اختتام تک کوئی گناہ نہیں لکھا جاتا۔ اس کے بعد ارشاد ہوا کہ میرے دوستوں میں سے ایک شخص نہایت صالح اور صاحب نعمت تھے اور یہ نماز پڑھا کرتے تھے۔ ان کے انتقال کے بعد میں نے انہیں خواب میں دیکھا اور دریافت کیا کہ کہو کیسی گزری؟ کہنے لگے کہ شیخ الاسلام معین الدین سنجری رحمۃ اللہ علیہ کے اوراد میں لکھا دیکھا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص عشرہ ذی الحجہ میں سورۃ الفجر پڑھے گا۔ خدا تعالیٰ اسے آتش دوزخ سے محفوظ رکھے گا۔

پھر اسی محل میں فرمایا کہ حضرت شیخ الاسلام معین الدین سنجری رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے انتقال کے بعد خواب میں دیکھا گیا کہ کہتے ہیں۔ موت' قبر اور منکر و نکیر کے سب مرحلے بفضلہ آسان ہو گئے۔ مگر جب میں عرش کے نیچے پہنچا اور سجدے میں گر پڑا تو ندا آئی کہ معین الدین سر اٹھا اور بول کہ تو اس قدر خائف کیوں رہتا تھا؟ عرض کیا کہ تیری جباری اور قہاری کے ڈر سے' فرمان ہوا جو آدمی ہمارے کام میں لگ جائے ہم اس کے کام میں لگ جاتے ہیں اور جو عشرہ ذی الحجہ میں سورۃ و

الفجر بھی پڑھے اسے خوف اور ڈر سے کیا کام۔ جا تجھے بخش دیا گیا۔

اس کے بعد ارشاد ہوا کہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص دن کو چھ رکعت نماز ادا کرے اور پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد ایک بار وَالْعَصْرِ اور دوسری میں ایک بار لِاِیْلٰفِ اور تیسری میں ایک بار اخلاص اور چوتھی میں ایک بار اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰہِ پڑھے تو اس کا ثواب اتنا ہے کہ تمام خلائق مل کر بیان کرنا چاہیں تو نہ بیان کر سکیں۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک دفعہ میں حضرت شیخ الاسلام معین الدین سنجری رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ مبارک میں معتکف تھا کہ ماہ ذی الحجہ آ گیا۔ میں نے عرفے کی شب میں نماز ادا کی اور روضہ مطہرہ کے پاس بیٹھ کر کلام مجید پڑھنے لگا۔ تھوڑی رات گزری ہو گی میں پندرہویں پارے پہ پہنچ گیا۔ لیکن غلطی سے بیچ میں سورۃ کہف یا سورۃ مریم کا کوئی حرف زبان سے ادا نہیں ہوا۔ مخدوم کے روضہ مبارک سے آواز آئی کہ اس رہے ہوئے حرف کو پھر پڑھو۔ میں نے اعادہ کیا فرمایا خوب پڑھتے ہو۔ فرزند خلف کو ایسا ہی ہونا چاہئے۔ جب سارا قرآن پاک ختم کر چکا تو میں نے اپنا سر بائیں روضہ مبارک پر رکھا اور رو رو کر کہنا شروع کیا کہ مجھے معلوم نہیں کہ میرا کس گروہ میں شمار ہے۔ ندا آئی کہ مولانا جو شخص یہ نماز (مذکورہ بالا) ادا کرے وہ یقیناً جنتی ہے میں نے فوراً مزار کو چوم لیا اور سمجھا کہ میں کچھ ہوں تو سہی اور میری خاطر جمعی ہو گئی۔

اس کے بعد ارشاد ہوا کہ جو شخص عرفے کے روز ظہر و عصر کے درمیان چار رکعت نماز ادا کرے اور ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے ساتھ سورۃ اخلاص پچاس دفعہ پڑھے تو اس کی دعا ضرور مستجاب ہو گی۔

پھر فرمایا کہ عرفے کے روز سو مرتبہ پڑھنا چاہئے۔ بِسْمِ اللّٰہِ مَاشَآءَ اللّٰہُ لَا یُوْتِ الْخَیْرَ اِلَّا اللّٰہُ مَاشَاءَ الْخَیْرُ کُلُّہٗ بِیَدِ اللّٰہِ بِسْمِ اللّٰہِ مَاشَاءَ اللّٰہُ لَا یَصْرِفُ السُّوْءَ اِلَّا اللّٰہُ بِسْمِ اللّٰہِ مَاشَاءَ اللّٰہُ مَابِنَا مِنْ نِّعْمَۃٍ فَمِنَ اللّٰہُ بِسْمِ اللّٰہِ مَاشَآءَ اللّٰہُ لَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ حضرت رسالت مآب ﷺ سے وارد ہے کہ جو شخص عرفے کے روز غروب آفتاب سے پہلے ان کلمات کو پڑھتا ہے۔ خدا تعالیٰ اس سے خطاب کرتا ہے کہ اے بندے! تو نے مجھ کو خوش کیا

اب تو جو چاہے مجھ سے مانگ اور جو شخص ان کلمات کو سوتے یا جاگتے وقت پڑھے وہ شیطان سے محفوظ ہو جاتا ہے اور تمام بلائیں اس سے دور رہتی ہیں۔

بعد ازاں فرمایا کہ عید الاضحیٰ کی رات میں بھی بارہ رکعتیں پڑھنی چاہئے۔ ہر رکعت میں فاتحہ ایک بار اور اخلاص پانچ بار ان کا ثواب بہت ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ عید الاضحیٰ کے روز جب خطبے سے فارغ ہو چکے چار رکعت نماز ادا کرے۔ پہلی رکعت میں بعد فاتحہ الم نشرح ایک بار اور دوسری میں بعد فاتحہ والمرسلات ایک بار، تیسری میں بعد فاتحہ والضحیٰ ایک بار، چوتھی میں بعد فاتحہ اخلاص ایک بار۔

پھر فرمایا شیخ الاسلام شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے اوراد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ جو شخص نماز عید الاضحیٰ کے بعد اپنے گھر میں آکر دو رکعت اور پڑھے اور ہر رکعت میں بعد فاتحہ سورۃ والمرسلات پانچ پانچ بار تلاوت کرے۔ اسے حج، عمرہ اور دعا طواف کا ثواب ملے گا اور اس کے مال میں برکت ہوگی۔ اس کے بعد ارشاد ہوا کہ میں نے شیخ الاسلام شیخ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کے اوراد میں لکھا ہوا دیکھا ہے کہ جو شخص ماہ ذی الحجہ کے آخری روز جو سال ہجری کا بھی یوم الآخر ہے یہ دعا پڑھے حق تعالیٰ تمام سال اسے اپنی حفظ و امان میں رکھے گا۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَللّٰهُمَّ مَا عَمِلْتُ مِنْ عَمَلٍ فِيْ هٰذِهِ السَّنَةِ مِمَّا نَهَيْتَنِيْ عَنْهُ وَلَمْ تَرْضَهُ وَنَسِيْتُهُ وَلَمْ تَنْسَهُ وَحِلِمْتَ عَنِّيْ بَعْدَ قُدْرَتِكَ عَلٰى عُقُوْبَتِيْ وَدَعَوْتَنِيْ اِلَى التَّوْبَةِ بَعْدَ جَرَاءَتِيْ عَلَيْكَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْتَغْفِرُكَ فِيْهَا يَا غَفُوْرُ فَاغْفِرْلِيْ وَمَا عَمِلْتُ مِنْ عَمَلٍ تَرْضَاهُ عَنِّيْ وَوَعَدْتَنِي الثَّوَابَ فَتَقَبَّلْهُ مِنِّيْ وَلَا تَقْطَعْ رَجَائِيْ يَا عَظِيْمَ الرَّجَاءِ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِيْ خَيْرَ هٰذِهِ السَّنَةِ وَمَا فِيْهَا بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ○

پھر فرمایا کہ برادرم شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی قدس اللہ سرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص آخر ماہ ذی الحجہ میں دو رکعت نماز ادا کرے اور ہر رکعت میں فاتحہ ایک بار اور کچھ قرآن شریف اور سلام کے بعد مندرجہ بالا دعا پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے سال

بھر کے گناہ بخش دیتا ہے اور اسے بھی بخش دیتا ہے۔(راحت القلوب)

روزانہ پڑھنے کا وظیفہ

بعد ازاں نطق مبارک سے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے جو شخص ہر روز ایک بار یہ دعا پڑھتا رہے اور زمانہ ورد میں مر جائے وہ بہشتی ہوگا۔ دعا یہ ہے!

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰی عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ لَكَ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْ لِیْ فَاِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ ○

بعد ازاں اسی محل میں فرمایا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ ارشاد کرتے ہیں۔ جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ دعا سنی ہے ہر فرض کے بعد اس کو پڑھتا ہوں اور میں نے اس کو اپنا ورد بنا لیا ہے۔ جب ان کا انتقال ہوگیا تو کسی نے خواب میں ان سے پوچھا کہ خداوند تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا کیا؟ فرمایا کہ مجھ کو اسی دعا کی برکت سے جو رسول خدا ﷺ نے فرمائی تھی بخش دیا اور جنت میں جگہ دی۔ بعد ازاں فرمایا کہ جو شخص صبح کے وقت اس دعا کو پڑھے گا۔ خداوند تعالیٰ اس کی برکت سے شام تک اس کو ہر ایک بلا سے محفوظ رکھے گا اور آسمان سے جو بلا نازل ہوگی اور اس دعا کے پڑھنے والے سے بالا بالا گزر جائے گی۔ لیکن اگر اس شخص میں اخلاص اور صدق نہ ہوگا۔ تب وہ اس کے اوپر آ جائے گی اور میں نے یہ خواص حضرت شیخ الاسلام قطب الدین بختیار کاکی اوشی رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے سنے ہیں اور ہر شخص کو لازم ہے کہ کسی وقت اس دعا کے پڑھنے اور شفاعت چاہنے سے خالی نہ رہے۔

دوسری دعا

پھر شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ شیخ ابو طالب مکی رحمۃ اللہ علیہ قوت القلوب میں لکھتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے جو شخص یہ دعا پڑھے گا رات تک کسی بلا میں مبتلا نہ ہوگا۔ دعا یہ ہے!

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَنْتَ رَبِّیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ عَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَاَنْتَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ مَاشَاءَ اللّٰهُ كَانَ وَمَا لَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ

وَاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا وَاَحْصٰی كُلَّ شَیْءٍ عَدَدًا. اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ وَمِنْ شَرِّ غَيْرِیْ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ دَابَّةٍ اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

تیسری دعا

پھر اسی مجلس میں فرمایا کہ قاضی امام شبعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''کفایہ'' میں یہ حکایت لکھی ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک بوڑھے زاہد کے پاس نوجوان وحسین کنیز تھی۔ زاہد چونکہ بوڑھا تھا کنیز اس سے محبت نہ کرتی تھی اور چاہتی تھی کہ کسی طرح اس کے ہاتھ سے نجات پائے۔ ایک پڑوسن بڑھیا نے اس سے کہا کہ میں تجھ کو مہلک زہر تیار کر دیتی ہوں۔ روزہ افطار کرنے کے وقت زاہد کو دے دیجیو۔ کنیز نے ایسا ہی کیا اور تمام رات منتظر رہی کہ زاہد کس وقت مرتا ہے۔ جب صبح ہوئی اور دیکھا کہ زاہد کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا اس سے نہ رہا گیا اور زاہد سے عرض کی کہ تمہارا جی چاہے مجھ کو رکھو یا مارو۔ میں نے تم کو مہلک زہر دیا تھا کیا سبب ہے کہ اس نے تم پر اثر نہ کیا؟ زاہد نے متبسم ہو کر فرمایا کہ میرے پاس ایسی دعا ہے کہ ایک زہر کیا کوئی چیز مجھ کو نقصان نہیں پہنچا سکتی اور وہ دعا یہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ خَيْرِ الْاَسْمَاءِ بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّ الْاَرْضِ وَالسَّمَآءِ بِسْمِ اللّٰهِ لَا يَضُرُّ مَعَ اِسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○

عذاب قبر سے رہائی کا وظیفہ

حضرت خواجہ فرید الدین مسعود رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ قبر کے خوف اور منکر نکیر کے

بارے میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے کہا کہ میں تمہیں ایک بات بتاتا ہوں۔اگر اسے کرو گے تو منکر نکیر سے خوف نہ کھاؤ گے۔شب جمعہ میں دو رکعت نماز ادا کیا کرو۔ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ ایک بار اور سورۃ اخلاص پچاس پچاس بار۔اس کے بعد فرمایا کہ وہ اس کے عامل تھے۔شرح اولیاء میں لکھا ہے کہ ان کے انتقال کے بعد کسی نے انہیں خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ کہو منکر نکیر سے کیا معاملہ رہا؟ انہوں نے جواب دیا کہ پہلے تو مجھ پر ان کی بڑی ہیبت چھائی اور انہوں نے میرے ایک گرز بھی مارا، مگر آخر حکم آیا کہ اس بندے کو چھوڑ دو۔اس کے بعد ارشاد ہوا کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ کے پاس تنگی کے واسطے بھی کوئی چیز ہے؟ فرمایا ہاں جو شب جمعہ میں دو رکعت نماز پڑھے گا اور ہر رکعت میں اَلْحَمْدُ کے بعد اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ پندرہ بار پڑھے گا وہ اس مصیبت سے محفوظ رہے گا۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ میں شیخ الاسلام قطب الدین بختیار کاکی اوشی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا اور بہت سے مشائخ کبار بھی موجود تھے کہ خوف قبر پر گفتگو چھڑ گئی۔مولانا شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جو شخص یہ اوراد اپنی کتاب میں لکھ لے اور ان کا ورد رکھے۔وہ قبر کے عذاب سے مامون رہے گا۔سورۃ واقعہ، سورۃ مزمل، سورۃ الشمس، سورۃ الیل اور الم نشرح۔

اس کے بعد دوسرے درویش نے فرمایا کہ ایک بزرگ کا انتقال ہوا، جو خاندان چشت سے تعلق رکھتے تھے۔جب ان کو سپرد زمین کر چکے تو اسی وقت فرشتے نازل ہوئے اور ان سے سوالات کرنے لگے۔درویش نے خوب جواب دیئے۔جہاں تک کہ اس کی قبر منور ہوگئی۔کسی نے انہیں خواب میں دیکھ کر پوچھا کیا حال ہے؟ بولے میری حق تعالیٰ نے مغفرت کر دی اور نہایت مہربانی فرمائی اور ارشاد کیا کہ ہم نے تجھ کو اس دعا کے سبب بخشا ہے۔

اعمال محرم

حضرت بابا فرید الدین مسعود رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ محرم کے آغاز میں یہ دعا پڑھنی چاہئے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ اللّٰہُ الْاَبَدِیُّ الْقَدِیْمُ وَھٰذِہٖ سَنَۃٌ جَدِیْدَۃٌ اَسْئَالُکَ فِیْہِ الْعِصْمَۃَ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ وَالْاَمَانَ مِنَ الشَّیْطٰنِ وَمِنْ شَرِّ کُلِّ ذِیْنٍ وَّمِنَ الْبَلَایَا وَالْاٰفَاتِ فَذٰلِکَ وَنَسْاَلُکَ الْعَوْنَ وَالْعَدْلَ عَلٰی ھٰذِہِ النَّفْسِ لَاَمَّارَۃِ بِالسُّوْءِ الْاِشْتِغَالَ بِمَا یُقَرِّبُنِیْ اِلَیْکَ یَا بَرُّیَا رَءُوْفُ یَارَحِیْمُ یَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ۔

پھر اسی محل میں فرمایا کہ میں نے شیخ الاسلام معین الدین سنجری قدس اللہ سرہ کے اوراد میں لکھا دیکھا ہے کہ جو شخص ماہ محرم کی پہلی شب میں چھ رکعت نماز ادا کرے۔ ہر رکعت میں فاتحہ ایک بار اور اخلاص دس بار اور صحیح روایت میں آیا ہے کہ دو رکعت نماز ادا کرے۔ ہر رکعت میں فاتحہ ایک بار اور سورۃ یٰسین ایک بار پڑھے۔ خداوند تعالیٰ اس کو بہشت میں دو ہزار محل عنایت فرمائے گا۔ ہر محل میں دو ہزار دروازے یاقوت کے اور ہر دروازے میں ایک تخت زبرجد سبز کا بچھا ہوگا اور ایک حور اس پر جلوہ افروز ہوگی اور یہ نماز چھ ہزار بلاؤں کو دور کرتی ہے اور چھ ہزار نیکیاں اس کے نامہ اعمال میں لکھی جاتی ہیں۔

پھر شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے کفایہ امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ میں لکھا دیکھا ہے کہ جو شخص ماہ محرم میں ہر روز سو مرتبہ یہ کلمہ پڑھا کرے گا۔ خداوند تعالیٰ اس کو آتش دوزخ سے رہائی دے گا وہ کلمہ یہ ہے۔

لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا رَادَّ لِمَا قَضَیْتَ وَلَا یَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ

پھر اپنے ہاتھوں پر دم کر کے منہ پر پھیرے۔ حق تعالیٰ اس کو گناہوں سے ایسا پاک کر دے گا۔ گویا ماں کے پیٹ سے ابھی پیدا ہوا ہے۔

عملِ عاشورہ

آپ ہی کا ارشاد ہے کہ شبِ عاشورہ میں چار رکعت نماز پڑھنی چاہئے۔ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ ایک بار اور ایۃ الکرسی تین بار اور سورۃ اخلاص دس بار اور جب نماز سے فارغ ہو تو سو مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھے۔

پھر فرمایا کہ شیخ الاسلام عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کے اوراد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ روز عاشورہ میں آفتاب طلوع ہونے کے بعد دو رکعت نماز ادا کرے اور جو سورتیں یاد ہوں پڑھے۔ ثواب بہت ہے پھر یہ دعا پڑھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ يَا اَوَّلَ الْاَوَّلِيْنَ يَا اٰخِرَ الْاٰخِرِيْنَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَوَّلَ مَا خَلَقْتَ فِيْ هٰذِهِ الْيَوْمَ وَاٰخِرَ مَا تَخْلُقُ فِيْ هٰذَا الْيَوْمَ اَعْطِنِيْ فِيْهِ خَيْرَ مَا اَوْلَيْتَ فِيْهِ بِاَنْبِيَائِكَ وَاَصْفِيَائِكَ مِنَ النَّوَائِبِ وَالْبَلَاءِ يَا وَاَعْطِنِيْ مَا اَعْطَيْتَهُمْ فِيْهِ مِنَ الْكَرَامَةِ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامِ ○

حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی رحمتہ اللہ علیہ

حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی رحمتہ اللہ علیہ اپنے زمانے کے عظیم یگانہ سہروردی اولیاء کرام سے ہیں۔ برصغیر پاک و ہند میں سلسلہ سہروردیہ کی طریقت کا آغاز آپ ہی سے ہوا ہے۔ آپ پیشوائے علم و عرفان اور مقتدائے یقین و ایمان ارباب سے ہیں۔ آپ کو دولت سرمدی اور سعادت ابدی حاصل تھی۔ آپ علم و عمل کی وہ شمع ہیں۔ جن کی بلند ہمتی اور خدمت دین بے نظیر و بے مثل ہے۔ آپ کو دین و دنیا کی نعمتیں بیک وقت حاصل تھی۔ آپ حضرت بابا فرید گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ کے ہم عصر ہیں۔ دونوں بزرگوں میں آپس میں دوستانہ تعلقات تھے۔ آپس میں بے پناہ محبت و مودت تھی۔ چشتی بزرگان دین کے ملفوظات میں حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ اور بہاء الدین زکریا ملتانی کی آپس میں ملاقاتوں اور مراسم کے اہم واقعات موجود ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

حضرت بابا فرید گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ نے اسرار الاولیاء میں فرمایا ہے کہ جب ہمارے بھائی مولانا بہاء الدین زکریا ملتانی علوم معرفت اور کار عشق و محبت کی تکمیل فرما کر اپنے مخدوم شہاب الدین سہروردی کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ تین دن خدمت اقدس میں گزارے۔ چوتھے روز خرقہ، مصلیٰ، عصا، نعلین عطا فرمائیں اور حکم دیا کہ جاؤ ہم نے ملتان کی ولایت تمہیں بخشی۔ حاضرین سب کے سب حیران ہوئے اور کہنے لگے کہ یہ ہندوستان آیا ہے اور تین دن میں ولایت کے درجے پر فائز ہو گیا ہے۔ ہم اتنے سالوں میں شیخ کی خدمت میں ہیں اور ویسے کے ویسے

ہیں۔ جب یہ بات شیخ شہاب الدین سہروردی تک پہنچی تو آپ نے فرمایا اے درویشو! بہاء الدین اپنا کام مکمل کر کے آیا ہے۔ خشک لکڑی لایا ہے تین روز ہی میں پھونک سے جل پڑی۔ تمہارا ایندھن گیلا ہے عشق کی آگ لگانے میں وقت درکار ہوگا۔

ایک اور مقام پر فرمایا ہے کہ میرے بھائی مولانا بہاء الدین زکریا ملتانی ایک دفعہ دریائے شوق و مستی میں ڈوبے ہوئے تھے۔ ہر دفعہ عشق کی ایک نئی حالت اور عجیب حیرت پیدا ہو رہی تھی۔ آنکھیں آشک بار تھیں۔ دل روتا تھا یہ شعر زبان مبارک پر جاری تھے اور بے ہوش ہو ہو جاتے تھے۔ چنانچہ سا تدن رات دنیا و مافیھا سے بے نیاز ہو کر ان دو شعروں کی کیفیات ہی میں ڈوبے رہے۔

ابیات:

با درد بساز چوں دوائے تو منم   در کس منگر چو آشنائے تو منم
گر برسر کوئے عشق من کشتہ شوی   شکرانہ بدہ کہ خوں بہائے تو منم

"اے عاشق درد سے طرح موافقت ڈال کیونکہ تیری دوا میں ہوں کسی اور کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھ کیونکہ تیرا محبوب تو میں ہوں۔ اگر میری محبت میں تو مارا گیا ہے تو شکرانہ ادا کر اس لئے کہ تیرا خوں بہا بھی تو میں ہوں۔"

اے درویشو! تمہیں کیا پتہ کہ کیا کیا اسرار و انوار عشق ان کے دل پر نازل ہو رہے تھے کہ وہ بار بار از خود رفتہ ہو کر ان میں مستغرق ہوئے جا رہے تھے۔ یہ اشعار ورد زبان تھے۔ اس کیفیت کو عاشق ہی جانتا ہے یا معشوق کہ ان کے درمیان کیا معاملہ ہو رہا ہے۔

راحت القلوب میں ہے کہ برادر بہاء الدین زکریا کے ساتھ ایک دفعہ میں کہیں بیٹھا تھا کہ زہد پر یہ گفتگو چھڑ گئی کہ تین چیزیں زہد و درویشی کے لئے لازمی ہیں۔ جس شخص میں یہ تین چیزیں نہ ہوں گی زہد بھی نہ ہوگا۔

1﴿ دنیا کی شناخت پر اس سے ہاتھ اٹھانا۔

2﴿ مولیٰ کی اطاعت کرنی اور ادب ملحوظ رکھنا۔

3﴾ آخرت کی آرزومندی اور اس کا طلب کرنا۔

آپ نے فرمایا! ایک دفعہ ملتان سے آنے والے ایک شخص نے بتایا کہ ایک دفعہ حضرت شیخ بہاء الدین زکریا پر کیفیت خاص (حال) طاری ہوئی۔ اپنی خانقاہ سے باہر تشریف لائے۔ سوار ہوئے اور فرمایا منادی کرادو کہ جو شخص آج بہاء الدین زکریا کے چہرہ انور کو دیکھ لے گا۔ قیامت کے دن میں اس کی نجات کا ذمہ دار ہوں گا۔ تمام مسلمان آئے اور حضرت کے روئے انور کی زیارت کی۔ حضرت موصوف قسم اٹھا رہے تھے کہ تم قیامت کو دوزخ میں ہرگز نہ جاؤ گے کہ مجھے القا کیا گیا ہے کہ اے بہاء الدین! جس نے آج دنیا میں تجھے دیکھ لیا۔ قیامت کے دن آتشِ دوزخ میں نے اس پر حرام کر دی۔ جونہی اس آدمی نے یہ حکایت ختم کی مجھ پر کیفیت خاص (حال) طاری ہو گئی اور یہ حکایت بیان کی۔ اے درویش! اگر میرے بھائی بہاء الدین نے یہ بات فرمائی کہ جو کوئی آج مجھے دیکھ لے گا۔ وہ دوزخ میں نہ جائے گا تو میں قسم کھا کر کہتا ہوں۔ جو کوئی مسلمانوں میں سے زندگی میں مجھ سے بیعت ہوگا یا میرے ساتھ مصافحہ کرے گا۔ میرے بیٹوں' مریدوں یا میرے خاندان میں سے کسی کا بیعت ہوگا۔ دوزخ کی آگ اس پر حرام ہے۔ اسے دوزخ میں نہیں لے جائیں گے۔ کیونکہ میرے پیر حضرت شیخ قطب الدین قدس سرہ العزیز نے ایک دفعہ فرمایا تھا کہ اے فرید! حق تعالیٰ نے تجھے وہ مقام عطا فرمایا ہے کہ جو شخص تیرا یا تیرے مریدوں یا بیٹوں کا ہاتھ پکڑے گا۔ وہ دوزخ میں نہیں جائے گا۔ اس کا مقام بہشت میں ہو گا۔ کیونکہ ہر روز ہزار بار مجھے القاء اور آواز آتی ہے کہ فرید اجودھنی بڑا خوش بخت انسان ہے۔ جب حضرت نے یہ حکایت ختم کی تو عالم حیرت میں کھڑے ہو گئے۔ کم و بیش سات روز اسی عالم میں رہے۔ کھانے پینے کی ضرورت نہ رہی۔ جب عالم محو میں آئے تو عبادت و ریاضت میں مصروف ہو گئے۔ (اسرار الاولیاء)

آپ نے مزید فرمایا ہے کہ ایک دفعہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی اور میں اکٹھے بیٹھے تھے اور تصوف کی باتیں ہو رہی تھیں۔ تھوڑی دیر گزری کہ بھائی بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ اچانک اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور ہائے ہائے کر کے رونے لگ گئے اور اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

پڑھا۔اس فقیر نے پوچھا کہ کیا بات ہے؟فرمایا اٹھئے اور دیکھئے جب میں اٹھا تو دیکھا کہ بغداد کے دروازے سے شیخ سعدالدین کا جنازہ روتے ہوئے لایا جارہا ہے اور جامعہ مسجد بغداد کے سامنے نماز جنازہ ادا کی۔(اسرارالاولیاء)

فرمایا اے درویش!''احوال'' یہی ہیں۔جب صاحب اسرار کے لئے کسی چیز کا راز معلوم کرنا ضروری ہوجاتا ہے تو اسی کے حال میں ڈوب جاتے ہیں۔اسی طرح جب یہ فقیر''احوال ''میں مستغرق ہوتا محبوب کے اسرار سے کوئی بات منکشف کردیتا۔چنانچہ یہ بات برادرم حضرت شیخ بہاءالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے سنی۔فوراً مجھے خط لکھا کہ اے درویش!تم یہ کیا نادانی کی بات کرتے ہو۔اسرارِحق ظاہر کررہے ہو اور یہ اہل اسرار کے ہاں درست نہیں۔فقیر نے جواب میں لکھا کہ بھائی!کام قیل وقال سے گزر چکا ہے۔اسراردوست کا ایک دریا میرے سینہ میں موجزن ہے اور کوئی جگہ خالی نہیں رہی کہ جہاں سما سکے۔پس اس وقت اس کثرت سے اسرار دوست عالم انوار سے تجلی فرماتے ہیں کہ جگہ کی کمی کے سبب باہر آجاتے ہیں۔اے بھائی!جتنا میں کوشش کرتا ہوں کہ ان اسرار کی نگہداشت کروں اور کوئی راز باہر نہ جانے دوں۔میری کوشش ناکام رہتی ہے۔جب اس فقیر کا یہ جواب ان کی خدمت میں پہنچا۔سوچنے لگے اور کہا کہ ہمارے دوست نے اپنا کام پورا کرلیا اور مقام بلند پر پہنچ گئے۔

جونہی حضرت شیخ الاسلام نے اس حکایت کو پورا کیا نعرہ مارا اور بے ہوش ہوگئے۔دو دن رات مصلّٰی مبارک پر اسی کیفیت میں رہے۔تیسرے دن ہوش میں آئے۔کھڑے ہوئے اور منہ آسمان کی طرف کرکے یہ شعر پڑھے۔

آنانکہ در ہوائے تو شیدا نشستہ اند   از جملہ کس بریدہ و تنہا نشستہ اند
خورد فدائے نام تو اے دوست کردہ اند   آں عاشقاں کہ بہر تو شیدا نشستہ اند
در عالم تفکر بردل نہادہ اند   گاہے فتادہ گاہ بسر پا نشستہ اند

راحت القلوب میں ہے کہ جب میرے بھائی شیخ بہاءالدین زکریا ملتانی کا انتقال ہونے کو تھا تو ان کے صاحبزادے شیخ صدرالدین عارف رحمۃ اللہ علیہ دروازے کے باہر ایستادہ

تھے۔ کسی شخص نے آکر ان کے ہاتھ میں ایک خط دیا اور کہا اسے کھولے بغیر اسی طرح اپنے والد ماجد کو پہنچا دیں۔ شیخ صدر الدین نے خط پر نام لکھا تو رو رو کر فرمانے لگے میں نے پہچان لیا۔ تم ملک الموت ہو۔ جواب دیا ہاں فرمایا! خود کیوں نہیں جاتے؟ کہا یہ کام آپ ہی سے لیا جائے گا۔ میرا اتنا فرض تھا کہ خط آپ کے حوالے کر دوں۔

صدر الدین اندر گئے۔ شیخ بہاء الدین رحمۃ اللہ علیہ عبادت میں مشغول تھے۔ جب فارغ ہوئے تو شیخ صدر الدین نے خط پیش کیا۔ شیخ نے اسے کھولا اور اس کے مطالعے سے مشرف ہو کر سجدہ کیا اور جان دے دی۔ غیب سے آواز آئی۔ ''دوست بہ دوست پیوست'' یہ کہہ کر شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے نعرہ مارا اور بے ہوش ہو گئے اور کہا کہ ایک دن ہم بھی اپنے دوست کے پاس جائیں گے اور پھر یہ بیت پڑھی۔

در کوئے تو عاشقاں چناں جاں بدہند　　کانجا ملک الموت نہ گنجد ہرگز

تیری گلی میں عاشق اس طرح جان دیتے ہیں کہ ملک الموت وہاں پہنچ ہی نہیں سکتے۔

حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کی شاعری

بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ عربی' فارسی اور کچھ مقامی بولیوں میں شعر کہتے تھے۔امیر خورد نے اپنی کتاب میں مختلف مقامات پر بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مندرجہ ذیل اشعار کا حوالہ دیا ہے۔

بقدر رنج یابی سروری را
بشب بیدار بودن مہتری را

(تمہاری عزت افزائی کام میں محنت کے مطابق ہوگی۔شب بیداری عظمت کا پیش خیمہ ہوتی ہے)

لَوْ كَانَ هٰذَا الْعِلْمُ يُدْرِكُ بِالْمُنٰى
مَا كَانَ يَبْقٰى فِى الْبَرِيَّةِ جَاهِلٌ
فَجْهَدُوْا لَا تَكْسَلْ وَلَا تَكُ غَافِلاً
فَنِدَامَةُ الْعُقْبٰى لِمَنْ يَّتَكَاسِلُ

(اگر صرف چاہنے سے علم حاصل ہو سکتا تو دنیا میں کوئی جاہل نہ ہوتا تمہیں چاہئے کہ خوب محنت و مشقت کرو اور سستی اور کاہلی کو اپنے سے دور کرو کیونکہ روز محشر ندامت صرف ست الوجود لوگوں کا مقدر ہوگی)

نہ رو دل بکیسے وہ کہ نمیرد تا تو
از درد فراق اونگوی باری؛

☆☆☆☆☆

قبایش راشدم بندہ کہ چوں بکشاد بنشیند
ولی خصم کر بندم کہ چوں بر پشت برخیزد

☆☆☆☆☆

از نور جلال مرد مطلق خیزد   واز شوق خدا نگرچہ رونق خیزد
ایں خاطر مردان چہ عجائب بحری است   چوں موج زند ھمر انا الحق خیزد
تو گدائے دور باش از بادشاہ   تا نیا یدبر در تو دور باش
گر وصال شاہ میداری طمع   از وصال خویشتن مہجور باش

☆☆☆☆☆

دو شینہ شبنم دل حزینم بگرفت   وا اندیشہ یار ناز عینم بگرفت
گفتم بسرد دیدہ روم بردر تو   اشکم بدوید آستینم بگرفت

☆☆☆☆☆

اَلْمُبَاحَثَةُ بَيْنَ الْاِثْنَيْنِ
خَيْرٌ مِّنْ تَكْرَارِ السَّنَتَيْنِ

☆☆☆☆☆

اے مدعی بدعوی چندیں مکن دلیری   یک حرف راز معنی سہ صد جواب باشد

☆☆☆☆☆

خورش دہ بگنجشک و کبک دہمام   کہ ناگہ ہمائی در افتد بدام

☆☆☆☆☆

اِنَّ اَرْذَلَ النَّاسَ مَنْ اَشْغَلَ بِالْاَكْلِ وَالْلِبَاسِ

☆☆☆☆☆

مندرجہ ذیل شعر جو کہ مقامی بولی میں ہے' بھی بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

کنت نہوتیں کارری ناکاں ہت منای

بس کندلی مدھن گر ہو رہن لہدلہا

مندرجہ ذیل اشعار حضرت بابا صاحب اکثر پڑھا کرتے تھے مگر یہ بات قطعیت کے ساتھ معلوم نہیں کہ یہ شعران کے اپنے ہیں۔

عشقِ تو مرا اسیر و حیراں کردہ است　　در کوے خرابات پریشاں کردہ است

بایں ہمہ رنج و محنت اے دوست ببین　　اسرار تو در دلم کہ پنہاں کردہ است

☆☆☆☆☆

گریم کہ بشب نماز بسیار کنی　　در روز دوائی شخص بیمار کنی

تادل نکنی زغصروکین خالی　　صد خرمن گل بر سریک خار کنی

☆☆☆☆☆

گرمی ندھد ہجر تو وصلت یارم　　باخاک سر کوئے تو کاری دارم

☆☆☆☆☆

چو درویش را کار بالا کشید　　بیک لحظ سر در ثریا کشید

چناں غرق گردد بدریائے عشق　　کہ یک دم سر از عشق بالا کشید

☆☆☆☆☆

ڈاکٹر مولوی عبدالحق صاحب نے اپنی کتاب ''اردو زبان کی ابتدائی نشوونما میں صوفیاء کا حصہ'' میں بابا صاحب کی اردو شاعری کے مندرجہ ذیل نمونے دیے ہیں۔

اسا کیری یہی سوریت　　جاؤں نائے کہ جاؤں میت

☆☆☆☆☆

تن دھونے سے دل ہوتا جو پوک　　پیش رو اصفیاء کے ہوتے غوک

☆☆☆☆☆

ریش سبات سے گر بڑے ہوتے　　بوکڑواں سے نہ کوئی بڑے ہوتے

☆☆☆☆☆

خاک لانے سے گر خدا پائیں　　گائے بیلاں بھی واصلاں ہو جائیں

☆☆☆☆☆

گوش گری میں گر خدا ملتا　　گوش چویاں کوئی نہ واصل تھا

☆☆☆☆☆

عشق کا رموز نیارا ہے　　جز مدد پیر کے ناچارا ہے

☆☆☆☆☆

وقت سحر وقت مناجات ہے　　خیز در آں وقت کہ برکات ہے
نفس مبادا کہ بگوید ترا　　خسپ چہ خیزی کہ ابھی رات ہے
باتن تنہا چہ روی زیر زمین　　نیک عمل کن کہ رہی سات ہے
پند شکر گنج کہ بدل جان شنو　　ضائع مکن کہ عمر ہیہات ہے

☆☆☆☆☆

جلی یاد کہ کرنا ہر گھڑی یک تل حضور سوں ٹلنا نہیں
اٹھ بیٹھ یا دسوں شادر رہنا گواہ دار کو چھوڑ کے چلنا نہیں
پاک رکھ تو دل کو غیر سنی اج سائیں فرید کا آونا ہے
قدیم قدیمی کے آونے سین لازوال دولت کون پاؤنا ہے

اقوالِ فرید رحمتہ اللہ علیہ

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ جو ارشاد فرماتے اسے حلقہ احباب میں بیٹھنے والے حضرات ذہن نشین کر لیتے۔ بعض اہل قلم حضرات انہیں استفادہ کے لئے قلم بند کر لیتے اس طرح آپ کے ارشادات مختلف کتب میں تحریری صورت میں جمع ہو گئے۔ آپ کے یہ ارشادات علم وعمل کی دنیا میں نادر جواہرات کی طرح ہیں۔ جنہیں پڑھنے سے دلوں میں بڑا کیف و سرور پیدا ہوتا ہے۔ طالبان معرفت کو حصول مقامات میں رہنمائی حاصل ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے تصوف کی دنیا میں آپ کے اقوال وارشادات حکمت و دانائی میں بڑا قیمتی سرمایہ ہیں۔ آپ کے ارشادات بے شمار ہیں جو سیر الاولیاء' اسرار الاولیاء' مراۃ الاسرار' راحت القلوب' اخبار الاخیار اور دیگر کتب میں موجود ہیں۔ ان کی اہمیت کے پیش نظر میں نے ان سے چند ان منتخب کر کے یہاں درج کر دیا ہے۔ تا کہ قارئین کرام ان کے مطالعہ سے فیض یاب ہوں۔

☆ فرمایا اے درویش! اگر آپ کو خرقہ پہننے کا شوق ہے تو خداوند کریم جل وعلا کی رضا کے لئے پہنیں۔ مخلوق خدا کو دکھانے کے لئے نہیں کہ وہ آپ کی عزت کریں۔ ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن آپ مصیبت میں گرفتار ہو جائیں۔

☆ فرمایا فقراء اہل عشق ہیں اور علماء اہل عقل ہیں۔ اسی لئے ان میں تضاد ہے۔ اس لئے ایسے گروہ سے وابستگی پیدا کر جس میں عشق وعقل ہر دو موجود ہوں۔ یہ گروہ انبیاء کا

ہے۔ راہ سلوک میں عشق فقراء عقل علماء پر غالب ہے۔

☆ فرمایا جو شخص محبت و عشق کا دعویٰ کرتا' اس وقت تک درِ محبوب پر دستک دیتا رہتا ہے جب تک اس کے بدن میں جان باقی رہتی ہے۔ شاید کبھی کھل جائے اور وہ منزل مقصود پر پہنچ جائے۔

☆ فرمایا اے درویش! صاحب اسرار کے پاس ایک قوت ذاتی ہونی چاہیے تاکہ جو اسرار حضرت حق سے نازل ہوں ان کی حفاظت کر سکے۔

☆ فرمایا اے درویش! عشق کی آگ ایسی ہے جو سوائے درویش کے دل کے اور کہیں قرار گزیں نہیں ہوتی۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی صاحب درد غلبہ شوق سے ایک آواز اپنے سینے سے نکال دے کہ تمام جہان مشرق سے لے کر مغرب تک اور جو کچھ اس کے اندر ہے۔ سب جل کر خاکستر ہو جائے۔

☆ فرمایا اے درویش! فقیروں کا وجود اور جو کچھ اس کے اندر ہے سب کا سب نور الٰہی کے تانے بانے سے بنا گیا ہے۔ تو وہ کیسے جل سکتا ہے...... معلوم ہوا کہ درویشوں کا خمیر خاک عشق و انوار تجلی سے اٹھایا گیا۔

☆ فرمایا مومنوں کے دل پاکیزہ زمین کی مانند ہیں۔ اگر اس میں محبت کا بیج بو دیا جائے تو اس بیج سے ہر قسم کی نعمتیں پیدا ہوتی ہیں۔ اس نعمت الٰہیہ سے درویش ہر کسی کو بہرہ ور کر سکتا ہے اور خود بھی حظ وافر لے سکتا ہے۔

☆ فرمایا اے درویش! اپنے وجود سے ہرگز باہر نہ آنا۔ کیونکہ ہمیں خالی دعویٰ محبت حق درست نہیں معلوم ہوتا۔ کامل حال درویش وہی ہیں کہ جو دوسروں کے احتیاج سے بے نیاز ہوں۔ بلکہ اس نعمت عظمٰی سے جو انوار اسرار سے ان کے اپنے وجود کے اندر موجود ہے۔ ہر آنے جانے والے کو عطا فرمائیں اور لوگوں کی غرض پوری کریں۔

☆ فرمایا ہزار سال بھی اگر روزی کے پیچھے مارے مارے پھرو۔ ہرگز زیادہ نہیں ہو گی۔ پس لوگوں کو چاہیے کہ ہر حال میں صادق الیقین رہیں۔

☆ فرمایا اے درویش! جو خدائے کریم کے راستے سے ذرا برابر تجاوز نہیں کرتے وہ لوگ روزی کی خاطر فکر مند اور پریشان کیسے ہو سکتے ہیں۔

☆ فرمایا اے درویش! جس نے بھی سعادت حاصل کی خدمت ہی سے حاصل کی۔ کیونکہ دین و دنیا کی نعمتیں پیران و مشائخ عظام کی خدمت ہی سے میسر آتی ہیں۔ جو شخص سات دن پیران و مشائخ کی خدمت بجالاتا ہے۔ حق تعالیٰ سات سو سال کی عبادت اس کے نامہ اعمال لکھ دیتا ہے۔ خدمت شیخ میں جو قدم اٹھاتا اور رکھتا ہے اسے حج و عمرہ کا ثواب دیا جاتا ہے۔

☆ فرمایا اس لئے اے درویش! جہاں تک ہو سکے کوئی بات اپنی طرف سے نہ سمجھے اور لوگوں کے ظاہر و باطن حرکات و سکنات سے جو وقوع پذیر ہو سب خداوند تعالیٰ عز و جل کی طرف سے جاننا چاہئے کہ یہ سب کچھ اسی کی رضا سے ہے۔

☆ فرمایا کلام اللہ شریف کے پڑھنے کے وقت کئی قسم کے لوگ بخش دیئے جاتے ہیں۔ (اول) قرآن پاک کے پڑھانے والے جو قرآن حکیم کی تعلیم کرتے ہیں۔ (دوم) قرآن پاک کے پڑھنے والے۔ (سوم) سننے والے۔ (چہارم) ہمسائے جو کہ آواز تلاوت کو دل و جان سے سنتے ہیں۔

☆ فرمایا اے درویش! امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہ' کا معمول یہ تھا کہ جب تلاوت کلام پاک میں مشغول ہوتے۔ تو درخت کے پتے کی طرح آپ پر لرزہ طاری ہو جاتا۔ ہر آیت پر یوں کھڑے جاتے جیسا کوئی شخص کسی کے انتظار میں ہو۔ پھر بیٹھ جاتے اسی طرح سات دن رات گزر جاتے۔

☆ فرمایا کہ جس طرح اس دنیا میں قاری تنہا تلاوت کلام سے ذوق و حظ اٹھاتا ہے۔ قیامت کے دن بھی اسی طرح تنہا تجلیات محبوب حقیقی سے محظوظ ہوگا۔

☆ فرمایا اے درویش! تلاوت قرآن پاک و ختم سورۃ فاتحہ کا ثواب حضرت رسالت پناہ ﷺ اور امامان دین کی ارواح پاک کو نذر کرنے کے لئے ہر شخص کو مشغول رہنا

چاہیے۔ تا کہ کلام اللہ شریف کی برکت اور ان ارواح طیبات کے وسیلہ سے انسان کے دین و دنیا میں ترقی درجات ہو۔ مقام عزت پر فائز ہو اور صاحب قرب و تجلی بن جائے۔

☆ فرمایا اے درویش! عاقل تلاوت قرآن سے غافل نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ اس قرآن کریم کا ایک ایک حرف اپنے اندر اسرار و انوار کے خزانے رکھتا ہے۔ جب کسی چیز سے نعمت الٰہیہ کا ظہور ہو تو انسان کیسے اپنے آپ کو اس سے محروم رکھ سکتا ہے۔

☆ فرمایا سورۃ اخلاص تمام وحدانیت خدا پر مشتمل ہے۔ قل ھو اللہ احد خداوند کریم کی صفت عالیہ ہے۔ جو شخص یقین کامل کے ساتھ اس خداوندی سے متصف ہو جائے گا۔ اگر چہ وہ ذات پاک کسی صفت میں سما نہیں سکتی۔

☆ فرمایا کہ رسول کریم ﷺ سے روایت ہے کہ جو ختم قرآن پاک کا ثواب حاصل کرنا چاہے' اسے چاہیے کہ رات کو پچیس مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھ لے۔ گویا اس نے پورا قرآن پاک ختم کر لیا۔

☆ فرمایا ایک دفعہ میں ذکر و شغل میں مشغول تھا۔ جب میں سورۃ اخلاص پر پہنچا تو مجھ پر انوار تجلی نازل ہونے شروع ہوئے۔ میں دریائے عشق و محبت حق میں سات شبانہ روز محو رہا اور پھر عالم ہوش میں آیا۔

☆ فرمایا صوفی وہ شخص ہوتا ہے کہ بشریت کی کوئی میل یعنی دنیا کی کوئی آلودگی اس میں نہ ہو۔

☆ فرمایا گلیم و صوف انبیائے کرام علیہم السلام کا لباس ہے۔ اس لئے اے درویش! یہ لباس اسی کو زیبا ہے جس کا ظاہر و باطن صاف و مصفیٰ ہو۔ اس لئے گلیم و صوف پہننا پیغمبروں کی سنت ہے۔ جب کبھی انبیائے کرام و اولیائے عظام میں سے کسی کو کوئی حاجت آ پڑتی یا امر مہم میں مصروف ہوتے فوراً گلیم کو کندھوں پر ڈالتے اور صوف کو سامنے رکھتے اور اس بے نیاز خدائے واحد کی درگاہ میں مناجات کرتے

اور اسی گلیم وصوف کا واسطہ دیتے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ' ان کی حاجت کو پورا کر دیتے۔

☆ فرمایا خرقہ وہ پہنے جو مخلوق خدا کی عیب بینی سے آنکھوں کو سی لے۔

☆ حضرت نے فرمایا دراصل خرقہ فی نفسہا کوئی قابل اعتبار شے نہیں۔ کیونکہ خرقہ کا اگر اعتبار ہوتا تو تمام دنیا خرقہ پوش ہو جاتی۔ خرقہ کا اعتبار تو اس انسان سے ہے جس نے اسے اوڑھ لیا۔

☆ مذہب تصوف وراہ طریقت کی اصل خاموش عالم حیرت میں محو رہنا ہے۔ تصوف کے معنی علوم ورسوم نہیں بلکہ اخلاق ہے۔

☆ فرمایا تصوف کی اصل یہ ہے کہ تیری اپنی کوئی چیز نہ ہو اور نہ تو کسی چیز میں محو ہو۔ سوائے ذات حق کے اس وقت تو گلیم وصوف پہننے کا حق دار ہوگا۔ تصوف صفاء سے ہے جو دوستی مولا کا نام ہے۔ اہل صفا سوائے دوستی مولا کے دنیا وآخرت کی کسی شے کو در خور توجہ نہیں گردانتے۔

☆ فرمایا اے درویش! ایک بزرگ سے پوچھا گیا کہ اہل عشق وتصوف کے ہاں کمال کہاں حاصل ہوتا ہے۔ جواب دیا جب یہ لوگ ہر روز اپنے آپ کو بالائے عرش پاتے ہیں اور وہاں نماز پنج گانہ ادا کرتے ہیں۔ کمالیت کا مقام یہ ہوتا ہے۔

☆ فرمایا صوفی وہ ہوتا ہے کہ جس کے دل کی صفائی یوں ہو گئی ہو کہ دنیا کی کوئی شے اس سے پوشیدہ نہ رہے (دل جام جہان نما بن گیا ہو) اہل صفا کے ستر مقام ہیں۔ یہ دنیا اور اس کے مضمرات تو ان میں سے ایک مقام ہے۔

☆ عاشق کے لئے معشوق کا ہر حکم واجب التعمیل ہوتا ہے۔ خواہ اسے اپنی گلی میں داخلے ہی سے روک دے۔ یہ کمال اشتیاق ہی کی وجہ سے ہے۔

☆ فرمایا اے درویش! کامل عاشق حق وہ ہے کہ ابتدائے مشاہدۂ محبوب میں کیف وجذب ومستی میں بے خود ہو جائے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ جب وہ جمال یار میں محو ہو جاتا ہے تو

لازماً بے خود ہو جاتا ہے۔

☆ فرمایا محبت حق میں صادق و مخلص وہی ہے جو ہر وقت یاد دوست میں مشغول رہے۔ایک لحظہ ذکر حق سے غافل نہ رہے۔

☆ فرمایا اہل سلوک کے ہاں معروف ہے۔کہ لوگ جس سے محبت کرتے ہیں اس کا ذکر کثرت سے کرتے ہیں۔اس لئے محبت خدا کا ادعا کرنے والوں کو لازم ہے کہ ایک لمحہ کے لئے بھی یادِ خدا سے غافل نہ ہوں۔

☆ حضرت شیخ الاسلام دامت برکاتھم نے فرمایا۔اے درویش! اگر دنیا کا تمام مال و اسباب طالبان حق کو حلال و طیب صورت میں بے حساب کتاب عطا فرمایا جائے تو وہ اس کے لینے میں عار محسوس کریں گے۔جیسے کہ عام لوگ مردار و حرام کے لینے میں کرتے ہیں۔

☆ فرمایا اہل محبت کی وفا تقاضا یہ ہے کہ خدائے قدوس کی سلطنت عظیمہ کا سب کچھ اپنی پوری زیب و زینت کے ساتھ انؒ کے سامنے پیش کیا جائے تو وہ منظور نہ کریں۔سوائے دیدار حق کے ان کی نظر میں کائنات و مافیہا نہ جچے بلکہ اسے آنکھ اٹھا کر نہ دیکھیں۔

☆ اس کے بعد فرمایا اے درویش! خدائے کریم کی محبت ایسی بادشاہی ہے کہ جسے یہ نصیب ہو جائے تو وہ اس بات پر راضی نہیں ہوتا کہ اس کے علاوہ بھی اس کے پاس کچھ رہے۔

☆ فرمایا عشاق الٰہی کا دل ایسا چراغ ہے۔جسے قندیل انوار میں آویزاں کیا گیا ہے اور اس کی روشنی سے سارا عالم ملکوت جگمگاتا ہے۔پس ان کو اندھیروں سے کیا خوف؟ اپنی ذات کو بھول جانا یادِ حق کی دلیل ہے۔جسے یادِ حق کی نعمت میسر ہو گئی اس کا دل کبھی نہیں مرتا۔

☆ فرمایا میں نے ایک بزرگ سے سنا کہ درویش وہ ہے جو دل کے خزانے کے اندر غوطہ

زن ہو جائے پس وہ موتی جس کا نام محبت ہے اگر حاصل کر لے تو درویش کامل ہو جائے گا۔

☆ فرمایا محبت میں درجہ کمال تب حاصل ہوتا ہے۔جب انسان عشق میں عیب جو نہیں رہتا اور ماسوئے سے ترک محبت کر لیتا ہے' اللہ تعالیٰ اسے مقام قرب پر فائز کرتا ہے۔

☆ فرمایا جو شخص محبت کی خواہش سے اپنی منزل کا آغاز کرتا ہے جلد خدا تعالیٰ تک پہنچ جاتا ہے اور جو دنیا کی خواہش لے کر چلتا ہے۔دوزخ کے قریب ہی پہنچتا ہے۔صرف دعویٰ کر لینے سے مملکت محبت تک رسائی ناممکن ہے۔

☆ فرمایا درویشو! خوف حق بے ادب بندوں کے لئے تازیانہ عبرت ہے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے ڈر سے نافرمانیوں سے باز آجائیں اور راہ راست پر پختہ گام ہو جائیں۔

☆ فرمایا عزیز! وعقلمند انسان وہ ہے کہ تمام کاموں میں اس کا توکل خداوند تعالیٰ پر ہی ہو' اور کسی سے اس کے سوا کچھ توقع نہ رکھے۔

☆ پھر فرمایا اے درویش! دنیا میں اگر کسی انسان کی ہم نشینی باعث سعادت وفلاح دارین ہے تو انہی بوریہ نشین حضرات ہی کی ہے۔کیونکہ جس دن عارف سہروردخواجہ شہاب کی خانقاہ معلیٰ میں کوئی درویش وارد نہ ہوتا۔فرماتے آج ہمیں نعمت عظمٰی سے محروم رکھا گیا۔کیونکہ کوئی درویش آج ہمارے ہاں مہمان نہیں ہوا۔

☆ فرمایا نعمت درویشی سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں۔لیکن اس کا حصول بڑا مشکل ہے۔

☆ فرمایا شب فاقہ درویش کے لئے معراج ہوتی ہے۔چنانچہ کہا جاتا ہے۔مِعْرَاجُ الْفُقَرَاءِ لَیْلَۃُ الْفَاقَہِ یعنی فقراء کی معراج شب فاقہ ہے اور لوگوں کی نظروں سے نہاں ہو جاتا ہے۔اگر شہروں اور قصبوں میں درویشوں کی برکت نہ ہوتی تو یہ شہر و مقامات اب تک کھنڈرات میں تبدیل ہو چکے ہوتے دنیا میں آبادی ان مقدس لوگوں کے مبارک قدموں کی بدولت ہے۔

☆ فرمایا پیر کامل کے اندر اتنی استعداد ہونی چاہیے جب کوئی شخص ارادت کی غرض سے اس کے پاس آئے تو پیر اس کے حسن عقیدہ کو دیکھ لے۔ اگر معلوم ہو کہ وہ سب امور میں فرمان باری پر پختگی نہیں رکھتا اسے نرمی سے کہے کہ ابھی آپ کا وقت نہیں آیا۔ آپ ٹھہر جایئے۔

☆ فرمایا مرید جب پیر کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں تو زمین خدمت کو چومتے ہیں۔ اس صورت میں یہ آسان ہوتا ہے۔ کیونکہ آنے والے جو خدمت پیر میں لگ جاتے ہیں۔ ان کی ارادت و بیعت سے مراد مرشد سے عشق و محبت ہی تو ہوتا ہے اور عشق و محبت میں سر کو محبوب کے قدموں میں ہی تو رکھا جاتا ہے۔

☆ حضرت نے فرمایا ایک دفعہ ایک مہمان میرے پاس آیا میں نے اس سے سنا کہ مرید کو تمام امور سلوک میں راسخ الاعتقاد ہونا لازم ہے۔ تاکہ قیامت کے دن اپنے شیخ کے حضور شرمسار نہ ہو۔

☆ فرمایا جب صوفیاء ایک دوسرے کے ہاتھ چومتے ہیں۔ اللہ کریم کی ہزاروں نعمتیں نزول فرماتی ہیں۔ جب وہ اس کار خیر سے فارغ ہوتے ہیں تو یہ رحمتیں ان پر نثار کر دی جاتی ہیں۔

☆ فرمایا جو شخص بارگاہ خداوندی جل شانہ میں عزیز ہوتا ہے' مخلوق میں بھی اس کی عزت ہوتی ہے۔

☆ فرمایا جن لوگوں کے دل یاد حق سے غافل ہیں مردہ ہیں زندہ نہیں۔ کیونکہ اہل تصوف جس دل کو یاد حق سے غافل پائیں زندہ شمار نہیں کرتے۔ کہتے ہیں اگر اس کا دل زندہ ہوتا تو یاد خدا سے غافل نہ ہوتا۔

☆ فرمایا جس وقت دنیا سے کوئی عالم اور شیخ انتقال فرماتا ہے۔ زمین و آسمان کی ہر چیز اس پر روتی ہے۔ کیونکہ اہل عالم کی زندگی کا مدار علماء و مشائخ کی حیات مبارکہ ہی سے ہے۔

☆ پس ہزار افسوس اس شہر پر جہاں علماء و مشائخ کا وجود مسعود نہیں ہے۔ جب آسمان سے بلائیں نازل ہوتی ہیں۔ اس شہر میں کم اترتی ہیں جہاں علماء و مشائخ موجود ہوں۔

☆ اے درویش! علماء و مشائخ سے محبت اللہ اور اس کے محبوب ﷺ سے محبت ہوتی ہے۔ جو شخص سات دن علماء و مشائخ کی خدمت میں بسر کرتا ہے۔ سات ہزار سال کی محبت اس کے نامہ اعمال میں لکھ دی جاتی ہے۔

☆ فرمایا اے درویش! عشق کی راہ میں مخلص وہی ہے' جو دکھ' تکلیف اور مصیبت کی آرزو کرے کیونکہ یہ درد اور رنج بھی اسرار و انوار محبوب کا حصہ ہیں۔

☆ فرمایا کہ انسان کی ہر وقت یہ حالت رہنی چاہئے۔ کیونکہ ایسے شخص پر کوئی لمحہ ایسا نہیں گزرتا جس میں آواز نہ آتی ہو کہ "زندہ دل وہ ہے جس میں ہماری محبت کو برابر ترقی ہوتی رہے۔"

☆ فرمایا کہ بے سوچے سمجھے اور خلاف رضائے خدا جو کچھ خرچ ہو وہ سب اسراف ہے اور جو رضائے الٰہی کے موافق ہو وہ اسراف نہیں ہے۔

☆ فرمایا کہ انسان جب دنیا کی لذتوں اور خواہشوں اور کھانے پینے میں مشغول ہو جاتا ہے تو غفلت اور خرابی اس پر اثر کرتی ہے اور ہوا و حرص اس پر غالب آ جاتی ہے۔

☆ فرمایا امیر غریب' درویش مسکین' کوئی آئے اسے خالی پیٹ مت جانے دو۔ کچھ نہ کچھ دے دو تا کہ وہ درویش صفت بن جائے۔ فرمایا کہ میرے لازم ہو جاتا ہے کہ اسے کچھ دوں۔

☆ فرمایا جو درویش دنیا میں مصروف رہتا ہو اور جاہ و رفعت کا طلب گار ہو سمجھ لو کہ وہ درویش نہیں بلکہ طریقت کا مرتد ہے۔ کیونکہ فقر نام ہی اس چیز کا ہے کہ دنیا سے اعراض کیا جائے۔

☆ فرمایا کہ جب تک کھانا کھائے تو لازم ہے کہ طاعت بجالائے تا کہ وہ کھانا بھی عبادت

میں شامل ہو جائے۔ فقیر کو نفس کی خواہش پر ہرگز نہ کھانا چاہئے۔

☆ فرمایا کرامت کو مکاشفہ نہیں کہتے اور یہ کام کم حوصلے والوں کا ہے۔ مشائخ عظام نے اس کو کچھ وقعت نہیں دی۔ لہٰذا لازم ہے کہ جسے کشف ہو وہ اپنے تئیں کسی شمار میں نہ لائے۔

☆ فرمایا کہ مردان خدا اپنے آپ کو پوشیدہ رکھا کرتے ہیں اور کرامات کو کسی کے سامنے الم نشرح نہیں کرتے۔

☆ آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ایک شخص نے کسی درویش صاحب نعمت سے درخواست کی کہ جس وقت آپ یاد حق میں مشغول ہوں تو مجھے بھی یاد رکھیں۔ درویش نے فرمایا کہ افسوس ہے اس گھڑی پر کہ جب یاد خدا بھی ہو اور تیرا خیال بھی آئے۔

☆ آپ نے ارشاد فرمایا کہ خداوند تعالیٰ کی بندوں پر دو عنایتیں ہیں۔ ایک ظاہری یعنی پیغمبروں کا بھیجنا اور دوسری باطنی۔ وہ عقل ہے کیونکہ اگر کوئی شخص عالم ہے مگر عقل نہیں رکھتا تو علم اس کو کچھ نفع نہیں پہنچائے گا۔

☆ فرمایا ''علم اللہ کے نزدیک کل عبادتوں سے افضل اور بالاتر ہے۔'' اس کے بعد شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ چشم پُرآب ہو گئے اور کہنے لگے۔ ''علم وہ ہے جسے عالم نہیں جانتے اور زہد وہ ہے جس کو زاہد نہیں جانتے اور اصل کاران دونوں سے باہر ہے۔ مرد کو چاہئے کہ ان دونوں سے دل اٹھائے۔

☆ پھر ارشاد فرمایا کہ کاش لوگوں کو علم کا درجہ معلوم ہوتا تو سب کاموں سے دست بردار ہو کر اس کی تحصیل میں لگ جاتے۔ علم ایک ابر ہے جو رحمت کے سوا کچھ نہیں برساتا۔ جو اس ابر سے حصہ لیتا ہے۔ گناہوں سے پاک ہوتا ہے۔

☆ ارشاد فرمایا کہ ایک روز ہم اور شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ ایک جگہ بیٹھے تھے۔ ذکر ہوا کہ علم کی مثال شیشے کی قندیل میں ایک روشن چراغ کی سی ہے۔ جس

سے کل عالم ناسوت وملکوت روشن ہیں۔ جو اس کے پرتو سے مستفیض ہوا سے تاریکی کا اندیشہ نہیں۔

☆ ارشاد ہے کہ خدا تعالیٰ سب سے بزرگ ہے' لیکن جب یہ بات کل دنیا جانتی ہے تو اس نعمت سے محروم کیوں رہتی ہے اور فکر و ذکر میں عمر کس لئے صرف نہیں کرتی۔

☆ ارشاد ہے کہ بعض بندے اللہ کے ایسے ہیں جو دوست کا نام سن کر جان و مال فدا کر دیتے ہیں۔

☆ فرمایا کہ اگر اہل سلوک کبھی خدا کی یاد سے غافل ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم اس وقت مردہ ہیں۔ اگر زندہ ہوتے تو مولیٰ کا ذکر ہم سے الگ نہ ہوتا۔

☆ فرمایا کہ زبان پر مولیٰ کا ذکر رکھنا ایمان کی نشانی اور نفاق سے بے زاری اور شیطان سے حصار اور آتش دوزخ سے حفاظت ہے۔

☆ فرمایا کہ جب مومن ذکر الٰہی کے ساتھ زبان کھولتا ہے۔ آسمان سے ایک ندا آتی ہے کہ اٹھو اور خوشی کرو کہ خدا تعالیٰ نے تمہارے گناہ بخش دیئے۔

☆ فرمایا کہ اہل معرفت وہ لوگ ہیں کہ جن کے آگے جبرائیل' اسرافیل اور میکائیل جیسے لاکھوں مقرب فرشتے بھی عرش سے لے کر تحت الثریٰ تک جمع ہو جائیں تو وہ انہیں موجود نہ سمجھیں اور نہ انہیں ان کے آنے اور جانے کی خبر ہو۔

☆ فرمایا کہ اہل معرفت گفتگو کا دعویٰ اس وقت کر سکتے ہیں کہ پہلے اپنے تئیں خلق کو ثمرۂ معرفت سے بہرہ ور دکھائیں اور جو لوگ ادّعائے محبت پر نکتہ چینی کرتے ہوں انہیں شکست دیں۔

☆ فرمایا کہ وہ شخص بے شک عاشق و عارف ہے جس کے دل میں ہر چیز سے خدا تعالیٰ کی یاد پیدا ہو۔

☆ فرمایا کہ جس روز سے حق تعالیٰ نے دنیا کو پیدا کیا ہے۔ دشمنی کے باعث اس کی طرف نظر نہیں کی۔

☆ فرمایا کہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول ہے کہ میں دو چیزوں سے ڈرتا ہوں۔ایک درازی امل کی آرزو سے اور دوسرے دنیا اور خواہش نفس کی متابعت سے۔کیونکہ نفس بندے کو یادِ حق سے باز رکھتا ہے اور درازی امل کی آرزو آخرت کو بھلا دیتی ہے۔

☆ فرمایا کہ خواجہ عبداللہ بن سہل تستری رحمۃ اللہ علیہ نے جو کچھ مال دنیا ان کے پاس تھا۔سب اللہ کی راہ میں دے دیا۔اہل خانہ ملامت کرنے لگے کہ خرچ کے واسطے تو کچھ بچالیا ہوتا۔خواجہ نے کہا مجھے اس فکر کی ضرورت نہیں۔

☆ فرمایا کہ دنیا ترک کرو تاکہ قیامت کے روز دوزخ سے محفوظ رہے۔

☆ فرمایا کہ جس قدر فتوحات اور نقد میرے پاس آتا ہے۔میں اگر اسے جمع کروں تو خزانے بھر جائیں،لیکن میں سب کچھ اسی کی راہ میں صرف کر دیتا ہوں۔

ملفوظات حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ

اللہ والوں کی فرمائی باتوں کو ملفوظات کہا جاتا ہے۔ جو ملفوظ کی جمع ہے جس کا مطلب زبان سے کہی ہوئی بات ہوتا ہے۔ اولیاء اللہ کے ملفوظات اسلامی تصوف میں صوفیانہ تعلیمات کے مظہر ہیں۔ ان سے ہمیں ذکر و فکر زہد و تقویٰ ریاضت و عبادت صبر و شکر قناعت و توکل تسلیم و رضا۔ اخلاق و کردار رشد و ہدایت اور عشق حقیقی کی وہ واردات اور اسرار و رموز ملتے ہیں۔ جن پر عمل پیرا ہونے سے راہ سلوک کی منزلوں کو طے کرنے میں بڑی آسانی پیدا ہو جاتی ہے اور علم و عرفان کی راہیں کھل جاتی ہیں۔ اس لئے اہل محبت نے صوفیانہ طرز عمل اپنانے کے لئے ملفوظات اولیاء اللہ کو گراں قدر سرمایہ اور مشعل راہ قرار دیا ہے۔ اس روحانی ضرورت کے پیش نظر چشتی بزرگان دین میں ملفوظات کو بڑی اہمیت حاصل ہوئی ہے۔

سلسلہ عالیہ چشتیہ کے اکابر خواجگان میں یہ بات رواج پا گئی کہ جب خواجگان چشت کے مشائخان طریقت کچھ ارشاد فرماتے تو وہ انہیں قلمبند کر لیتے۔ اس طرح چند اکابر خواجگان کے ملفوظات کے مجموعے تیار ہو گئے۔ خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرشد گرامی حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات کو انیس الارواح کے نام سے جمع فرمایا اور اسی طرح آپ کے فرمودات کو آپ کے اکابر خلیفہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے دلیل العارفین کے نام سے مرتب کیا۔ ان کے بعد آپ کے ملفوظات کو حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے فوائد السالکین کے نام سے منظر عام کیا پھر حضرت بابا فرید الدین گنج شکر

رحمۃ اللہ علیہ کی مختلف مجالس میں بیان کردہ ارشادات و واقعات کو آپ کے خلفاء میں سے خواجہ بدر الدین اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے اسرار الاولیاء اور حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے راحت القلوب کے نام سے سپرد تحریر کیا۔اس طرح ملفوظات کو تحریری صورت میں لانے کا طریقہ آپ کے ملفوظات کے بعد بھی خواجگان چشت میں آج تک رواج پذیر ہے۔

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات کی دو مشہور کتب یعنی راحت القلوب اور اسرار الاولیاء آج بھی دستیاب ہیں۔یہ دونوں اصل فارسی زبان میں ہیں اور ان کے تراجم اردو زبان میں موجود ہیں۔ملفوظات کے ان دونوں مجموعوں میں سے میں نے ان عنوانات کو اخذ کیا ہے جو حضرت نے خود بیان فرمایا ہے اور ان ارشادات میں آپ کے ذاتی علم اور تجربات کا نچوڑ شامل ہے۔لہٰذا ان کی افادیت کے لحاظ سے انہیں یہاں درج کر دیا جاتا ہے۔تاکہ آپ کے حالات اور واقعات جاننے والے آپ کی بیان کردہ ذاتی باتوں سے بھی مستفید ہوں۔

اصل زندگی کیا ہے

فرمایا کہ انسان جب دنیا کی لذتوں اور خواہشات اور کھانے پینے میں مشغول ہو جاتا ہے تو غفلت اور خرابی اس پر اثر کرتی ہے اور ہوا و حرص اس پر غالب آ جاتی ہے۔غیر اللہ کا فکر و اندیشہ اس کے دل کو سیاہ کر دیتا ہے اور جب دل سیاہ ہو گیا تو اس کی موت ہے۔جس طرح وہ زمین، جس میں خس و خاشاک کی زیادتی ہو اور جو بیج کو قبول نہ کرے مردہ کہلاتی ہے۔اسی طرح وہ دل جس سے خدا کا ذکر نکل گیا ہو اور جس پر دیوار اور پری نے غلبہ پا لیا ہو۔اس انقلاب کے سبب مردہ کہلاتا ہے۔برخلاف اس کے جب تعلق دنیا دل سے جاتا رہتا ہے اور ہوائے نفس نابود ہو جاتی ہے اور بندہ ذکر و شغل کرتا ہے تو دل زندہ ہو جاتا ہے۔

عاشق کا وصف

فرمایا اے درویش! راہ فقر میں عاشق و صادق وہی ہے کہ عالم اسرار جزا و سزا جو بھی نازل ہو اس پر صابر و راضی رہے۔چنانچہ کلام اللہ شریف میں ہے۔

رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ

اے ہمارے رب ہمارے صبر کو بڑھا اور ثابت قدمی عطا فرما اور قوم کافرین پر نصرت عطا فرما۔

اہل سلوک نے اس آیہ مبارکہ کو مصیبت پر صبر کرنے والوں سے منسوب کیا ہے کہ یہ آیہ مبارکہ ان کی شان میں ہے جو محبوب کی آزمائشوں پر صبر کرتے اور دم نہیں مارتے۔ حضرت شیخ الاسلام نے حالت خاص میں یہ شعر ارشاد فرمائے۔

ابیات:

سریت مرادرون جان در عشقت ‏ ‏ گر سررود اے دوست نگویم باکس

سریست عاشقانرا در طاقت نہانی ‏ ‏ پوشیدہ دار خود راتا آنجا تخجل نمانی

1- تیرے عشق میں میری روح کے اندر راز ہے سر بھی چلا جائے تو میں اسے افشاء نہ کروں گا۔

2- ایک خفیہ طاقت عاشقوں کے لئے راز کی ہے۔ اے صاحب اسرار اپنے آپ کو پوشیدہ رکھ تا کہ حضور یار میں شرمسار نہ رہے۔

سچی محبت کا اثر

آپ نے فرمایا ہے کہ اے درویش! ایک صاحب حال تھا جو ہر صبح اٹھتا اور روتا کہ محبت دوست سے بہرہ ور ہو اور اپنا کوئی نام ونشان نہ بتلاتا۔ یہاں تک کہ اس نے اپنی ہستی آتش عشق میں جلا دی بیگانہ نہ رہا لیکن حقیقت میں وہ یگانہ تھا۔ پس جہاں محبت آ جاتی ہے دوئی اٹھ جاتی ہے۔ وہاں یگانہ ہی بننا پڑتا ہے کہ اس کے بغیر وصال محبوب کے شرف سے مشرف نہیں ہو سکتا اور یہ مثنوی پڑھی۔ جو انہوں نے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ العزیز سے ایک مجلس میں سماعت فرمائی تھی اور اس مثنوی کا ذوق اب تک محسوس فرماتے۔

مثنوی :

تا نفس من از عشق دوست زدم

خاست از ما بسے دوئی جز دوست

جب سے میں عشق دوست کا دم بھر رہا ہوں۔ بہت ساری دوئی سوائے محبوب کے اٹھ گئی ہے۔

عابداوران کی قسمیں

فرمایا عابد اس کو کہتے ہیں جن کا ظاہر و باطن صدق و خلوص سے آراستہ ہو اور ریا کاری کا شائبہ تک موجود نہ ہو۔ فریب' دھوکہ' حسد وغیرہ ان کے دل میں نہ ہو۔ جو اطاعت بھی کریں۔ خالصتاً اللہ تعالیٰ کے لئے کریں۔ مخلوق خدا میں نمائش و نمود کے لئے نہ ہو۔ کیونکہ ایسے عبادت گزار جن کا ظاہر تو اطاعت حق سے آراستہ ہو اور باطن خراب ہو تو اس کی تمام اطاعت لپیٹ کر اس کے منہ پر ماردی جائے گی۔ یعنی مسترد کردی جائے گی۔ بلکہ راہ سلوک میں تو اس کے ایمان کے خلل کا بھی اندیشہ ہے۔ نعوذ باللہ منہا بعض عابد اس قسم کے ہوتے ہیں کہ نمود عوام کے لئے ان کا ظاہر آراستہ ہوتا ہے۔ لیکن باطن ان کے ظاہر سے موافق نہیں ہوتا۔ مزید فرمایا کہ عابدوں کی چار قسمیں ہوتی ہیں۔

اول: وہ عبادت گزار جن کا ظاہر اطاعت الٰہی سے آراستہ ہوتا ہے۔ لیکن باطن خراب ہوتا ہے۔

دوم: وہ گروہ جن کا ظاہر خراب ہوتا اور باطن آباد۔

سوم: وہ لوگ جن کا ظاہر و باطن خراب ہو۔

چہارم: وہ حضرات جن کا ظاہر و باطن یاد الٰہی سے آباد ہو۔

فرمایا وہ گروہ جن کا ظاہر تو آراستہ ہوتا ہے لیکن باطن خراب حال وہ ایسے لوگ ہوتے ہیں کہ ظاہری طور پر ریا و نمائش کے لئے تو بہت عبادت و اطاعت کرتے ہیں۔ تا کہ لوگ ان کی

تکریم کریں لیکن ان کے دل دنیاواری میں مشغول ہوتے ہیں۔

اے درویش! دوسرا گروہ ان لوگوں کا ہے جن کی ظاہری حالت خراب لیکن ان کا باطن منور و مزین ہوتا ہے۔ عرف عام میں یہ لوگ اہل جنوں کہلاتے ہیں۔ بظاہر بے سروسامان ہوتے ہیں لیکن باطن میں مشغول و مصروف بہ حق رہتے ہیں۔ حضرت حق میں اس طرح مستغرق ہوتے ہیں کہ دنیا و مافیھا سے بے خبر ہو جاتے ہیں۔ ان کا ظاہر دانستہ طور پر خستہ حال ہوتا ہے۔

پھر فرمایا اے درویش! وہ تیسرا گروہ جن کا ظاہر و باطن خراب ہے۔ وہ اطاعت و عبادت کے بارے میں بالکل بے خبر ہیں۔

چوتھا گروہ ان حضرات کا ہے کہ جن کا ظاہر و باطن نور عرفان و اطاعت حق سے منور و مزین ہے۔ یہی لوگ درویش و مشائخ ہوتے ہیں۔ ان کے دل اطاعت حق و نور معرفت ازلی سے آراستہ و پیراستہ ہوتے ہیں۔ ان کی اطاعت میں اگر ریاکاری کا شائبہ تک ظاہر ہو جائے تو اپنے آپ کو اتنے سخت مجاہدہ میں ڈالتے ہیں کہ وہ دور ہو جاتی ہے۔ یہ لوگ جب حال و وجد کی کیفیت میں ہوتے ہیں تو اگر لاکھوں تلواریں ان کے سروں پر ماری جائیں اور ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے تو انہیں پتہ تک نہ چلے گا۔

ابتدائے عشق

فرمایا اے درویش! عشق کا آغاز بھی آدم صفی اللہ صلوٰۃ اللہ علیہ وسلامہ سے ہوا۔ جب ان کو اس دنیا میں پیدا کیا گیا تو جمال عشق ان کی نظروں کے سامنے لایا گیا۔ جونہی آدم صفی اللہ علیہ السلام نے جمال عشق کو ملاحظہ فرمایا تو جان سے فریفتہ ہو گئے۔ دیوانوں کی مانند پھرنے لگے۔ پھر فرشتوں سے خطاب ہوا کہ اے فرشتو! میں آدم کے لئے مونس پیدا فرمانا چاہتا ہوں۔ تا کہ اس کی دلداری کرے۔ وگرنہ آدم برداشت نہ کر سکے گا اور ہلاک ہو جائے گا۔ فرشتے سر بہ سجدہ ہو کر عرض کرنے لگے کہ اے باری تعالیٰ جو کچھ تو جانتا ہے ہم نہیں جانتے تو حاکم ہے۔ جو چاہے حکم فرمائے فرمان ہوا اے فرشتو! دیکھو اور غور سے دیکھو کہ میں اس کا مونس کس طرح کا پیدا کرتا ہوں۔ حضرت

آدم صفی اللہ تنہا سوئے ہوئے تھے کہ ان کے بائیں پہلو سے حضرت حوا علیہا السلام پیدا ہوئیں اور حضرت آدم علیہ السلام کو سلام کیا اور ان کے پہلو میں بیٹھ گئیں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے جب ان کو دیکھا۔ پوچھا اے صورت زیبا تو کون ہے۔ عرض کیا میں آپ کی زوجہ ہوں تاکہ میری ہم نشینی میں آپ کو قرار نصیب ہو۔

پھر فرمایا اے درویش! عاشق حقیقی کی فریاد و زاری اسی وقت تک ہوتی ہے۔ جب تک کہ وہ منزل مقصود تک نہ پہنچا ہو۔ جب عاشق وصال محبوب حاصل کر لیتا ہے۔ اس کا سارا شور و فغاں ختم ہو جاتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ شیخ بہاؤ الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ (جو کہ واصلان حق میں سے تھے) کا ایک قطعہ مجھے یاد ہے جو بڑے جذبہ شوق و محبت کے عالم میں کہا گیا ہے۔

من اول روز چوں در تو بدیدم شیفتہ گشتم
ندانستم تو بودی یا کہ بوداست اینکہ من دیدم
چناں در روئے آں جاناں شدم من شیفتہ والہ
کہ من از خود شدم بیروں ترا در جان و تن دیدم

میں نے پہلے روز جب تجھے دیکھا تو تیرا عاشق زار بن گیا۔ پھر مجھے نہیں معلوم کہ تو تھا یا کوئی اور جسے میں نے دیکھا۔ اس محبوب کے رخ انور پر اس طرح عاشق ہو گیا ہوں کہ میں اپنے آپ میں نہ رہا اور محبوب کو جسم و جان میں جاری و ساری دیکھا۔

اس موقع پر غلبہ شوق سے شیخ فریدالدین مسعود رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے نکلا کہ ایک دفعہ میں نے قاضی حمیدالدین ناگوری سے سنا۔

بلاست عشق منم کز بلا پر ہیزم چو عشق خفتہ بود شورمن برانگیزم
اگر عشق خوش است و وفا آمد خوش مرا خوش است بہر دو بہم بر آمیزم
مرا رفیقاں گویند کز بلا پر ہیز بلادل است من از دل چگونہ پر ہیزم

میرے لئے عشق ایک بلا ہے اور میں بلاؤں سے پرہیز ہی کرتا ہوں۔ جب عشق ہو جاتا ہے تو میری شوریدگی اُسے بیدار کر دیتی ہے۔ اگرچہ عشق خوش آئندہ ہے اور وفا خوش آئند

تر۔میرے لئے یہی اچھا ہے کہ عشق و وفا ہر دو کو ملا لوں۔ مجھے ساتھی کہتے ہیں کہ بلا سے پرہیز کر بلا تو دل ہے۔ میں دل سے کیسے پرہیز کر سکتا ہوں۔

رزق اور مقدر کا تعلق

اے درویش! شریعت و طریقت میں مرد صادق وہ ہے کہ روزی کے بارے میں دلگیر نہ ہو اور فراغ خاطر سے اطاعت خدا میں مشغول رہے۔ اس بات کو حق جانے کہ جو ازل سے اس کے مقدر میں لکھا جا چکا ہے اسے ضرور مل کر رہے گا۔ ذرہ برابر اس میں کمی واقع نہ ہوگی۔ سالہا سال اگر کوئی تگ و دو کرتا رہے اسے وہی کچھ ملے گا۔ جو ازل میں اس کے نام مقدر کر دیا گیا اور مقدر روزی بن مانگے ہی مل جائے گی۔ فقر کے راستے میں ثابت قدم وہی انسان ہے کہ روزی کے بارے میں پریشان نہ ہو کہ آج مل گیا ہے کل کیا کھاؤں گا۔ ایسے لوگ اصحاب طریقت کے نزدیک بددین و بددیانت کہلاتے ہیں۔ جس طرح موت انسان کی تلاش میں ہے اور اس کے کندھوں پر بیٹھی ہے اسی طرح رزق کی بھی مثال ہے۔ جہاں کہیں انسان جاتا ہے رزق اس کے ساتھ موجود ہوتا ہے' کہیں بیٹھ جاتا ہے تو رزق اس کے پاس ہی ہوتا ہے۔

سخاوت کی فضیلت

فرمایا اے درویش! بے غم ہو جا کہ تیرا رزق تیرے کندھوں پر سوار ہے تو خدا کے کام میں فارغ دلی سے لگ جا کہ جو تیرا حصہ ہے بسر و چشم تیرے حضور حاضر ہو جائے گا تو طالب مولیٰ بن جا۔ تاکہ جو کچھ خدا کی بادشاہی میں ہے سب تیرا ہو جائے۔ کیونکہ میں نے اولیاء کے تذکرے میں دیکھا ہے کہ جب مسلمان طلب دنیا میں لگ جاتے ہیں۔ دنیا ہرگز ان کے پاس نہیں آتی اور ان سے یوں بھاگتی ہے۔ جیسے مسلمان مردار سے بھاگتا ہے اور جو انسان طلب مولیٰ میں لگ جاتا ہے اور دنیا کی طرف توجہ نہیں کرتا۔ دنیا پوری خواہش کے ساتھ اس کے ساتھ آرائش و نمائش چاہتی ہے۔ لیکن اسے چاہئے کہ گوشہ چشم سے بھی دنیا کی طرف نظر نہ کرے اور دنیا سے اس طرح بھاگے جیسے مسلمان مردار سے بھاگتا ہے۔

عشق کے اسرار

فرمایا اے درویش! جس دن اللہ تعالیٰ نے عشق پیدا فرمایا۔ لاکھوں اس سے ریشے محبت کے تخلیق کیے پھر آواز دی سب مومنوں کی ارواح جمع ہو جائیں۔ فرشتوں کو حکم دیا کہ عشق مجسم صورت میں بصد کرشمہ و ناز ان کے سامنے لایا جائے۔ وہ روحیں جو عشق و محبت حق کے قابل تر تھیں اور سلسلہ عشق و ریشہ محبت کو مضبوطی سے پکڑنے کی صلاحیت رکھتی تھیں۔ وہ پہلی دفعہ ہی دریائے عشق میں غرق ہو گئیں اور ان کا نام و نشان تک نہ رہا۔ یہ روحیں انبیاءؑ اولیاء عشاق کی تھیں۔ بعض دیگر ارواح کی جو صرف دیدار میں مستغرق رہیں اور اہل مجاز کی رُوحیں تھیں۔ لیکن جو اہل مجاز دولت حقیقت سے سرفراز ہوتے ہیں تو انہیں اپنی قدر کا شعور ہو جاتا ہے۔ اس وقت حضرت اقدس کی مبارک آنکھیں نمناک ہو گئیں اور یہ رباعی ارشاد فرمائی۔

چنداں ناز است ز عشق تو بر سر من   یا در غلطم کہ عاشق تو بر من
یا در سر ایں غلط شود ایں سر من   یا خیمہ زند وصل تو اند بر من

تیرے عشق سے میرے دل میں اتنا ناز پیدا ہو گیا یا میں غلطی میں ہوں کہ تو مجھ پر عاشق ہو گیا ہے یا تو یہ خیال میرے دماغ سے نکل جائے یا میرے پہلو میں تیرا وصل خیمہ زن ہو جائے۔

اقسام رزق

آپ نے فرمایا مشائخ نے رزق کو چار درجوں میں تقسیم کیا ہے۔

(اول) رزق مقسوم

(دوم) رزق مذموم

(سوم) رزق مملوک

(چہارم) رزق موعود

پھر تشریح فرمائی رزق مقسوم وہ رزق ہوتا ہے کہ روز ازل ہی سے تقسیم کر دیا گیا ہے اور لوح محفوظ میں لکھ دیا گیا ہے۔ جو کچھ اس شخص کی قسمت میں کر دیا گیا ہے لازماً اس کو ملے گا رزق

مذموم وہ رزق ہے کہ جو کسی انسان کو ملے اور وہ اس کے لئے کافی ہو۔لیکن وہ اس پر صبر نہ کرے۔جب کہ خداوندکریم اس کے رزق کی ضمانت قرآن حکیم میں دے رہا ہے۔وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا رزق مملوک وہ رزق ہے کہ انسان روپے، کپڑے اور سامان ذخیرہ کرے کہ اس کی تجارت کرے گا شاید خدا کے فضل سے اس میں برکت پیدا ہو اور بڑھتا رہے۔لیکن اہل سلوک اس بارے میں یہ فرماتے ہیں کہ تجارت تو وہ کریں۔جنہیں خداوند کریم کے فضل پر تکیہ نہ ہو۔درویشوں کو روپیہ پیسہ اور سامان واسباب کو ذخیرہ ہرگز نہ کرنا چاہیے انہیں سب کچھ راہ خدا میں صرف کر دینا چاہیے اور ایک قطرہ تک باقی نہ رکھنا چاہیے اور رزق موعود وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس کا وعدہ صالحین وعابدین سے فرمایا ہے اور کلام اللہ شریف میں جس کے بارے میں فرمایا گیا ہے۔وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ یعنی صالحین کو اندیشہ معاش سے فارغ کر دیا گیا ہے۔ان سے حق تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ بن مانگے ان کو ملے گا اور جتنا ضرورت ہو گا دے گا۔

حصول رزق کا فلسفہ

حضرت شیخ قدس سرہ نے فرمایا اے درویش! سو سال تک اگر تم رزق کی خاطر دوڑ دھوپ اور ساری دنیا میں کوشش کرو ایک ذرہ کے قریب تمہارے مقدر میں اضافہ نہ ہو گا۔ایک دفعہ ایک آدمی نے فراخی رزق کے لئے سفر شروع کیا۔شہر بہ شہر پھرا لیکن اپنی مقررہ روزی سے ذرہ برابر زیادہ حاصل نہ کر سکا۔چنانچہ اپنے شہر میں پرانی بلکہ اس سے بھی بدتر حالت میں واپس آ گیا لوگوں نے پوچھا۔سناؤ میاں کیا حال ہے جواب دیا اے مسلمانو! میرے مقسوم رزق سے زیادہ مجھے ہرگز نصیب نہ ہو سکا اس لئے جیسا گیا تھا ویسا ہی واپس آ گیا ہوں۔حضرت نے رقت کے عالم میں کہا۔

گر کشی صد ہزار بادی چست نخوری بیش ازآنکہ روزی تست

(ترجمہ) اگر لاکھوں تیز ہواؤں کے جھونکے بھی کھائے۔تجھے وہی کچھ ملے گا جو تیرا مقسوم ہے

جب یہ شعر حضرت شیخ قدس سرہٗ کی زبان مبارک پر تھا تو اہل محفل میں سے ایک درویش حاضر تھا۔ آداب بجالایا اور عرض کی حضور! اگر حکم ہو تو حسب حال دو شعر ہو گئے ہیں عرض کروں۔ حکم ہوا کہو اس عزیز نے کہا۔

بہ شغل جہاں رنج بروں چہ سود　　　　کہ روزی بکوشش نباید فزود
بدنبال روزی چہ باید دوید　　　　تو بنشیں کہ روزی خود آید پدید

دنیا کے کاروبار میں دکھ اٹھانے کا کیا فائدہ ہے کیونکہ روزی کوشش سے تو بڑھتی نہیں۔ روزی کے پیچھے دوڑنے کا کیا فائدہ تم بیٹھے رہو کہ روزی خود ہی تمہارے پاس پہنچ جائے گی۔

عشق میں رزق کا ملنا

حضرت نے فرمایا جو انسان فراغت دل کے ساتھ یاد خدا میں مشغول رہتا ہے اور اندیشہ رزق ہرگز نہیں کرتا۔ مولا تعالیٰ اسے ایسے ہی رزق عطا فرماتا ہے۔ جیسے اس درویش کو عطاء فرمایا دراصل حق جل شانہٗ کا عشق وہ جوہر گراں بہا ہے جس کی قیمت کوئی جوہری بھی لگانے سے قاصر ہے۔ یہ وہ نعمت بے بہا ہے کہ جو کسی مقرب فرشتے کو بھی عطا نہیں کی گئی۔ بلکہ انسان کو دی گئی جس کے سر پر وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْ آدَمَ (ہم نے بنی آدم کو کرامت دی) کا تاج رکھ دیا۔ جب عشق کی تخلیق کی گئی تو خلاق عالم نے فرمایا اے عشق! تمہارا مسکن و جائے قرار دردمند انسانوں کے دلوں میں بنا دیا ہے۔ جاؤ اور وہاں رہو پھر حضرت اقدس نے وفور شوق میں یہ رباعی ارشاد فرمائی۔

گفتم صنما مگر تو جانان منی　　　　اکنوں کہ نگہ ہمی کنم جان منی
مرتد گردم اگر زمن برگزری　　　　اے جان جہان تو کفر و ایمان منی

(ترجمہ) میں نے عرض کیا محبوب شاید تو میرا معشوق ہی ہے اب جب دیکھتا ہوں تو تو ہی میری جان نظر آتا ہے اگر تو مجھ سے چلا جائے تو مرتد ہو جاؤں گا گویا اے جان جہان تو میرا کفر و ایمان ہے۔

انتہائے عشق کی منزل

فرمایا اے درویش! میں نے زاد المجبین میں لکھا دیکھا ہے کہ جس دن حق تعالیٰ نے اپنے علم وقدرت سے اہل عشق کی تخلیق کا ارادہ فرمایا تو شوق واشتیاق کی نظر سے اور انوار تجلیات و اسرار عشق کے خیال سے ایک زمین کی خاک پر نگاہ توجہ مبذول فرمائی۔ وہ خاک حرکت میں آکر عالم سکر میں چلی گئی اور بے اختیار پکار اٹھی۔ اَنَا الْمُشْتَاقُ فِی لِقَاءِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ (میں رب العالمین کے دیدار کی مشتاق ہوں) پھر اہل عشق کو اس خاک سے پیدا فرمایا یہی وجہ ہے کہ فقراء ابتدائے آفرینش سے بحر محبت و عالم سکر میں غرق ہیں۔

عاشق کے سینے کی آگ

اس موقع پر ارشاد فرمایا کہ ایک واصل الی اللہ تھا ہر روز دعاء ومناجات میں کہتا کہ اے اللہ اگر تو مجھے قیامت کے دن دوزخ کی آگ میں ڈالے گا تو مجھے تیری عزت وجلال کی قسم آتش عشق کی ایک آہ سینہ میں کھینچ کر دوزخ کی ساری آگ کو بھسم کردوں گا۔ لوگوں نے پوچھا کہ اے خواجہ آپ کیسی بات کررہے ہیں آتش دوزخ کو کیسے ختم کیا جاسکتا ہے۔ فرمایا اس لئے کہ عاشق سینہ کی آگ کے سامنے اگر ہزاروں دوزخ کی آگیں روشن کی جائیں اس کی آہ سینہ سے ساری کی ساری فنا ہوجائیں گی۔ کیونکہ آتش عشق تمام آتشوں سے بالاتر وروشن تر ہے۔ سینہ درویش میں اتنی تندو تیز آتش محبت رکھ دی گئی ہے کہ اگر عالم سکر میں ایک شعلہ بھی ظاہر کردے تو عرش سے تحت الثریٰ تک جلا کر راکھ بنادے۔ حضرت شیخ الاسلام کی مبارک آنکھیں پر آب ہوگئیں اور زبان مبارک پر یہ مصرع جاری ہوگیا۔

در سینہ عاشقاں ہمہ درد نہند

یہ مصرع پڑھتے اور بے ہوش ہوجاتے کئی دفعہ بے ہوش ہوئے جب ہوش میں آئے فرمایا نزول رحمت کے تین وقت ہیں۔

اول: سماع کے وقت صاحب حال اصحاب پر نزول رحمت ہوتا ہے۔

دوم: فقراء کے ذکر و تذکرے کا وقت بھی نزول رحمت کا وقت ہے۔

سوم: اہل عشق پر انوار تجلی کے وارد ہونے کے وقت بھی نزول رحمت ہوتا ہے۔

شوق و محبت

فرمایا ایک دفعہ میں ایک صاحب حال بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ عالم شوق و محبت میں محو تھے۔ درد محبت سے اثر پذیر ہو کر سجدہ کرتے پھر کھڑے ہو جاتے اور یہ شعر زبان مبارک پر آتے۔

بیت:

جاں دہم از برائے جاناں من　　گر بود صد ہزار جاں در تن

اگر میری ہزار جانیں بھی ہوں تو میں محبوب کے لئے قربان کردوں گا۔ یہ فقیر گنتا رہا کم و بیش ایک ہزار بار نہایت تضرع سے یہی کہتے رہے اور سر سجدے میں رکھ کر بے ہوش ہو گئے۔

ایک قرآنی آیت کی وضاحت

آپ نے فرمایا اے درویش! کلام اللہ شریف میں آتا ہے۔ اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ یعنی انسان دنیا میں جو بھی اچھائی اور برائی کرے گا قیامت کے دن اس کے اعضاء گواہی دیں گے۔ وہ درویش جنہوں نے اس زندگی ہی میں اپنے آپ کو مردہ بنالیا ہے اور ہر شے سے اپنے آپ کو روک لیا ہے۔ کوتاہ دست بن گئے ہیں کہ نا قابل گرفت کو پکڑ نہ سکیں۔ گونگے بن گئے ہیں کہ نا قابل گویائی کو کہہ نہ سکیں اور لنگڑے ہو گئے ہیں کہ جہاں جانا ممنوع ہے۔ وہاں جانہ سکیں پس اے درویش! جو سالک ان صفات کا حامل بن جائے مقام قرب میں داخل ہو جاتا ہے۔ قیامت کے عذاب سے نجات پا جاتا ہے۔

غلبہ شوق

آپ نے فرمایا جس وقت درویش اسرار محبت سے مالا مال ہو جائے اگر کچھ زبان سے ظاہر فرما دے تو کوئی عیب نہیں۔ کیونکہ جب ظرف میں جگہ ہی نہ رہے تو پھر اسے کہاں رکھے اور یہ حال کامل لوگوں کا ہے مگر وہ شخص جو آغاز کار ہی میں اپنے اسرار غلبہ شوق سے ظاہر کرنے لگ جائے تو یہ اس کی خامکاری کی دلیل ہے۔ کیونکہ جہاں تک ہو سکے ان انوار و اسرار کو اخفاء میں رکھے مگر جب کثرت اسرار ہو جائے اور اس میں سے افشاء کر دے تو بعض اہل سلوک نے معاف کیا ہے کیونکہ یہ جائز ہے۔

محبت حق میں تجلیات کا نزول

اے درویش! جب فقیر پر عالم حال و وجد آتا ہے عرش سے لیکر تحت الثریٰ تک کوئی چیز ان پر مخفی نہیں رہتی۔ حضرت حق کے نازل کردہ انوار اس کے اندر داخل ہو جاتے ہیں۔ جس طرح اولیاء اللہ کے احوال ہیں ویسے ہی انبیاء کرام بھی احوال رکھتے ہیں۔ قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ درویش کے حالات محبت حق کے غلبہ سے عالم ''شوق'' میں قرار گیر ہوتے ہیں جب فقیروں پر محبت حق غلبہ کرتی ہے۔ محبوب کے نور تجلی کا نزول ان کے قلوب اطہر پر اتنا ہوتا ہے کہ وہ لوگ دنیا و مافیہا کو بھول جاتے ہیں۔ ان الفاظ کے ساتھ حضرت اقدس پر عالم بے خودی طاری ہو گیا۔

بیت :

ہر لحظہ کہ در شوق جمال تو شوم غرق
جز روئے تو در پیش نظر جلوہ گرے نیست

(ترجمہ) جس وقت تیرے شوق جمال میں غرق ہوتا ہوں۔ میرے سامنے تیرے روئے اقدس کے سوا کوئی اور نہیں ہوتا۔

ہم مرتبہ ہیں یاران نبی کچھ فرق نہیں ان چاروں میں

آپ نے فرمایا اے درویش! خواجہ محمد طاہر غزانی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ حضرت رسالت مآب ﷺ پر کیفیت ''احوال'' طاری ہوئی۔ حجرہ مبارک سے باہر تشریف لائے اور مدینہ پاک سے باہر ایک باغ میں کنواں تھا۔ حضرت ختمی مرتبت ﷺ اپنے دونوں پاؤں مبارک کنوئیں میں لٹکا کر عالم حیرت میں بیٹھ گئے۔ حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ تھے۔ ان کو حکم فرمایا اگر صحابہ میں سے کوئی آئے تو مجھے خبر کئے بغیر ادھر نہ آنے دینا۔ حضرت صدیق اکبر و عمر فاروق رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کو ان کے آنے کی خبر کی۔ آپ نے اندر آنے کی اجازت فرما دی دونوں اندر تشریف لے جا کر حضور اکرم ﷺ کے پاس سیدھے بیٹھ گئے۔ اسی طرح امیر المومنین عثمان اور امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ان کے آنے کی خبر کی۔ حضور نے اندر آنے کا حکم فرمایا دونوں حضرات اندر تشریف لائے اور حضور کی خدمت میں بیٹھ گئے۔ دیر تک یہ بزرگ بیٹھے رہے اور حضور اسی عالم ''احوال'' میں مصروف رہے۔ پھر حضور نے خطاب فرمایا اے یاران! جیسا ہم زندگی میں اکٹھے رہے۔ وصال کے بعد بھی یکجا رہیں گے۔ وصال کے بعد جیسے یکجا رہیں گے قیامت کے دن بھی یکجا ہی ہوں گے اور بہشت میں بھی اکٹھے جائیں گے۔ صحابہ کرام قدموں پر گر پڑے اور بیک زبان الحمد اللہ پڑھا۔ بعد ازاں حضرت رسالت مآب نے فرمایا اس وقت بہشت کو میرے سامنے لایا گیا۔ میں اس کی سیر میں مصروف تھا میں نے دیکھا کہ دانہ یا قوت سے ایک محل خداوند سبحانہ وتعالیٰ نے تعمیر فرمایا ہے اور چار محلات اسکے ساتھ منسلک کر دیئے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ یہ محلات کس کے ہیں جواب ملا یہ تیرے اور تیرے چار یاروں کے ہیں۔ میں خوشی سے پھولے نہ سمایا۔ اس وقت آپ کو بتلایا کہ ہم یکجا رہیں گے۔

درویش کا فقر

جب کوئی انسان فقیری کا دعویٰ کرتا ہے اور امراء و ملوک کے پاس طلب زر کے لئے

جاتا ہے اور کچھ مانگتا ہے۔ تا کہ اس کی روزی چلے حقیقت میں وہ فقیر صاحب نعمت نہیں ہوتا۔ اگر وہ صاحب نعمت ہوتا تو مخلوق کے دروازے پر ہرگز نہ جاتا اور کسی سے توقع نہ رکھتا۔ جہاں درویش کا مقام ہے وہاں تو کسی اور کا گزر ممکن نہیں۔ کیونکہ قدرت نے درویش پر اپنی نعمت کے دروازے کھولے ہوئے ہیں اور اپنی مملکت کے خزانے اس کو عطا کر دیئے ہیں۔ تا کہ جس کو چاہیں وظیفہ برائے گزر اوقات تقسیم فرمائیں ان کو تو کسی کی محتاج نہیں ہوتی بشرطیکہ درویش ہو۔

مہمان نوازی کا طریقہ

آپ نے فرمایا اے درویش میزبان کے لئے ضروری ہے کہ خود مہمان کے ہاتھ دھلوائے۔ اسے چاہئے کہ پہلے اپنے ہاتھ دھوئے کیونکہ دوسروں کے ہاتھ دھلانے سے پہلے اپنے ہاتھ دھلے ہونے چاہئیں۔ پہلے ہاتھ دھونے میں حکمت یہ ہے کہ اس کے ہاتھ صاف ہونے چاہئیں اور یہ شرط آداب ہے۔ برخلاف پانی پینے کے کہ وہ پہلے دوسروں کو پلائے پھر خود پیئے۔ ایک دفعہ خواجہ جنید بغداری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک شخص آیا۔ حضرت موصوف پانی لائے کہ اس کے ہاتھ دھلائیں وہ آدمی بیٹھ گیا حضرت کھڑے ہو گئے کیونکہ بیٹھ کر ہاتھ دھلانا جائز نہیں اور درویشوں کے نزدیک ترک ادب ہے۔ ایک دفعہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں مہمان ہوئے۔ امام شافعی کے ہاتھ دھلانے کے لئے حضرت امام مالک خود اٹھے اور ہاتھ دھلائے۔

انبیاء علیہم السلام کی سنت

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ جو شخص ان کے ہاں مہمان ہوتا۔ اس کے ہاتھ خود دھلاتے اور فرماتے کہ یہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی بھی یہی سنت ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ خود ہاتھ دھلاتے اور کھانے کے بعد خود پانی پلاتے۔ جب انبیاء علیہم السلام اور ائمہ رحمہم اللہ کی سنت یہی ہے تو اے درویش! جہاں تک ممکن ہو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ائمہ پر چلنا چاہئے۔ تا کہ کل قیامت کو ان کے سامنے شرمسار نہ ہو۔ ایک دفعہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

نے صحابہ کرام کی ایک جماعت کو کھانے پر بلایا ہوا تھا آپ نے خود لوٹا ہاتھ میں لیا اور سب کے ہاتھ دھلائے۔

کلام پاک کے حافظ کا مقام

اے درویش! جب حافظ کلام پاک کا وصال ہوتا ہے اس کی روح کو قندیل نور میں رکھ کر عرش کے قریب آویزاں کرتے ہیں اور ہر روز ہزار دفعہ تجلی انوار اس پر ہوتا ہے۔ فرمایا قیامت کا دن جب سب کو آمنا وصدقنا کے سوا چارہ کار نہ ہوگا۔ کلام اللہ شریف کے حافظوں کے لئے فرمان جاری ہوگا کہ ان کو بہشت میں لے جاؤ ہر حافظ پر فرداً فرداً تجلی ذات ہوگی۔ چنانچہ روایت ہے کہ قیامت کو بہشت میں تمام انبیاء صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین واولیاء رحمہم اللہ اجمعین پر یکبارگی تجلی ذات ہوگی اور امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر تنہا اور یہ ان کی فضیلت کے سبب ہوگی۔

مقامات درویشی

آپ نے فرمایا درویش کے ستر ہزار مقامات ہیں۔ جب تک وہ ان میں سے نہ گزرے اور ہر مقام سے بہرہ وافر حاصل نہ کرے۔ اسے درویش نہیں کہا جاسکتا کیونکہ کائنات کے بھی ستر ہزار عالم ہیں جب تک درویش ان میں سے ہر عالم سے واقفیت حاصل نہ کر سکے درویش نہیں کہلا سکتا۔ وہ "درپیش" کہلائے جانے کا مستحق ہے یعنی شکم پروری کے لئے لبادہ درویشی اوڑھا ہوا ہے۔ درویش کو ان مقامات میں ہر جگہ خوف ورجا سے سامنا ہوتا ہے۔ ہر مقام پر آزمائشوں کا ایک ہجوم اس پر نازل ہوتا ہے۔ تاکہ درویش کے استقلال واستحکام کی آزمائش کرے۔ اگر وہ ذرا برابر حد استقامت سے تجاوز کر بیٹھے تو وہ مقام اس سے لے لیا جاتا ہے اور اسے نکال دیا جاتا ہے۔ مگر وہ درویش جو صبر واستقلال کا مظاہرہ کرتا ہے اور ان ابتلاؤں پر خوش ہوتا ہے اس کی ترقی ہوتی ہے اور اس کا کام اٹھارہ ہزار دنیاؤں میں سے گزر کر عالم بالا کی طرف راہ پیما ہو جاتا ہے۔ پس اس قسم کے انسان کو اہل سلوک کے ہاں درویش کہتے ہیں۔ ان ستر ہزار مقامات میں سے جب درویش مقام اولین سے گزرتا ہے اپنے آپ کو عرش عظیم کے گرد کھڑے

دیکھتا ہے۔عرش مکینوں کی معیت میں نماز پنج گانہ ادا کرتا ہے جب لوٹتا ہے تو خانہ کعبہ میں ہوتا ہے۔جب واپس اپنی دنیا میں آتا ہے تو اس کا حال یہ ہوتا ہے کہ تمام کائنات کو اپنی دو انگلیوں کے درمیان مشاہدہ کرتا ہے۔یہ حال تو پہلے مقام کا ہے۔مگر جب درویش ستر ہزار مقامات کو طے کر لیتا ہے تو اس کا حال وہم وفہم انسانی سے ماورا ہوتا ہے اور اس میں اشارہ اس جانب ہے کہ غیریت کی گنجائش باقی نہیں رہتی اور یہی مقام بندہ ومولا کے درمیان ایک راز ہے۔جس راز کو کوئی اور نہیں جان سکتا۔

شان خرقہ پوشی

حضرت نے فرمایا اے درویش! جب تک انسان اپنے باطن کو دنیا کی اغذیہ وآلائشات سے صاف نہیں کرتا۔اس کی خرقہ پوشی نہیں کرنا چاہئے اور پیر کو چاہئے کہ جب تک مرید کے زنگ آلود باطن کو اچھی طرح پاک وصاف بلکہ شفاف نہ کر لے۔خرقہ عطا نہ کرے کیونکہ خرقہ تو انبیاء و اولیاء کی پوشاک ہے۔جب وہ آلائش دنیا میں ملوث ہوگا تو حق خرقہ پوشی کو بجا نہ لا سکے گا وہ مجبوراً گمراہ ہوگا اور اپنے مریدوں کو بھی گمراہی کی دلدل میں پھنسائے گا۔

خرقہ پہننا آسان ہے لیکن کام کرنا اور اس کا حق بجالانا بہت مشکل ہے۔اگر محض خرقہ پوشی ہی سے لوگ نجات پا جاتے تو سب لوگ خرقہ پہن لیتے مگر ایسا نہیں ہوتا۔اگر آپ خرقہ پہنیں گے تو اس کے شایان شان سیرت بھی اختیار کرنی ہوگی اور بزرگوں کے نقش قدم پر چلنا ہوگا۔وہ لوگ جنہوں نے یہ مبارک لباس پہنے تھے وہ خود بھی نجات پا گئے تھے اور دوسروں کی نجات کا سبب بنے تھے اور عزیز! اگر آپ اس کا حق ادا نہ کر سکے تو گمراہی کی وادی میں بھٹکنا آپ کا مقدر ہو گا۔جس سے باہر نکلنے کی کوئی سبیل نہیں آج اگر خرقہ پہن کر اس کے لوازمات کو آپ نے پورا نہ کیا تو کل قیامت کے دن یہی خرقہ داور محشر کی جناب میں مدعی ہوگا کہ اس شخص نے جب مجھے پہننے کا دعویٰ کیا تھا تو میرے حقوق کیوں بجا نہ لایا۔اس وقت فرشتوں کو حکم ہوگا اس مکار کی گردن میں آگ کا خرقہ ڈالو اور دوزخ میں لے جاؤ۔

آداب خرقہ پوشی

حضرت شیخ الاسلام کرامت برکاتہم نے فرمایا اے درویش! سلوک کے اس مقدس راستے میں پیر کے اندر قوت ذاتی اور ضمیر روشن کا ہونا ازبس لازمی ہے۔ جب کوئی شخص اس کی خدمت میں ارادت کی نیت سے حاضر ہو۔ وہ اپنی نظر معرفت سے دیکھ سکے کہ اس کے دل کی ہر سہ تہوں میں کیا ہے اور عرفان کی روشنی سے مرید کے باطن کو آلائش ہائے دنیا و مافیھا سے مصفا و مطہر بنا دے اور کچھ عرصہ اسے حضرت حق میں ریاض و مجاہدہ کروائے۔ اس کے بعد جب دنیوی خواہشات کی کوئی میل کچیل اس کے وجود میں باقی نہ رہے تو اسے خرقہ پوشی سے نواز دے۔ اس میں مضائقہ نہیں اگر پیر خود ہی صاحب استعداد نہ ہو تو گویا اس نے اس شخص کو کلاہ و خرقہ دے کر گمراہی کے اندھے کنوئیں میں دھکیل دیا اور خود بھی گمراہ ہوا۔ خرقہ و کلاہ کا حامل تو ایسا شخص ہی ہو سکتا ہے جو مجاہدہ کرنے اور اولیاء کی محبت سے اپنے وجود کو پاک و صاف بنا لے۔

سورۃ اخلاص کا وظیفہ

فرمایا ایک دفعہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم تشریف فرما تھے۔ صحابہ کرام کو ارشاد فرمایا کہ اے ساتھیو! جب تک یہ کام نہ کرلو رات کو ہرگز نہ سونا۔ اول جب تک قرآن پاک نہ ختم کر لو۔ دوم جب تک راہ خدا میں جہاد نہ کرلو۔ سوم جب تک رسول اللہ ﷺ کو خوش نہ کرلو۔ چہارم جب تک حج نہ کرلو۔ پنجم جب تک خدائے کریم کو راضی نہ کرلو۔ جب رسول کریم نے یہ پانچ باتیں پوری کیں۔ صحابہ کرام نے حیران ہو کر عرض کیا حضور یہ پانچویں باتیں ایک رات میں کیسے ممکن ہیں فرمایا ممکن ہیں جو شخص رات کو ختم قرآن کرنا چاہتا ہے۔ پچیس مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھے گویا اس نے قرآن پاک ختم کیا۔

پھر فرمایا اے درویش! ایک دن میں ایک بیمار کی عیادت کے لئے گیا میں نے سورۃ اخلاص و فاتحہ دم کیں اس کی بیماری صحت میں بدل گئی۔

سورۃ اخلاص کا ختم شریف

اس سورۃ پاک کا ختم تین بار ہے۔یہ جو قرآن پاک کے ختم کے بعد اس کو تین بار پڑھنے کا معمول ہے۔اس میں حکمت یہ ہے کہ اگر قرآن عظیم کی تلاوت میں کہیں کوئی نقص یا خامی رہ گئی ہو۔سورۃ اخلاص کے پڑھنے سے یہ کمی دور ہو جائے اور ختم قرآن مکمل ہو جائے۔ختم قرآن کے بعد سورۃ فاتحہ اور سورۃ بقرہ کی چند آیات تلاوت کی جاتی ہیں۔ان میں حکمت یہ ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے ایک دفعہ پوچھا گیا کہ لوگوں میں سب سے بہتر کون ہے۔حضور اکرم نے فرمایا ''الحال المرتحل'' حال اس شخص کو کہتے ہیں جو منزل میں پہنچا ہو اور مرتحل جو منزل سے روانہ ہو گیا اور یہ اشارہ اس طرف ہے کہ جب انسان قرآن پاک ختم کرتا ہے تو گویا منزل میں آتا ہے۔جب پھر شروع کرتا ہے گویا پھر روانہ ہو گیا۔چنانچہ بہترین انسان وہ ہے کہ جب وہ ختم قرآن شریف کرتا ہے تو پھر آغاز کر دیتا ہے۔رسول کریم ﷺ نے اسی کی صفت ''الحال المرتحل'' کی بیان فرمائی ہے۔

بابرکت وظائف

جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرے۔دس بار کلمہ سبحان اللہ کہہ لے تو اسے گویا جہاد کیا۔جو شخص یہ چاہتا ہو کہ رسول خدا ﷺ مجھ سے خوش ہو جائیں سو دفعہ درود شریف ہماری بارگاہ میں بھیجے۔گویا ہم اس سے راضی ہو گئے جو شخص یہ چاہتا ہو کہ ہر روز حج بیت اللہ شریف سے مشرف ہو اسے چاہئے کہ رات کو سو دفعہ یہ کلمہ شریف لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهِ الْحَكِيْمِ الْكَرِيْمِ پڑھ لے۔اسے حج کا ثواب ملے گا اور جو شخص خدائے کریم کو راضی کرنا چاہتا ہے اسے چاہئے کہ رات کو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کثرت سے پڑھے۔

مشاہدات درویش

درویش جب سر مراقبہ میں جھکا تا ہے تو اٹھارہ ہزار عالم اس کے سامنے ہوتے ہیں اور

جب قدم رکھتا ہے عرش سے تحت الثریٰ تک گذر جاتا ہے اور یہ درویشی کی منزل اول ہے پھر حضرت نے یہ دو مصرعے ارشاد فرمائے۔

چو درویش در عشق گردد فرود   بہ یکدم سر از عرش بالا کند

جب درویش عشق کے دریا میں غوطہ لگاتا ہے تو عرش سے اوپر جا کر سر نکالتا ہے۔

اے عزیز! عاشقوں کے دل ہر وقت حجاب عظمت کا طواف کرتے رہتے ہیں۔ ایک لمحہ کے لئے درویش عاشق اس نعمت سے خالی ہو جائے تو فنا ہو جائے۔ کیونکہ انوار تجلی اور اسرار الٰہی ہمیشہ ان کے دلوں پر جلوہ ریز رہتے ہیں اور یہ لوگ ان احوال میں مستغرق ہوتے ہیں۔

مخلوق کی قسمیں

فرمایا اے درویش! مخلوق تین قسم کی ہے اول وہ لوگ جو دنیا سے محبت رکھتے ہیں اور ہمہ تن اسی کی یاد میں مستغرق ہیں اور اس کے حصول میں معروف و مشغول رہتے ہیں۔ دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جو دنیا کو دشمن سمجھتے ہیں اس کا ذکر محبت سے نہیں کرتے بلکہ یکسر عداوت کا سلوک کرتے ہیں۔ تیسری قسم ایسے لوگوں کی ہے کہ وہ دنیا کو نہ دوست رکھتے ہیں نہ عداوت کرتے ہیں۔ اس کا ذکر نہ محبت سے کرتے ہیں نہ عداوت سے۔ یہ تیسری قسم پہلی دو قسموں سے بہتر ہے۔

حقیقی محبت کا اصول

اے درویش! جس چیز کو اللہ کریم نے دشمن جانا آپ کو بھی اس سے دشمنی کرنا ضروری ہے اور اس کے قریب نہ پھٹکیں۔ اس کی عداوت و محبت کا ذکر کسی کے پاس نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ جل وعلا نے جب سے دنیا تخلیق فرمائی از راہ عتاب اسے نظر اٹھا کر نہیں دیکھا۔ پس وہ انسان بڑا نادان ہے جو معتوب و مغضوب خدا تعالیٰ کو دوستی کی نظر سے دیکھتا ہے۔

جو شخص اطاعت خداوندی اختیار کرتا ہے دنیا اس کی خدمت گزار بن جاتی ہے اور جو شخص دنیا کی خدمت میں مگن ہو جاتا ہے۔ وہ مصیبتوں اور تکلیفوں میں گرفتار رہتا ہے۔ جتنا کوئی خداوند کریم سے غافل ہوتا ہے اتنا ہی وہ دنیا میں مشغول رہتا ہے۔

عالم بلا اور عالم نعمت

اے درویش! جب صاحب حال وقت خاص میں یاد حق کے اندر مستغرق ہوتا ہے۔ یہ دونوں عالم اس کے حضور حاضر ہوتے ہیں۔ یعنی عالم بلا و عالم نعمت پس اس وقت جس کے نصیب میں نعمت ہوتی ہے اس کو نعمت عطا کرتے ہیں اور جس کے لئے بلا مقدر ہے وہ بلا سے دوچار ہوتا ہے۔ لیکن عقلمند وہ ہے کہ اس وقت درویش کے سامنے فروتنی کا اظہار کرے اور مقابلہ و مزاحمت کی راہ اختیار نہ کرے۔ کون جانتا ہے کہ ان کی زبان سے کیا نکلنے والا ہے۔

صوفیانہ لباس کی عظمت کو بحال رکھا جائے

فرمایا جب انسان صوف پہن لے اسے چاہئے کہ عزلت گزینی کو اپنائے۔ دنیا داروں سے اجتناب کرے سرمایہ داروں کی صحبت ترک کردے پھر سمجھئے کہ واقعی درویش ہے۔ گلیم وصوف پوشی اسی کا حق ہے لیکن جب کوئی شخص یہ لباس پہنتا ہے اور پھر امراء وملوک کی مجلسوں میں جاتا ہے۔ سرمایہ داروں سے میل جول بڑھاتا ہے انبیاء و اولیاء کے لباس کو گلیوں اور بازاروں میں پھراتا اور رسوا کرتا ہے۔ اس سے یہ متبرک لباس واپس لے لینا چاہئے اسے اجازت نہیں دینی چاہئے۔ کیونکہ وہ اس مبارک لباس کا اہل نہیں ہے۔ مریدان خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ درماندگی کے عالم میں اسی لباس مبارک کے واسطے سے دربار صمدیت جل وعلا میں مناجات کیا کرتے اور ان کی مہمات اس گلیم وصوف کی برکت سے آسان ہو جاتیں۔

گلیم وصوف سنّت انبیاء ہے

فرمایا گلیم وصوف انبیاء و اولیاء کا لباس ہے۔ اس لئے اے درویش! یہ لباس اسی کو زیب دیتا ہے جس کا ظاہر و باطن صاف ہو۔ کیونکہ صوفی وہی ہے کہ جس کے اندر دنیا و مافیھا کی کوئی کدورت باقی نہ رہے۔ فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ گلیم وصوف پہننا سنت انبیاء ہے۔ جب کبھی اولیائے عظام میں سے کسی کو کوئی ضرورت پیش آتی۔ گلیم وصوف کے وسیلے سے دعا

ومناجات کرتے۔ رب کریم کلیم وصوف کی برکت سے وہ حاجت پوری فرما دیتے۔

عشق کی حقیقت

فرمایا کہ عشق کی تحریک مشاہدہ معشوق سے ہوتی ہے۔ جب لوگ مجاہدہ میں مبالغہ کرتے ہیں تو وہ مجاہدہ مکاشفہ بن جاتا ہے اور جب مکاشفہ مشاہدہ بنتا ہے تو عاشق اپنے آپ کو معشوق کی بارگاہ میں حاضر پاتا ہے۔ اس کا جذبہ عشق ترقی پذیر ہوتا ہے بتدریج منازل عرفان طے کرتا جاتا ہے۔ حجابات درمیان سے اٹھتے چلے جاتے ہیں ایک مقام پر پہنچتا ہے تو اسے قرار آ جاتا ہے گویا وہ عالم تحیر میں پڑ گیا۔

مناجات رابعہ بصری

ایک دفعہ حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا سر بہ سجود ہوتیں پھر کھڑی ہو جاتیں کئی دفعہ ایسا کرنے کے بعد آخر میں کہتیں۔ اے اللہ! اگر میں دوزخ کے ڈر سے تیری پرستش کرتی ہوں تو پھر بھی میرا ٹھکانہ دوزخ میں کرنا اور بہشت مجھ پر حرام ٹھہرانا اور اگر تیرے لئے تیری پرستش میں وقت گزارتی ہوں تو میرے خدا اپنے لازوال حسن ازل سے مجھے بہرہ اندوز فرما۔

ترک بادشاہت کی وجہ

حضرت خواجہ ابراہیم بلخی ادہمی رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا کہ حضرت! آپ نے بلخ کی بادشاہی کو کیوں ترک کر دیا۔ فرمایا ایک دن بیٹھا ہوا تھا محبت کا آئینہ میرے سامنے کر دیا گیا میں نے دیکھا کہ میری منزل قبر ہے۔ ایک طویل سفر میرے سامنے ہے اور کوئی مونس و دلجو نصیب نہیں۔ نہ میرے پاس سامان سفر ہے نہ زادراہ انصاف کرنے والے قاضی کے سامنے کھڑا اور اپنے کردار کے لئے کوئی معذرت کی دلیل موجود نہیں۔ بادشاہی سے دل بیزار ہو گیا اپنے ملک کو ترک کر کے دوسرے ملک میں آ گیا۔ یعنی ملک ظاہری سے ملک باطنی کی جانب ملتفت ہو گیا۔

عشق الٰہی میں عجز و نیاز

فرمایا میں نے حضرت قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ سے سنا۔ جب میں بغداد سے واپس آیا بخارا پہنچا ایک بزرگ صاحب نعمت عشق الٰہی میں والہ وشیدا سے ملاقات ہوئی۔ میں نے انہیں سلام عرض کیا تو اس حالت میں پایا کہ وہ بیان نہیں کی جا سکتی۔ یاد حق میں ایسے ڈوبے ہوئے کہ اپنے جسم و جان تک سے بے خبر۔ میں کئی دن ان کی خدمت میں حاضر رہا۔ ہر بار جب سجدہ کرتے تو رو پڑتے اور یہ رباعی بڑی الحاح وزاری سے زبان پر جاری ہوتی۔ حتیٰ کہ بے ہوش ہو جاتے جب ہوش میں آتے تو فرماتے اے اللہ ایک سجدہ بھی تیری شان بے پایاں کے لائق ادا نہ کر سکا۔ رباعی یہ ہے۔

در خوردن نعمت تو ندانم سود   یک سجدہ چناں نشد کہ فرمانم بود
ہم بودی وہم باشی وہم خواہی بود   نے بودم و نے باشم و نے خواہم بود

"اے اللہ! تیری نعمتیں کھاتے کھاتے میرے دانت گھس گئے۔ ایک سجدہ بھی تیرے فرمان کے مطابق ادا نہ ہو سکا تو ازل میں بھی تھا اب بھی ہے اور ابدالا باد تک رہے گا میں تو نہ کبھی تھا نہ اب ہوں نہ آئندہ ہوں گا۔"

عشق و محبت کی وضاحت

اے درویش! ملک عشق کی فرماں روا محبت الٰہی ہے۔ اس ملک میں فرشتوں نے ایک تخت بچھایا ہوا ہے جس پر وہ محبت الٰہی جلوہ گزیں ہے۔ اس حال میں کہ اس کے ایک ہاتھ میں تیغ فراق ہے اور دوسرے ہاتھ میں نرگس وصال ابد کی ایک شاخ ہے ایک ہی سانس میں ہزار ہا عشاق کے سر نذر تیغ ناز ہوتے ہیں۔ پس جو شخص درویش عاشق خدا ہے اگر ہزار بار اس کا سر تن سے جدا کیا جاوے دوبارہ اس کے سر وتن کا رشتہ استوار ہو جاتا ہے۔ ہزار بار اسے شہید ناز بنایا جائے تو وہ افسوس نہیں کرتا۔ بلکہ اسے راحت نصیب ہوتی ہے۔ شیخ الاسلام نے یہ رباعی ارشاد فرمائی۔

در یاد تو ہر روز چناں مدہوشم — صد تیغ اگر زنند آں نخر و شم
آہے کہ زیاد تو زنم وقت سحر — گر ہر دو جہاں دہند آں نفر وشم

"تیری یاد میں ہر روز اتنا بے خود رہتا ہوں کہ اگر سینکڑوں تلواروں سے مجھے زخمی کریں آواز نہ نکالوں گا۔ صبح کے وقت تیری یاد میں جو آہ بھرتا ہوں دونوں جہان کے عوض نہ دوں گا۔"

مشاہدہ حق کا تقاضا

حضرت اقدس نے فرمایا جس شخص نے لذات وخواہشات دنیا سے اپنے دل کو مردہ بنا لیا۔ قضا وقدر کے کارکن اسے لعنت کے کفن میں لپیٹ کر ندامت کی سرزمین میں دفنا دیتے ہیں۔ محبت حق کے متوالے مشاہدہ ذات کے سوا کسی اور چیز پر راضی نہیں ہوتے۔ حضوری حق کی نعمت دنیا سے کنارہ گیر ہونے کے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔ خلوت نشینی عزلت گزینی ہی سے یہ سعادت میسر ہوتی ہے حتیٰ کہ اسی خیال میں دوستوں کو دشمن اور بیوی بچوں کو یتیم تصور کرنے لگ جائے۔ حضرت کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور یہ رباعی زبان مبارک پر جاری ہوئی۔

رباعی:

گر عاشق دوستی بہ تنہاش طلب — در خلوت عشق آئی و پیدائش طلب
گر میخواہی حضور نعمت ہر روز — آنجا کہ کسے نباشد آنجاش طلب

"اگر تو محبوب پر فریفتہ ہے تو اسے اکیلے تلاش کر عشق کی خلوتوں میں آ جا اور ظاہرا جستجو کر اگر محبوب کی زیارت سے ہر روز بہرہ ور ہونا چاہتا ہے تو اسے وہاں تلاش کر جہاں کوئی اور نہ ہو۔"

جو دم غافل سو دم مردہ ہوتا ہے

اے درویش! ہمارے شیخ خواجہ قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز پر جب وقت خاص طاری ہوتا۔ بیت ذکر فرماتے بلکہ دن رات جانماز پر پڑے رہتے اپنے تن و جان کی بھی خبر نہ ہوتی۔ اہل تصوف کسی ولی کو زندہ نہیں سمجھتے جب تک وہ یاد حق میں مستغرق نہ ہو ایک لحظہ

خدا کی فکر سے بے خبر نہ رہے۔

ہمیشہ یادِ خدا میں رہنا چاہئے

ایک دفعہ ایک عارف ذکر حق سے غافل ہوا اس شہر میں ندائے غیب آئی کہ فلاں صوفی زندہ نہ رہا انتقال کر گیا۔ لوگوں نے اس ندائے غیب کے مطابق اس کے گھر کی طرف تعزیت کے لئے رجوع کیا۔ لوگوں نے تحقیق کی تو پتہ چلا کہ وہ تو زندہ ہے لوگ واپس گھروں کو جانے لگے۔ عارف نے انہیں بلایا اور حقیقت حال سے آگاہ کرتے ہوئے کہا واقعی میں مر گیا تھا کیونکہ میں ہمیشہ یادِ خدا میں مشغول رہتا تھا آج ایک لحظہ کے لئے اس ذکر میں غفلت ہوئی تو ندا آئی کہ فلاں بن فلاں مر گیا۔

سلوک کے پندرہ درجے

فرمایا اے درویش! ہمارے خواجگان سلسلہ عالیہ چشتیہ نے سلوک کے پندرہ درجے مقرر فرمائے ہیں اور ان میں سے پانچ درجے کشف و کرامت کے ہیں۔ اس لئے سالک کو انہیں پانچ درجات میں مقید ہو کر نہ رہنا چاہئے بلکہ جملہ درجات پانزدہ کی سیر کرنی چاہئے۔ جب تمام مقامات کا حصول ہو جائے تو بے شک اظہار کرے۔

تکلیف سے بچنے کی تدبیر

فرمایا اے درویش! انسان پر جو دکھ اور تکلیف نازل ہوتی ہے اسے جاننا چاہئے کہ اس کا سبب نزول کیا ہے۔ خیریت اسی بات میں ہے کہ وہ اس مصیبت پر خبردار ہو جائے اور عبرت حاصل کرے۔ اصحاب خیر کے لئے تو یہ تغبیہ کافی ہوتی ہے البتہ اہل شر کے لئے انداز جداگانہ ہے وہ لوگ جو ہمیشہ برسر باطل ہوں۔ ان پر کوئی مصیبت نازل نہیں کی جاتی۔ یہ امر ان کی ابدی ذلت و رسوائی کا باعث بنتا ہے۔ کیونکہ قدرت نے ان کی رسی کو لمبا کر دیا ہے اور مہلت دے دی ہے اللہ تعالیٰ اس حالت سے اپنی پناہ میں رکھے۔

مصیبت پر صبر کا اجر

حضرت اقدس نے فرمایا اے درویش! جب انسان پر کوئی دکھ یا تکلیف آئے اسے اس پر صبر کرنا چاہیے۔ اس کے گناہوں کے انبار بھی ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ختم کر دے گا۔ دکھ اور تکلیف بھی اچھی چیزیں ہیں انسان کو نافرمانیوں سے پاک اور صاف کرتی ہیں۔ کیونکہ مصیبت ہی گناہوں کو پاک کرنیوالی ہے۔

عشق اور مصائب کا تعلق

فرمایا عشاق حضرت اس راہ میں مصیبتوں کو اپنی غذا بناتے ہیں۔ جس دن ان پر کوئی بلا نازل نہیں ہوتی اپنی موت پر افسوس کرتے ہیں کہ آج محبوب نے ہمیں یاد نہ کیا اور فراموش کر دیا۔ کیونکہ اگر فراموش نہ کرتے تو کسی نہ کسی بات میں تو یاد کرتے جب محبوب کی بلا کے نازل کرنے سے ان کی یاد فرمائی کرتا ہے تو خوشی سے نفل شکرانہ ادا کرتے ہیں کہ محبوب کی یاد میں آ گئے۔

درویشی درحقیقت پردہ پوشی ہے

فرمایا درویشی پردہ پوشی کا نام ہے اور خرقہ پہننا اس شخص کا کام ہے جو مسلمانوں اور دوسرے انسانوں کے عیبوں کو چھپائے اور انہیں کسی پر ظاہر نہ کرے۔ مال دنیا میں سے اس کے پاس جو کچھ آئے اسے راہ خدا میں صرف کرے اور جائز مصرف میں اٹھائے اور خود اس میں سے ایک ذرے پر نظر نہ رکھے۔

زکوٰۃ کی تین قسمیں

فرمایا کہ اصحاب طریقت اور مشائخ کبار نے اپنی بیاضوں میں لکھا ہے کہ زکوٰۃ کی تین قسمیں ہیں۔

اول: زکوٰۃ شریعت

دوم: زکوٰۃ طریقت

سوم: زکوٰۃ حقیقت

زکوٰۃ شریعت یہ ہے کہ اگر چالیس درم پاس ہوں تو ان میں سے پانچ درم راہ خدا میں دیدے اور زکوٰۃ طریقت یہ ہے کہ چالیس میں سے پانچ درم اپنے پاس رکھے اور باقی کل راہ حق میں دے دے اور زکوٰۃ حقیقت یہ ہے کہ چالیس میں سے پانچ بھی اپنے لئے نہ رکھے اور سب اس کی راہ میں خرچ کردے اس لئے کہ درویشی خود فروشی ہے۔

چار باتیں

فرمایا "معلوم ہوا کہ درویشی پردہ پوشی ہے۔ لہٰذا درویش کو چاہئے کہ یہ چار باتیں اختیار کرلے۔ اول آنکھیں اندھی کرلے تاکہ لوگوں کے معائب نہ دیکھ سکے۔ دوسرے کان بہرے کرلے تاکہ فضول اور لغو باتیں سننے سے بچ جائے۔ تیسرے زبان گونگی کرلے تاکہ ناحق باتیں کرنے سے بچا رہے۔ چوتھے پیر توڑ کر بیٹھ جائے تاکہ ناجائز جگہوں پر نہ جاسکے۔ پس اگر کسی میں یہ خصلتیں پائی جائیں تو بلاشک اس کو درویش تسلیم کرنا چاہئے۔ ورنہ حاشا وکلاء مدعی جھوٹا ہے اور درویشی کی کسی چیز سے تعلق نہیں رکھتا۔

دل کی اہمیت

فرمایا کہ اصل صلاحیت دل سے ہے جب دل راستی پر آ گیا تو انسان خود بخود درست ہو جاتا ہے۔ پھر فرمایا کہ دل کے لئے بھی زندگی اور موت ہے اور دونوں کی علیحدہ علیحدہ صورت ہے۔ کلام اللہ میں ہے اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا یعنی دنیا میں زیادہ مشغول رہنے سے دل مر جاتا ہے۔ فَاَحْيَاهُ بِذِكْرِ الْمَوْلٰى پس زندہ کرتے ہیں اسے ذکر مولیٰ سے۔"

خرقہ کی وضاحت

ارشاد ہوا رسول اللہ ﷺ کو معراج کی رات خرقہ ملا تھا۔ جب حضور پرنور معراج سے

واپس آ گئے تو انہوں نے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو طلب فرمایا اور کہا کہ اس خرقے کی بابت مجھے اللہ کا حکم ہے کہ تم میں سے کسی ایک کو دیدوں۔ اب میں تم سے ایک سوال کرتا ہوں جو اس کا جواب باصواب دیگا وہ اس کا مستحق ٹھہرے گا۔ اول (حضرت) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف رخ کیا اور فرمایا "اے ابوبکر! اگر یہ خرقہ میں تمہیں دوں تو کیا بات اختیار کرو گے؟ انہوں نے کہا رسول اللہ (ﷺ) صدق و صفا اور اطاعت خدا اختیار کروں گا پھر امیر المومنین (حضرت) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کیا اور کہا کہ اگر میں یہ خرقہ تمہیں دوں تو تم کیا اختیار کرو گے؟ انہوں نے جواب دیا یا رسول اللہ میں عدل و انصاف اختیار کروں گا اور مظلوموں کی دادرسی کروں گا۔ پھر امیر المومنین (حضرت) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی باری آئی۔ انہوں نے جواب دیا میں آپ کے مشورے سے کام اختیار کروں گا۔ حیا کروں گا اور سخاوت سے کام لوں گا۔ آخر میں امیر المومنین (حضرت) علی کرم اللہ وجہہ کو مخاطب کیا اور پوچھا کہ علی! اگر یہ خرقہ تمہیں دیا جائے تو تم کیا کرو؟ انہوں نے کہا میں پردہ پوشی کیا کروں گا اور بندگان خدا کے عیبوں کو چھپایا کروں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" لے لو علی یہ خرقہ تم ہی کو دیتا ہوں رب العزت کا مجھے فرمان تھا کہ تمہارے دوستوں میں سے جو شخص یہ جواب دے خرقہ اسے ہی دینا" یہاں تک کہہ کر شیخ الاسلام چشم پر آب ہو گئے اور رونے لگے۔

شیخ کامل کی خوبی

فرمایا شیخ ایسا ہونا چاہیے کہ جب کوئی اس کے پاس بہ نیت ارادت آئے تو نور معرفت کی نظر سے ارادت مند کے سینے کو صیقل کر دے تا کہ اس میں کسی قسم کی کدورت باقی نہ رہے اور وہ مانند آئینے کے روشن ہو جائے اگر یہ قوت نہیں ہے تو مرید نہ کرے کیونکہ اس سے بیچارے گمراہ کو کیا حاصل ہو گا۔ (راحت القلوب)

نفس کی تین حالتیں

ارشاد ہوا جب کسی پیر یا صاحب ولایت کی مریدی کی خواہش کرے تو چاہیے کہ پہلے

اس کے نفوس تلاشہ کی حرکات وسکنات پر غور کرے اور دیکھے کہ کہیں وہ پوشیدہ طور پر نفس امارہ کے قبضے میں تو نہیں ہے۔ کیونکہ قرآن حکیم میں ہے وَمَا اُبَرِّئُ نَفْسِ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْءِ پھر نفس لوامہ پر توجہ کرے کہ کہیں اس میں تو مبتلا نہیں قرآن حکیم میں ہے۔ وَلَا اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ اس کے بعد نفس مطمئنہ پر نظر ڈالے۔ قَالَ اللہ تعالٰی یَاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ اِرْجِعِیْ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً پھر قلب کو دیکھے کہ وہ بھی سلیم ہے یا نہیں۔ ان سب مرحلوں سے فارغ ہو کر اپنے ضمیر کو روشن کرے اور ہاتھ دیدے۔ (راحت القلوب)

راہ سلوک پر چلنے کا اصول

اس کے بعد ارشاد ہوا کہ اہل سلوک کا قول ہے کہ جو شیخ مریدوں کو قانون مذہب سنت و جماعت پر نہیں چلاتا اور اپنی حالت کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے موافق نہیں رکھتا وہ رہزن ہے۔ دھوئیں سے آگ کا پتہ چلتا ہے اور مرید سے پیر کا یہ جو بیسوں آدمی گمراہی میں پڑے دکھائی دیتے ہیں پس اس کی وجہ یہی ہے کہ ان کا پیر کامل نہیں ہے۔ (راحت القلوب)

مومن کا دل اللہ کا عرش ہوتا ہے

رسالتماب ﷺ نے فرمایا ہے قَلْبُ الْمُؤْمِنِ عَرْشُ اللّٰهِ تَعَالٰی مومن کا دل اللہ تعالٰی کا عرش ہوتا ہے۔ بعد ازاں ارشاد کیا کہ جس درویش کے آگے ابھی حجاب کے ستر پردے پڑے ہوئے ہوں جس تک ذرا سی روشنی نہ پہنچتی ہو۔ جو مقراض اور خرقے کا علم نہ رکھتا ہو وہ اگر چاہے کہ لوگ اس کے مرید ہوں تو سمجھو گمراہ ہے اور دوسروں کو گمراہ کرتا ہے۔ درویش کو عالم اور صاحب قوت ہونا چاہیئے تا کہ مقراض چلانے اور خرقہ دینے میں اس سے کوئی خلاف سنت و جماعت نہ سرزد ہو جائے۔

شیخ و مرید کی مثال

فرمایا کہ حضرت یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح الاسرار میں لکھا ہے کہ حضرت ذوالنون

مصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ شیخ و مرید کی مثال دایہ اور بچے کی سی ہے۔ جس طرح بچہ کوئی بدخوئی کی حرکت کرتا ہے تو دایہ اسے دوسرے اچھے کاموں میں مشغول کر کے خوش دل اور نیک بنانے کی سعی کرتی ہے اسی طرح پیر بھی مرید سے کبھی ذکر کراتا ہے اور کبھی قرآن پڑھواتا ہے۔ تاکہ کہیں اس کا دل کسی خراب بات کی طرف نہ لگ جائے۔ (راحت القلوب)

مریدوں کے لئے پیر کی وصیت

آپ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ فقیر اہل دنیا کے ساتھ زیادہ جلا ملا نہ ہو۔ ان سے بہت صحبت نہ رکھے کیونکہ ان کی صحبت سے فقیر کا دل پریشان ہو جاتا ہے کوئی چیز درویش کے لئے تونگروں کی صحبت سے بڑھ کر معنر نہیں۔ فقیر کے دین و دنیا گوشے ہی میں ٹھیک ہوتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ بس پیر و مرید کی یہ کیفیت ہونی چاہئے جو اس وقت بیان کی گئی اگر کسی کو ایسا شیخ کامل نہ ملے جس کی کتب اہل سلوک پر نظر رہو یا جو پورے طور سے بزرگان سلف کی اتباع نہ کر سکتا ہو تو سوچ سمجھ کر مرید ہونا چاہئے۔

پھر فرمایا کہ شیخ پر واجب ہے کہ مرید کو وصیت کرے کہ وہ بادشاہوں اور امیروں کی صحبت سے بچے اور طالب شہرت و ثروت نہ بنے زیادہ بولنے سے احتراز کرے اور بے حاجت کہیں نہ جائے۔ کیونکہ یہ سب باتیں دنیا والوں کی ہیں اور جب دنیا کل خطاؤں کی جڑ ہے۔ حب الدنیا راس کل خطیئۃ پھر فرمایا کہ سجادے کو ضرورت بے ضرورت نہ چھوڑنا چاہئے۔ کیونکہ اصحاب طریقت کہہ گئے ہیں کہ جب کوئی شخص روز روز طلب دنیا میں پھرتا ہے تو اسے علم حلال و حرام نہیں رہتا اور اگر کوئی صوفی سلوک و سجادے کو چھوڑ کر کوچہ بازار کا چکر لگاتا ہے تو وہ بھی کھوکھلا ہو جاتا ہے۔ (راحت القلوب)

شب جمعہ کی فضیلت

ارشاد ہوا کہ ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ راہ قبول پر چلنے والے کی علامت یہ ہے کہ جس طرح بھی ہو جمعے کی شب کو جاگ کر گزارے اور اس میں ذکر یا تلاوت یا نماز (نوافل) پڑھتا

رہے۔لیکن نماز پڑھنی افضل ہے کیونکہ ارشاد ہے۔الصلوٰۃ معراج المومنین اس کے بعد فرمایا کہ اہل سلوک کا قول ہے کہ اصل سلوک ریاضت اور ثمرہ ارادت ہے۔اس لئے بندے کو چاہئے کہ جہاں تک ہو سکے ہم نشینی اغنیاء وملوک سے محترز رہے اور نفسانی خواہشات کو مارے اور صالحین کی صحبت اختیار کرے کہ نبی ﷺ کی حدیث ہے۔صحبتہ الصّٰلحین نور و رحمتہ للعلمین (الحمدللہ علی ذلک) (راحت القلوب)

زکوٰۃ کی ادائیگی میں کمی کا اثر

فرمایا تکلیف وزحمت اٹھانے کے بعد ہی انسان کو گناہ سے بچنے کا خیال ہوتا ہے۔جس سے اس کی خیر ہو جاتی ہے بعد ازاں ارشاد ہوا کہ ایک دن میں بخارا میں شیخ سیف الدین باخرزی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر تھا کوئی شخص ان کی خدمت میں آیا اور سلام کر کے بولا ''اے امام! میرے پاس کچھ مال ہے اس میں عرصے سے گھاٹا ہو رہا ہے اور کبھی کبھی اعضاء بھی دکھتے ہیں'' شیخ نے فرمایا زکوٰۃ کی ادائیگی میں کوئی کمی ہوئی ہوگی اور مرض کا آنا تو دلیل ایمان ہے۔

فقراء کے درجات

آپ کا ارشاد ہے کہ حضرات تابعین نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ قیامت کے روز فقراء کو ایسے درجے ملیں گے کہ خلق ہاتھ ملے گی کہ کاش ہم دنیا میں فقیر کیوں نہ ہوئے اور مریضوں کو وہ اجر ملے گا کہ لوگوں کو حسرت ہوگی کہ ہم بھی زندگی بھر رنجور رہے ہوتے اور ان مرتبوں کو پہنچتے۔اس کے بعد فرمایا کہ آدمی کو چاہئے کہ ہر درد رنج کے وقت اس کی علت پر غور کرے۔کیونکہ اپنے نفس کا علاج اپنے ہی سے خوب ہوتا ہے یہ کہہ کر شیخ الاسلام چشم پر آب ہو گئے اور یہ مثنوی زبان مبارک پر آئی۔

اے بسا درد کاں ترا در دست
اے بسا شیرکاں ترا آہوست

بیعت کرنے کا طریقہ کار

ارشاد ہوا میں نے سیر العارفین میں پڑھا ہے کہ جب کوئی مسلمان چاہے کہ کسی پیر کا مرید ہو تو اول غسل کرے اور اگر ہو سکے تو رات بھر جاگے اور اپنی بھلائی کے لئے حضرت حق میں ملتجی رہے اگر یہ ممکن نہ ہو تو خیر' جمعرات کے دن چاشت کے وقت یا دو شنبے کو۔ سب دوستوں اور عزیزوں کو جمع کر کے پیر کے پاس جائے پھر پیر قبلہ رو ہو کر بیٹھے اور دو رکعت استخارہ پڑھے۔ اس کے بعد مرید کو سامنے بٹھا کر آیات متبر کہ پڑھے اور اس پر پھونکے اور مرید سے استغفار کرائے اور مستقبل قبلہ بٹھا کر قینچی ہاتھ میں لے اور تین مرتبہ با آواز تکبیر کہے۔

بعض کہتے ہیں کہ تکبیر پڑھتے وقت نفس امارہ کی طرف متوجہ ہو اور سمجھے کہ آج اس سے جنگ کرنی ہے۔ بالکل وہی حالت ہو جیسی ایک غازی لشکر اسلام کی لڑائی کے وقت ہونی چاہئے۔ (تکبیر بالجہر سے مدد کے لئے فرشتے اتر آتے ہیں) پھر لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ پڑھے اور کوئی وسوسہ نہ آنے دے۔ تیسری تکبیر سے فارغ ہو کر ایک بار کلمہ توحید' اور بیس دفعہ درود شریف اور ایک دفعہ استغفار پڑھے۔ جب سب کچھ ہو چکے تو ایک بالی مرید کی پیشانی سے لے لے اور کہے "بادشاہوں کے بادشاہ! تیری درگاہ سے بھاگا ہوا غلام پھر تیرے حضور میں آیا ہے اور چاہتا ہے کہ تیری عبادت کرے اور کو کچھ ماسوا ہے اس سے بیگانہ ہو جائے۔ اس کے بعد ایک بالی پیشانی کی دائیں طرف سے اور ایک بائیں طرف سے کترے۔"

دوسرا گروہ کہتا ہے کہ صرف ایک بال پیشانی سے لے لے زیادہ کی ضرورت نہیں۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک ہی بال لینا بہتر ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ صفہ کے خلیفہ ہیں اور حدیث ان کی شان میں آئی ہے۔ انا مدینۃ العلم و علی بابھا اس کے بعد دعا گو نے عرض کی کہ حضور یہ قینچی چلانے کی رسم کہاں سے پیدا ہوئی؟ فرمایا حضرت ابراہیم علی السلام سے (صلوات اللہ علیہ وعلیٰ نبینا) اور انہیں تلقین کیا

تھا جبرئیل علیہ السلام نے۔

مرید کو جانچنا

فرمایا ایک دن حبیب عجمی اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ دونوں بیٹھے ہوئے تھے' کوئی شخص آیا اور بولا کہ میں فلاں فلاں کا مرید ہوں آپ نے پوچھا تمہارے پیر نے تمہیں کیا تعلیم دی ہے؟ اس نے کہا میرے پیر نے بال تو کترے تھے باقی تعلیم وغیرہ کچھ نہیں دی۔ دونوں بزرگوں نے چلا کر کہا (ھو مضل و ضال) یعنی وہ خود بھی گمراہ ہے اور اوروں کو بھی گمراہ کرتا ہے۔ اس واقعے سے معلوم ہوا کہ پیر کو چاہئے کہ مرید کرنے سے پہلے مرید کو جانچ لے۔

ذکر الٰہی

مشائخ نے کہا ہے کہ مثلاً خواجہ فضیل بن عیاض و خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہ پیر کو لازم ہے کہ اول اپنی ٹوپی مرید کے سر پر رکھ دے پھر اس کے بعد تلقین ذکر کرے۔ ذکر تین ہیں اول لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دوم سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ سوم یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ۔

اگر پہلا ذکر اختیار کیا جائے تو اس کا قاعدہ یہ ہے کہ نو دفعہ لَا اِلٰـــہَ اِلَّا اللّٰہُ کہے اور دسویں دفعہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پھر اکیس دفعہ سبحان اللہ پڑھے۔ بعد ازاں تیس دفعہ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ لیکن یہ سب اس طرح پڑھنا چاہئے کہ حاضرین بھی سنیں اور ذوق حاصل کریں۔ لیکن ایسا چیخ کر نہیں کہ دوسرے گھروں تک آواز جائے۔ اس کے بعد فرمایا کہ طبقہ جنیدیہ میں بارہ دفعہ کا حکم ہے اور میں بھی اس سے متفق ہوں پھر ارشاد ہوا کہ ''ذکر اس شان سے کرنا شاہئے کہ بدن کا رونگھٹا رونگھٹا زبان کا کام دے۔ حضرت یحیٰی علیہ السلام جب ذکر کرتے تھے تو ایسے بے خود ہو جاتے تھے کہ صحرا کی طرف منہ کر لیتے اور غلبہ شوق سے چلا چلا کر پکارتے کہ ''اے وہ جو مکان سے منزہ اور پاک ہے چل میرا دل تیرے ذکر سے پر ہو گیا۔ اگر سوائے تیرے نام کے کوئی لفظ میری زبان سے نکلے تو میں مر جاؤں۔''

خدمت مرشد

شیخ الاسلام دام اللہ برکتہ نے فرمایا اے درویش! جب تک فقراء کی خدمت نہ کرو گے ہرگز مقام بلند پر نہ پہنچو گے۔ حضرت خواجہ معین الدین سنجری قدس سرہ العزیز بیس سال تک اپنے شیخ کے ملبوسات سر پر رکھ کر حج کے لئے جاتے رہے پھر یہ انعام ان کو عطا ہوا جس سے تمام دنیا نے فیض حاصل کیا۔ فرمایا میں نے ایک بزرگ سے سنا کہ خلوص و صدق سے ایک دن اپنے شیخ کی خدمت کرنا ہزار سالہ بے صدق و خلوص عبادت سے بہتر ہے۔ حدیث شریف میں روایت ہے قال رسول اللہ ﷺ ساقی القوم آخرہم شربا یعنی جو اپنی جماعت کو پانی پلاتا ہے سب سے آخر خود پیئے یہی بات کھانے میں بھی ملحوظ رکھنی چاہئے۔

چار قابل قدر ساعتیں

حضرت سلیمان علیہ السلام کو مصحف میں حکم ہوا تھا کہ عاشق اور صالح لوگوں کو معلوم ہوا کہ وہ چار ساعتوں سے غافل نہ رہا کریں۔ پہلی ساعت میں چاہئے کہ اپنے پروردگار سے نماز کے اندر اور نماز کے آخر مناجات کریں دوسری ساعت میں انہیں اعمال کا محاسبہ کرنا چاہئے تیسری ساعت میں ان کو چاہئے کہ بھائی بندوں میں بیٹھیں اٹھیں اور ان کی غلطیوں کو دیکھ کر ان کی اصلاح کی کوشش کریں۔ لیکن ان کی پردہ پوشی لازمی ہے اور چوتھی ساعت میں نہ کھائیں نہ پئیں نہ بری صحبت میں جائیں بلکہ صرف نیک کام کریں اس کے بعد ارشاد ہوا کہ حدیث شریف میں رسول خدا ﷺ سے وارد ہے کہ یقیناً علم و عقل ایک دوسرے کے شریک ہیں۔ علم و عقل سے الگ ہے اور نہ عقل علم سے پس لوگوں میں افضل کون ہے؟ وہ جو اپنے آپ کو پہچانتے ہوں تو اس صورت میں عقل ممتاز رہی۔

عقل اور علم کا تعلق

فرمایا ہر چیز کی انتہا ہوتی ہے اور عبادت کی انتہا عقل ہے کیونکہ بغیر علم عبادت بیہودہ اور بغیر عقل و علم دردسر قیامت کے روز حجت یہی ہوگی۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا کہ آپ

جو ہر آیت اور ہر حدیث سے ہزار ہزار مسئلے نکالتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا میری عقل مجھے مدد دیتی ہے اگر عقل صحیح نہ ہوتی تو ایک بات بھی نہ سمجھ سکتا۔ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد کیا کہ عقل تمام چیزوں سے شریف تر ہے اگر عقل نہ ہوتی تو اللہ کی معرفت بھی نصیب نہ ہوتی۔

علم پر عمل کرنا ضروری ہے

فرمایا کہ علماء علم سے غافل ہیں انہوں نے دنیا کو اپنا قبلہ گاہ بنا رکھا ہے اور دانائی کے غرور سے اپنے نفسوں کو موٹا کر لیا ہے یہ کہہ کر شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ رونے لگے اور بولے کہ شرح علماء میں مرقوم ہے کہ فردائے قیامت کو ان صلحاء و علماء کے لئے جو دنیا میں اہل دنیا کے ساتھ مشغول رہتے تھے اور اپنا منصبی کام نہ کرتے تھے۔ حکم ہوگا کہ انہیں عرصات میں حاضر کرو پھر فرشتگان عذاب سے کہا جائے گا کہ ان کی گردنیں آتشیں زنجیروں سے جکڑ کر دوزخ میں لے جاؤ پھر فرمایا ان علماء سے مراد وہ علماء ہیں جو بظاہر پارسائی دکھاتے ہیں اور باطن میں علم پر عمل نہیں کرتے اور مکر و حیلے کے ساتھ دنیا کماتے ہیں۔

اصل عالم کون

عقل کی بہت سی قسمیں ہیں مگر عالم نام مطلق ہے۔ عالم درحقیقت اسے کہتے ہیں جو علم نبوی ﷺ جانتا ہو اور عالم نبوی ﷺ کا تعلق آسمان سے ہے۔ کیونکہ وہ ہمارے پروردگار نے رسالت مآب ﷺ پر بذریعہ وحی نازل کیا تھا۔ بعد ازاں معرفت میں گفتگو ہونے لگی۔ فرمایا کہ آدمی اپنے آپ کو نہیں پہچانتا۔ ہوا و ہوس اسے دوسری باتوں میں مبتلا کر دیتی ہے ورنہ جو خود کو پہچان لیتا ہے اسے خدا کی محبت ہو جاتی ہے اور کسی غیر کی اس کے دل میں جگہ نہیں رہتی۔ اگر اٹھارہ ہزار عالم اس کے سامنے آئیں تو وہ التفات نہ کرے۔

دنیا اور آخرت

فرمایا کہ غزنین میں ایک بزرگ تھے ان سے میں نے پوچھا کہ دنیا کی ہماری طرف

پشت ہے اور آخرت کا ہماری طرف منہ ہے ہم کسے عزیز رکھیں؟ جواب دیا کہ "آخرت کو" اور اسی کے بہتر بنانے کی کوشش کرو۔ کیونکہ کل بروز قیامت وہ کوششیں کام آئیں گی اور دیکھو آج جو کام یہاں کیے جاسکتے ہیں کل ان کا موقع نصیب نہ ہوگا۔

حکمت کہاں آتی ہے

فرمایا کہ اسرار العارفین میں خواجہ یحییٰ معاذ ازی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک تحریر میرے مطالعے سے گزری کہ جب حکمت آسمان سے اترتی ہے تو ہر دل کو اپنا مسکن نہیں بناتی جن لوگوں کو ان چار امراض میں سے ایک مرض بھی ہوگا۔ حکمت ان سے ہمیشہ دور رہے گی۔

1- حرص دنیا

2- فکر فردا

3- مسلمانوں سے بغض وحسد

4- شرف وجاہ کی محبت

آخرت میں دنیا کا انجام

فرمایا کہ ہمارے خواجگان میں سے خواجہ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ قیامت کے دن دنیا نہایت زیب وزینت کے ساتھ آراستہ ہو کر میدان میں نکلے گی اور عرض کرے گی کہ اے پروردگار! اب تو مجھے اپنا بندہ بنا اس پر خدا تعالیٰ جواب دے گا کہ میں تجھے منہ نہیں لگاتا۔ تیرے پیرووں سے مجھے کبھی خوشی نہیں ہوئی۔ اتنے میں دنیا ریزہ ریزہ ہو جائے گی۔

عالم سکر

فرمایا کہ جب سیستان میں تھا تو میں نے ایک درویش کو عالم سکر میں کھڑا دیکھا۔ سوائے ذکر کے کوئی بات نہ کرتے تھے۔ الغرض جب ذکر میں سعادت ابدی ہو تو لازم ہے کہ ہم رات دن اٹھتے بیٹھتے' کھڑے' لیٹتے' وضو بے وضو ہر حالت میں بجز وقت قضائے حاجت

کے ذکر سے غافل نہ ہوں۔

کنگھی کرنا سنت ہے

فرمایا کہ ایک بزرگ تھے کہ جس شخص کو حدیث شریف میں کوئی مشکل درپیش ہوتی یہ اسے حال کر دیتے۔ ایک روز کنگھی کرنے کی نسبت گفتگو ہو رہی تھی انہوں نے فرمایا کہ کنگھی کرنا ہمارے حضور علیہ اور دیگر پیغمبران علیہم السلام کی سنت ہے جو شخص رات کے وقت داڑھی میں کنگھی کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو فقر کی آفت میں مبتلا نہ کرے گا داڑھی میں جس قدر بال ہوتے ہیں ان میں سے ہر ایک کے بدلے ہزار غلام آزاد کرنے کا ثواب دے گا اور اسی قدر گناہ دور کرے گا اگر لوگ کنگھی کرنے کے، جر کو جان جائیں تو سب عبادتوں سے باز رہ کر اسی عبادت کو پکڑ لیں۔

حکایات حضرت بابا فرید رحمتہ اللہ علیہ

کسی مختصر واقعہ یا قصہ کو حکایت کہا جاتا ہے۔ اللہ والوں کے واقعات بڑے رقت انگیز اور ایمان افروز ہوتے ہیں ان میں حد درجے کی دلکشی ہوتی ہے۔ انہیں بیان کرنے یاد ہرانے سے درس عبرت ملتا ہے۔ دلوں میں اللہ والے بننے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ راہ سلوک میں پیدا ہونے والی رکاوٹیں دور ہوتی ہیں اور زندگی کے مختلف مراحل پر رہنمائی حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ حکایات اولیاء اصلاح باطن اور تزکیہ نفس کے لئے رہبر کامل کی حیثیت رکھتی ہیں۔

حضرت بابا فرید گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ نے مختلف موضوعات پر اپنی زبان مبارک سے بے شمار اللہ والوں کی حکایات بیان فرمائی ہیں۔ کیوں کہ آپ کی زندگی کا بیشتر حصہ انتہائی کٹھن مراحل سے گزرا تھا۔ جس سے آپ کو زندگی کے بے شمار عملی پہلوؤں کے بارے میں مفید تجربات حاصل ہوئے۔ اس لئے آپ جب کوئی بات بیان کرتے تو اس کو مزید واضح کرنے کے لئے کسی بزرگ کا واقعہ بھی ساتھ بیان فرما دیتے۔ جس سے سننے والے کو بات اچھی طرح سمجھ میں آ جاتی۔ اس طرح بہت سے بزرگان دین کی حکایات آپ نے ارشاد فرمائی ہیں۔ جنہیں مجالس میں سننے والے حضرات نے محفوظ کر لیا جو بعد ازاں آپ کے ملفوظات کا حصہ بن کر منظر عام پر آئیں ہیں۔ میں نے ان کو آپ کے تذکروں اور آپ کے ملفوظات سے اخذ کر کے اس بات میں یکجا کر دیا ہے اور قارئین کرام کی خدمت میں استفادہ کے لئے پیش کر دیا ہے۔

حضرت بایزید بسطامی کا واقعہ

ایک مجلس میں حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ایک دفعہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ ایک مقام سے گزر رہے تھے۔ایک کتا راستے میں بیٹھا ہوا تھا۔خواجہ بایزید نے اپنی قمیض کا دامن اوپر کر لیا کہ کتے سے چھو نہ جائے۔کتے نے زبان حال سے آواز دی کہ اے خواجہ آپ نے دامن کیوں سمیٹ لیا ہے۔تین دفعہ پانی کے استعمال سے میرے اور آپ کے درمیان مصالحت ہو سکتی ہے۔میری نجاست ظاہری ہے جو تین دفعہ کپڑے کو دھونے سے پاک کی جا سکتی ہے۔لیکن اے خواجہ وہ نجاست جو تیرے باطن میں ہے۔وہ تو بدتر ہے اگر اسے سات دریاؤں کے پانی سے دھونے کی کوشش کرے گا تو پھر بھی پاک نہ ہوگی۔آ میں تمہیں بتاؤں کہ تو دعویٰ تو سلطان العارفین ہونے کا کرتا ہے' اپنے آپ کو درویش کہلواتا ہے اور حال یہ ہے کہ ایک پورا گھڑا گندم کے دانوں کا تیرے گھر بھرا ہوا پڑا ہے۔درویشی تو یہ ہے کہ میں کتا ہو کر آج ایک ہڈی اگر مجھے ملتی ہے تو اسے صرف کر لیتا ہوں اور کل کے لئے ذخیرہ نہیں کر چھوڑتا اور تم درویشی کے اتنے بلند و بانگ دعوؤں کے باوجود غلہ کا ذخیرہ کئے ہوئے ہوتا کہ کل مصرف میں لاسکو۔کیا یہی درویشی ہے جب کتے نے یہ بات کہی تو خواجہ بایزید کی چیخ نکل گئی اور فرمانے لگے کہ آج میں اس کتے کی رفاقت کا اہل بھی نہیں ہوں کہ اسے مجھ سے عار نظر آتی ہے۔کل قیامت کو اہل سلوک کی رفاقت و دربار خداوندی کا اہل کیسے ہوں گا۔(اسرار الاولیاء)

عشق مجازی سے توبہ کا واقعہ

ایک مرتبہ حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میرے ایک دوست تھے جن کا نام بھیا غریب تھا۔وہ خدا کے واصلین میں سے تھے۔عجیب صاحب درد انسان تھے راستے میں چلتے تو مستوں کی طرح دکھائی دیتے۔یہ عارف کبھی ایک عورت کے عشق میں گرفتار ہوئے۔معشوق کی دیوار کے نیچے بسیرا تھا۔وہ معشوق سر کھڑکی سے باہر کرتی اور دونوں محو گفتگو ہو جاتے۔آغاز شب سے آخر شب تک راز و نیاز کا سلسلہ چلتا رہتا یہاں تک کہ اذان صبح ہو جاتی اور

وہ خیال کرتے کہ عشاء کی اذان ہو رہی ہے۔ جب اچھی طرح غور کیا تو معلوم ہوا کہ فجر ہو چکی ہے۔

اسی دوران ہاتف غیب نے آواز دی کہ اے جوان ایک عورت کے عشق میں تو اول شب سے آخر شب تک بیدار رہتا ہے کبھی خداوند جل وعلا کے عشق میں ایک رات بیدار ہو کر نہ دیکھا۔ جب یہ آواز سنی اس سے توبہ کی اور مشغول حق ہو گیا۔ حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کی مبارک آنکھوں میں آنسو آ گئے کہ اسرار الٰہیہ میں سے تھا کہ وہ عشق مجاز سے واپس عشق حقیقی میں لوٹ آیا۔ پس جو شخص اس قسم کا ذوق حاصل کر لے پھر وہ غیر سے کیسے محبت اختیار کر سکتا ہے۔

بنی اسرائیل کے زاہد کا واقعہ

حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ اے درویش! بنی اسرائیل میں ایک زاہد تھا۔ جس نے ستر سال تک خدا کی عبادت کی آخرکار اس زمانے کے نبی پر وحی آئی کہ جاؤ فلاں آدمی کو کہہ دو کہ تم فضول اپنے آپ کو تکلیف دے رہے ہو۔ تمہاری عبادت ہمارے دربار میں نامقبول ہے۔ جب پیغمبر وقت نے یہ خبر اس زاہد کو دی۔ بے اختیار اٹھا اور رقص کرنا شروع کر دیا۔ لوگوں نے پوچھا کہ یہ کون سا رقص کرنے کا مقام ہے جو تو کر رہا ہے۔ تیری اطاعت تو بارگاہ الٰہی میں نامقبول ہے۔ زاہد نے کہا بے شک عبادت تو مقبول نہیں ہے لیکن اس بہانے شمار میں تو آ گیا ہوں۔ محبوب نے مجھے یاد تو کیا ہے۔

حضرت خواجہ ابوالخیر خاقانی کی کرامت

آپ نے اسرار الاولیاء میں فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ خواجہ حسن ابوالخیر خاقانی رحمۃ اللہ علیہ سفر میں تھے۔ اس حال میں ان کی مونچھیں بڑھ گئیں ایک حجام ملا۔ خواجہ سے عرض کیا کہ آیئے مونچھیں درست کروا لیجئے۔ خواجہ نے فرمایا میرے پاس پیسے نہیں۔ حجام نے عرض کیا کہ پھر کبھی دے دیجئے گا۔ جب اس مزین نے آپ کے بال درست کیے۔ آپ ایک درخت کے نیچے تشریف فرما تھے۔ سر اوپر اٹھایا اور کہا اے اللہ میں کس سے درخواست کروں۔ جونہی کہ خواجہ نے یہ کہا خداوند

تعالیٰ کے حکم سے درخت سے سرخ دینار جھڑنے شروع ہو گئے۔ یہاں تک کہ زمین ان سے بھر گئی۔ مزین حیران رہ گیا۔ خواجہ نے مزین کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ جتنا اٹھا سکتا ہے اٹھا لے اور وہاں سے رخصت ہو گئے۔

عشق صادق

ایک مرتبہ آپ نے یہ حکایت بیان فرمائی۔ جب سیدنا یوسف صلوٰت اللہ علیہ کی شادی زلیخا سے ہو گئی اور دین یعقوب علیہ السلام میں داخل ہو گئی تو اس نے ذکر الٰہی میں مشغولیت اختیار کر لی۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ سیدنا یوسف علیہ السلام ایک دن ان کے پیچھے دوڑے اور وہ آگے سے بھاگ گئیں۔ تب سیدنا یوسف نے ان سے پوچھا کہ زلیخا ایک دن تھا جب تو میرے پیچھے دوڑتی تھی اور میں آگے سے بھاگتا تھا۔ آج میں تیرے پیچھے دوڑتا ہوں اور تو مجھ سے بھاگ جاتی ہے۔ اس میں کیا حکمت ہے۔ زلیخا نے کہا اے یوسف! اس وقت میری خدا تعالیٰ سے آشنائی نہ تھی اس کی عبادت سے ناواقف تھی۔ تیرے بغیر میرا کوئی اور آشنا نہ تھا تیرے ساتھ میری دلچسپی تھی۔ لیکن جب سے میں نے حق تعالیٰ کی شناخت حاصل کر لی ہے اور اس کی عبادت میں مشغولیت حاصل کر لی ہے۔ اب مجاہدہ سے مشاہدہ کی منزل مل گئی ہے اور اس کی دوستی نے میرے دل میں جگہ لے لی ہے۔ اب اے یوسف تو اور تجھ سے ہزاروں بہتر میری نظر میں نہیں جچتے۔ جب مجھے حق تعالیٰ سے الفت ہو گئی اس کے بعد غیر سے محبت کروں تو جھوٹی ہوں گی۔ عاشق صادق نہ ہوں گی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ

فرمایا اے درویش! جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رویت باری تعالیٰ کی درخواست کی اور مناجات میں یہ عرض کیا۔ رب ادنی انظر الیک اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ تم ہماری بارگاہ میں بے ادبی کے مرتکب ہو رہے ہو۔ میں نے محمد پیغمبر آخر زمان ﷺ سے جو میرے محب ہیں ان سے اور ان کی امت سے وعدہ کیا ہے۔ کہ ان کے سوا میرا دیدار کوئی اور نہ کر سکے گا۔ چونکہ

سیدنا موسیٰ علیہ السلام محبت وشوق الٰہی سے مالا مال تھے بات پر دھیان نہ دیا اور تقاضا کیا حکم ہوا۔ اے موسیٰ میں تجلی کروں گا لیکن تو تاب دیدار نہ لا سکے گا۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ مولا میں برداشت کرلوں گا۔ حکم ہوا موسیٰ! طور پہ آؤ نیاز مندانہ طریق سے نماز گزارو اور دوزانو احترام سے بیٹھو۔ تاکہ ہم جلوہ فگن ہوں۔ موسیٰ علیہ السلام نے حسب فرمان عمل کیا۔ انوار تجلی کا ایک ذرہ ان پر جلوہ افروز ہوا۔ کوہ طور ریزہ ریزہ ہو گیا۔ موسیٰ گر پڑے اور بے ہوش ہو گئے۔ تین دن رات ایسے پڑے رہے کہ جسم و جان کی ہوش تک نہ رہی۔ خر موسیٰ صعقا (موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے) اس وقت ندا آئی۔ اے موسیٰ ہم نہ کہتے تھے کہ تم تاب دیدار نہ لاسکو گے۔ ایک ذرہ تجلی سے بے ہوش ہو گئے اور ہمارے بھید کو آشکار کر دیا۔ آخر زمانے میں امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں میرے ایسے بندے پیدا ہوں کہ ہر روز ہزار بار انوار تجلیات ان پر ضیاء پاش ہوں گے اور وہ ذرہ برابر حد تجاوز سے نہ گزریں گے۔ حالاں کہ وہ نہ نبی ہوں گے نہ رسول بلکہ فریاد کریں گے۔ انا مشتاق الیٰ الحبیب ہم تو دوست کے طلب گار ہیں۔

پھر فرمایا جب موسیٰ علیہ السلام دولت دیدار انوار عشق سے مشرف ہوئے تو جو نقاب روئے مبارک پر کرتے نور عشق کے سانس سے جل جاتا۔ چنانچہ سونے اور چاندنی کے تاروں سے ایک نقاب تیار کر کے پہنا۔ مگر وہ بھی جل کر راکھ ہو گیا حکم ہوا۔ موسیٰ! اگر تم ایسے ہزار نقاب بھی پہنتے رہو تو یہ نہ رہیں گے۔ جاؤ کسی گودڑی پوش فقیر سے سوت کا کپڑا مانگو اس سے برقعہ بناؤ اور چہرے پر اڑھاؤ کیونکہ یہ برقعہ نہیں جلے گا۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے ایسا ہی کیا اور اس نقاب کا ایک تار تک نہ جلا۔

ریا کار عابد کا انجام

بنی اسرائیل میں ایک زاہد تھا جس نے پانچ سو سال خداوند تعالیٰ کی عبادت کی تھی۔ جب یہ زاہد انتقال کر گیا لوگوں نے خواب میں دیکھا ایک آتشیں طوق اس کے گلے میں ہے اور اس کے پاؤں کو بھی آگ میں تختہ بند کیا ہوا ہے۔ آگ نے اسے چاروں طرف سے گھیرے

میں لیا ہوا ہے اور وہ جل رہا ہے۔فرشتوں نے آگ کے گرز ہاتھ میں لئے ہوئے ہیں۔جب مارتے ہیں تو وہ لوٹ پوٹ ہوکر فریاد کرتا ہے۔میری توبہ' اس سے پوچھا کہ تو تو بڑا زاہد و عابد تھا اور اتنے سال خداوند تعالٰی کی عبادت کرتا رہا۔اب عذاب الٰہی میں گرفتار کیوں ہے؟ اس نے جواب دیا۔مسلمانو! یہ زہد و اطاعت جو تم مجھ میں دیکھتے تھے سب نمود و ریا تھا۔مخلوق کو دکھانے کے لئے زہد تھا۔میرا باطن تو دنیا میں مشغول رہا۔پس وہ ریاکاری کی عبادتیں میرے منہ پر ماردی گئیں اور حکم ہوا کہ اسے سخت عذاب دو یہ شخص عذاب کے قابل ہے۔

اللہ کی محبت کی نشانی

ایک دفعہ ایک شخص ایک درویش کی خدمت میں حاضر ہوا۔آداب بجالایا اور عرض کی کہ حضرت! جب آپ پر محبت حق میں خاص وقت و حال طاری ہو تو اس غلام کو بھی یاد فرمائیں۔درویش مسکرائے اور کہا اے عزیز! اس حال و وقت پہ افسوس ہے کہ جب میں محبت الٰہی میں مشغول ہوں اور تیری یاد آئے اور میں مشغولیت خدا سے تیری طرف دھیان دوں اور حق سے باز رہوں۔

سلامتی ایمان

ایک مرتبہ حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر انسان ایمان کی سلامتی کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہو جائے تو حقیقت میں یہ بہت بڑا کام ہے۔حضرت نے اس ضمن میں حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالٰی عنہ کا واقعہ ارشاد فرمایا کہ زندگی میں حضرت موصوف کو کبھی ہنستے ہوئے نہ دیکھا گیا۔مگر عالم نزع میں مسکرا رہے تھے اس طرح سے کہ ابلیس لعین ان کے سامنے تھا اور کف افسوس مل رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔اے امام احمد رضی اللہ عنہ تو نے بڑی اچھی طرح اپنا ایمان میری دستبرد سے بچالیا اور سلامتی ایمان کے ساتھ رخصت ہو رہا ہے۔اس بات پر امام احمد نے تبسم فرمایا اور کہا۔الحمد للہ کہ میں ایمان کی سلامتی کے ساتھ جا رہا ہوں۔

تلاش رزق کا اصول

بعض نادان لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس شہر سے چلے جاؤ۔ تمہاری روزی میں اضافہ ہو جائے گا یا قسمت اچھی ہو جائے گی۔ یہ گناہ کبیرہ ہے اور اس شخص کی بے یقینی پر دلالت کرتا ہے کہ جو اس بارے میں اندیشہ کرتا ہے اور یہ برا اندیشہ اسے پریشان رکھتا ہے۔ اے درویش! تم کہیں چلے جاؤ تمہارا پروردگار تمہارے ساتھ ہے اور جو مقدر ہے تمہیں ضرور ملے گا۔ ایک دفعہ ایک شخص تنگ دستی سے عاجز آ کر اپنے شہر سے دوسرے شہر میں جانے کا ارادہ کر رہا تھا کہ شاید دوسرے شہر میں فراخ دستی میسر آ جائے۔ اس گاؤں میں ایک بزرگ تھا جو اس کو الوداع کہنے کے لئے آیا۔ پوچھا کیوں جا رہے ہو؟ کہا کہ بدنصیبی کی وجہ سے۔ اس بزرگ نے کہا کہ بھائی جب اس شہر میں پہنچے تو میرا اسلام وہاں کے خدا کو کہنا۔ اس آدمی کو حیرانی ہوئی۔ پوچھا اے خواجہ کیا وہاں کا خدا کوئی اور ہے تو اس نے کہا کہ اے نادان جب تو یہ جانتا ہے کہ اس شہر اور اس شہر میں خدا ایک ہی ہے۔ یہاں اور وہاں جو کچھ تیرے مقدر میں ہے ضرور دے گا اور ذرہ برابر اس میں کم و بیش نہ کرے گا تو پھر کس لئے روزی کے بارے میں رنج اٹھاتا ہے۔ اطمینان قلب سے خدا کی یاد میں لگ جا پھر دیکھ کیا ظہور پذیر ہوتا ہے۔

دست غیب سے رزق کا ملنا

حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ایک دفعہ ایک عارف باللہ کو بارہ دن گزر گئے اور روزی کا سامان پیدا نہ ہوا۔ موصوف کے بچوں کی برداشت حد سے گزر گئی۔ خواجہ کے دامن گیر ہو گئے کہ حضرت یا تو ہمارے لئے روزی کا سامان کیجئے۔ ورنہ اپنے ہاتھ سے ہلاک کر دیجئے کہ ہم بھوک کے عذاب سے عاجز و بے چین ہو گئے ہیں۔ خواجہ نے نرمی سے بچوں کو کہا بیٹا آج صبر کرو۔ کل میں مزدوری کے لئے جاؤں گا اور تمہارے لئے سامان زیست لے آؤں گا۔ آخر دوسرے دن خواجہ نے وضو فرمایا اور ویران علاقے میں چلے گئے۔ نماز پڑھنے میں مصروف ہو گئے۔ عصر کی نماز تک وہاں رہے اور پھر واپس آ گئے۔ بچے ان کے گرد اکٹھے ہو گئے اور کھانے کا

تقاضا کرنے لگے۔ خواجہ نے انہیں تسلی دینے کے لئے کہہ دیا کہ جس آدمی کے گھر میں مزدوری کے لئے گیا تھا۔ اس نے کہا کہ کل آنا دو دن کی اکٹھی مزدوری تمہیں دے دوں گا۔ جب اس طرح دو دن گزر گئے۔ بچے بھوک سے بلبلا اٹھے اور کہنے لگے۔ اے ظالم باپ! ہم بھوک سے جاں بہ لب ہیں اور تمہیں ہماری روزی کی فکر نہیں۔ وہ بزرگ پھر وعدہ کر کے گئے اور ویرانہ میں جا کر عبادت میں مشغول ہو گئے۔ جب نماز عصر کا وقت آیا۔ فرشتوں کو حکم ہوا دس من آٹا' شہد کا مٹکا اور دس ہزار دینار سرخ بہشت سے لے جاؤ اور اس صابر بزرگ کے گھر دے آؤ اور اس کے بچوں سے کہنا۔ تمہارا باپ جس کے گھر میں دوروز سے کام کرتا رہا ہے اس نے مزدوری بھیجی ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ اگر تم ہمارے کام میں کوتاہی نہیں کرو گے۔ ہم بھی تمہیں مزدوری دینے میں کمی نہیں کریں گے۔ جب وہ بزرگ گھر تشریف لائے تو دیکھا کہ باورچی خانے سے دھواں نکل رہا ہے اور عجیب رونق اور شادی کا سماں ہے۔ بچے خوش خوش بھاگتے ہوئے آگے آ گئے اور سارا قصہ بیان کر دیا۔ خواجہ نے ایک نعرہ مارا اور کہا کہ اگر ہم راسخ العقیدہ ہو جائیں تو خدا سو گنا زیادہ عطا فرماتا ہے۔

اسرار عشق

ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ خواجہ منصور حلاج کی ایک ہمشیرہ تھیں جن کا معمول تھا کہ وہ روزانہ بغداد کے صحرا میں تشریف لے جاتیں اور یاد الٰہی میں مشغول ہوتیں۔ جب واپسی کا وقت ہوتا تو ایک فرشتے کو حکم ہوتا کہ اسرار الٰہی کے مشروب سے ایک پیالہ ان کی خدمت میں پیش کرے۔ موصوفہ نوش جاں فرماتیں اور اپنے دولت کدہ پر تشریف لے آتیں۔ جب اس حال سے خواجہ منصور آگاہ ہوئے تو تاک میں بیٹھ گئے۔ جب وہ محترمہ باہر تشریف لائیں اور حسب معمول اپنے مقام مقصود کی طرف روانہ ہوئیں۔ خواجہ منصور بھی ان کے پیچھے پیچھے چل پڑے۔ حتیٰ کہ وہ اپنے مقام پر پہنچ کر عبادت میں مشغول ہو گئیں رات کے آخری حصے ذکر و فکر سے فارغ ہوئیں تو فرشتہ حسب دستور آیا اور مشروب کا پیالہ خدمت اقدس میں پیش کیا۔ موصوفہ نے لے لیا اور پینے میں مشغول ہو گئیں۔ ابھی کچھ پیا تھا اور باقی ظرف میں موجود تھا کہ خواجہ منصور روتے ہوئے آئے

اور عرض کیا۔ بہن! میرا حصہ کہاں ہے۔ محترمہ نے پیچھے نظر کی منصور کو دیکھا' فرمایا کہ افسوس میرا راز فاش ہو گیا۔ پھر منصور سے کہا کہ پیئے گا؟ تجھے پینے کا حوصلہ نہیں ہے الغرض خواجہ منصور نے وہ مشروب پی لیا۔ جونہی کہ اس کا ایک گھونٹ منصور کے اندر گیا۔ بے اختیار انا الحق بول اٹھا۔ ان کی ہمشیرہ رونے لگیں اور فرمایا منصور! تو بڑا تنگ حوصلہ نکلا اور اپنے آپ کو تو نے رسوا کر دیا۔ جب خواجہ منصور شہر میں آئے اور یہی نعرہ لگایا تو انہیں سولی پر چڑھا دیا گیا۔ خواجہ کی ہمشیرہ ان کی لاش پر گئیں اور فرمایا اے منصور! میں نے نہیں کہا تھا کہ تم اسرار الٰہیہ کے اس مشروب کو پینے کی صلاحیت نہیں رکھتے تو نے محبوب حقیقی کے اسرار کا انکشاف کیا تو مارا گیا۔ خلق خدا نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ منصور جوان مرد تھا کہ محبوب کے راستے میں جان دے دی۔ خواجہ منصور کی بہن نے جب یہ سنا تو مسکراتے ہوئے فرمایا بے خبرو! اگر میرا بھائی منصور مرد ہوتا تو شربت محبت کے ایک گھونٹ سے از خود رفتہ نہ ہو جاتا وہ مرد نہ تھا۔ (اسرار الاولیاء)

خدمت خلق کا واقعہ

حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا! شیخ جلال الدین تبریزی جب اپنے پیر شیخ بہاء الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں آئے تو اتنی خدمت کی کہ کسی ملازم نے اتنی نہ کی ہو گی۔ چنانچہ جب میں نے بغداد میں ان سے ملاقات کی تو دیکھا کہ ایک دیگچہ سالن کا ان کے سر پر تھا اور لے جا رہے تھے۔ میں نے پوچھا کہ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں۔ فرمایا حج کے لئے ان کی اس خدمت پر مجھے بڑا تعجب ہوا۔ اس شہر کے لوگوں سے میں نے پوچھا کہ کتنے سال سے آپ اس طرح فریضہ خدمت سرانجام دے رہے ہیں تو انہوں نے بتلایا کہ اب چھبیسواں سال ہے کہ ہم اس درویش کو اسی طرح خدمت بجالاتے ہوئے دیکھ رہے ہیں۔

خدمت درویش کا صلہ

ایک دفعہ لوگوں نے حضرت خواجہ عبداللہ خفیف سے پوچھا کہ یہ دولت (ولایت) آپ نے کہاں سے حاصل کی۔ فرمایا درویشوں کی خدمت سے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں ایک درویش

کی خدمت میں حاضر تھا اور جو حکم فرماتے بسر و چشم پایہ تکمیل کو پہنچاتا۔ چنانچہ انہوں نے ایک دن مجھے طلب فرمایا اور کہا کہ فلاں درویش کے پاس جاؤ اور کہو کہ کل میرے پیر رحمۃ اللہ علیہ کا عرس ہے۔ کھانا تیار کیا جائے گا۔ تشریف لائیں اور غریب خانے کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے منور فرمائیں۔ تاکہ لنگران کی موجودگی میں تقسیم کیا جائے۔ درویش کے راستے میں شیر کا ڈر بھی تھا۔ امتحان کے طور پر اس درویش نے مجھے یہ کام کرنے کا حکم دیا تھا۔ میں ان کے حکم پر روانہ ہو گیا۔ جب میں شیر کے مقام پر پہنچا۔ میں نے دیکھا کہ شیر بیٹھا ہوا ہے بغیر توجہ کئے میں چل پڑا۔ جب شیر کے نزدیک گیا تو کہا اے شیر! میں اپنے پیر کے حکم کے مطابق فلاں درویش کے پاس جارہا ہوں۔ مجھے راستہ دے میں نے جب یہ بات کہی تو شیر نے زمین پر سر رکھا اور چلا گیا میں وہاں سے گزر گیا۔ درویش کی خدمت میں حاضر ہو کر پیغام پہنچایا۔ انہوں نے قبول فرمالیا اور کہا کہ میں آؤں گا۔ میں آداب بجالایا اور واپس گیا۔ شیخ کی خدمت میں آیا تو انہوں نے مجھے پہلو میں بٹھالیا اور فرمایا کہ تو خدمت کا حق بجالایا۔ پھر میرا ہاتھ پکڑا اور آسمان کی طرف منہ کر کے فرمایا۔ جاؤ میں نے تجھے دین اور دنیا دونوں عطا کر دیں۔ میں وہاں سے لوٹ آیا اور عبادت خانے میں قیام پذیر ہو گیا۔ پس جو نعمتیں آپ مجھ پر دیکھ رہے ہیں اسی فقیر کی عطا کردہ ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ

حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جب سیدنا یوسف علیہ السلام کو عزیز مصر نے قید خانے میں بند کر دیا۔ قید خانے سے ساقی نامی شخص کے رہائی پانے کا سبب وہ خواب تھا جو اس نے دیکھا اور یوسف علیہ السلام نے اس کی تعبیر فرمائی تھی کہ تو رہائی پائے گا اور خلعت سے نوازا جائے گا اور دوسرے کے متعلق فرمایا تھا کہ اسے کوے کھائیں گے۔ اس کے بعد یوسف علیہ السلام نے اسے کہا کہ جب تو آزاد ہو تو بادشاہ مصر کے پاس میرا ذکر کرنا۔ حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام نے جونہی یہ بات کی سیدنا جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہا اے یوسف! خدا تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آپ ہمیں بھول گئے کہ ہماری خبر غیر کو دی جارہی ہے۔ آپ کے اس بات کے کہنے سے اللہ تعالیٰ

نے حکم دیا ہے کہ سات سال اور ایسی قید میں رہیں۔

کثرت تلاوت کے اثرات

حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ شیخ اجل سنجری رحمۃ اللہ علیہ سے بغداد میں میں نے سنا کہ وہ بیان فرما رہے تھے کہ ایک دفعہ میں اور شیخ سیف الدین باخزری رحمۃ اللہ علیہ بخارا سے عازم سفر ہوئے۔ ایک شہر میں پہنچے جہاں اہل سنت و جماعت کے لوگ رہتے تھے۔ ہم نے دیکھا کہ مرد، عورت، لڑکے اور لڑکیاں کوئی بھی ایسا نہ تھا جو کلام پاک کی تلاوت میں مشغول نہ ہو اور کبھی تلاوت کلام پاک سے غافل نہ ہوتے۔ اس شہر کے باہر ایک غار میں شیخ شمس العارفین رحمۃ اللہ علیہ کے ارادت مندوں میں سے ایک درویش سکونت پذیر تھے اور اسی طرح تلاوت کلام پاک میں مشغول۔ جب ہم ان سے مصافحہ کیا ہمیں فرمایا بیٹھ جائیں ہم بیٹھ گئے اور خود کلام اللہ شریف میں مشغول رہے۔ جب بھی وہ درویش آیہ وعید پہ پہنچتے نعرہ مارتے اور گر پڑتے اس طرح تڑپنے لگ جاتے جیسے پانی بغیر مچھلی تڑپتی ہے۔ پھر اٹھ بیٹھتے اور اسی طرح تلاوت میں مشغول ہو جاتے۔ جب آیہ رحمت بشارت پڑھتے تو زار زار روتے اور کہتے کہ یہ آیات رحمت و بشارت تو ان کے لئے ہیں جو عمل صالح رکھتے ہیں۔ میرے پاس تو ایک ذرہ برابر عمل صالح نہیں کہ جس پر خوش ہوسکوں۔ جب یہ کہتے پھر رونے لگ جاتے اور لوگوں کی طرف منہ کر کے فرماتے اے عزیزو! اگر آپ جانتے کہ ہر حرف اور آیت میں کیا حکم ہوا ہے تو آپ کے اعضاء سے آپ کی کھال ادھڑ جاتی اور ایک ہی دفعہ پگھل جاتے اور خوف خداوندی سے فنا ہو جاتے۔ فرمایا! اے درویش! آج ساٹھ سال ہونے کو آئے ہیں کہ میں تلاوت قرآن پاک میں مشغول ہوں اور میرا حال اسی طرح ہے جیسے آپ نے دیکھا۔

تلاوت قرآن بخشش کا ذریعہ بنی

حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ ایک دفعہ ایک عارف باللہ جو حافظ کلام اللہ تھے کا وصال ہوا۔ وصال کے بعد لوگوں نے انہیں خواب میں دیکھا اور سوال کیا کہ خداوند تعالیٰ جل شانہ

نے آپ کے ساتھ کیسا سلوک کیا۔ جواب دیا کہ وہی کچھ کیا جو خاصان خدا کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ پھر پوچھا کہ آپ کو قبر میں چھوڑ دیا گیا یا عالم بالا کی طرف لے گئے فرمایا قالب سمیت مجھے عرش کے نیچے لے گئے اور حافظان کلام اللہ شریف کے مقام پر جگہ عنایت کی ۔اب میں وہیں رہتا ہوں۔

عالم برزخ میں تلاوت

سلطان معزالدین محمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد لوگوں نے انہیں خواب میں دیکھا اور پوچھا آپ کا کیا حال ہے۔ فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے بخش دیا۔ پوچھا کون سے عمل سے جواب دیا۔ ایک رات میں تخت پر بیٹھا ہوا تھا۔ میرے پڑوس سے قرآن پاک کی تلاوت کی آواز آئی۔ میں فوراً اٹھا تخت سے نیچے اترا اور ادب سے دوزانو ہو کر بیٹھ گیا اور گوش ہوش کلام اللہ شریف کی طرف مبذول کر دیئے۔ اس تلاوت پاک سے میرے دل میں رقت اور راحت پیدا ہوئی۔ جب میں نے دنیا سے سفر کیا تو عالم برزخ میں مجھے کلام پاک کے سننے کے کام میں مشغول فرما دیا گیا اور اسی کار خیر کی بدولت میری مغفرت فرما دی گئی۔

والدہ کی خدمت کا صلہ

ایک دفعہ خواجہ بایزید رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ آپ نے یہ نعمت (ولایت) کہاں سے پائی۔ فرمایا دو باتوں سے ایک اپنی والدہ ماجدہ کی خدمت سے دوسرے اپنے شیخ کی خدمت سے۔ جو نعمت مجھے خدمت والدہ میں حاصل ہوئی وہ اس طرح ہے کہ ایک رات سردیوں میں میری والدہ صاحبہ نے پانی طلب فرمایا۔ میں اٹھا اور پانی کا کوزہ بھرا اور ہتھیلی پر رکھ کر ان کی خدمت میں جا کھڑا ہوا۔ والدہ سو گئیں۔ میں نے انہیں بیدار نہ کیا' چنانچہ رات کا تیسرا حصہ گزر گیا۔ جب والدہ صاحبہ بیدار ہوئیں۔ پانی میرے ہاتھ سے لے لیا اور آسمان کی طرف منہ کر کے دعا کی۔ اسی طرح جو نعمت میں نے اپنے پیر سے حاصل کی۔ وہ یہ ہے کہ بیس سال دن رات میں نے ان کی خدمت کی۔ چنانچہ ایک رات میں تلاوت قرآن پاک میں مشغول تھا اور مریدوں میں سے کوئی شخص

میرے سوا حاضر نہ تھا۔ شیخ نے آواز دی اے عزیز! میرا قرآن شریف لاؤ۔ میں قرآن شریف لے گیا۔ میرے ہاتھ سے قرآن پاک لیا اور دعا فرمائی۔ دوسری نعمت یہ ہے جو کہ میں نے اپنے پیر سے حاصل کی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا طریقہ مہمان نوازی

حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام باوجود اتنی عظیم سلطنت کے فرماں روا ہونے کے جب دعوت عام فرماتے تو کھانے سے پہلے رو پڑتے۔ لوٹا پکڑتے اور خادم طشت اٹھاتا۔ خود مہمانوں کے ہاتھ دھلاتے۔ پانی خود پیش کرتے اور اس وقت تک پانی بھی نہ پیتے جب تک سب لوگ نہ پی لیتے۔ غرضیکہ اتنی بڑی مملکت کے باوجود اپنے ہاتھ کی بنی ہوئی زنبیل کو بازار میں بیچ کر اس کا کھانا خرید کر لاتے اور کھاتے۔ ایک دن خیال آیا کہ یا اللہ! میری اتنی وسیع سلطنت میرے کس کام کی ہے۔ جبکہ کھانا بھی اس وقت ملتا ہے جب اپنے ہاتھ کی بنی ہوئی زنبیل بازار میں لے جا کر بیچتا ہوں۔ جونہی یہ خیال آیا وہ زنبیل جو آپ نے بنی تھی لیکر بازار گئے مگر کسی نہ خریدی۔ واپس لے آئے اور وہ رات فاقہ سے بسر کی اور زنبیل پڑی رہی سات روز تک کسی نے نہ لی اور کوئی خریدار پیدا نہ ہوا۔ سیدنا سلیمان علیہ السلام حیران ہوئے کہ یہ کیا حال بنا۔ جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہا اے سلیمان! زنبیل کی قیمت سے افطار کیوں نہیں کرتے؟ ذرا اوپر دیکھیں جب آپ نے اوپر نظر کی تمام زنبیلوں کو آسمان کے کونے پر لٹکا دیکھا۔ فرمان آیا اے سلیمان! یہ سب ہم نے خریدی تھیں خلق خدا کا تو صرف بہانہ تھا کہ انہوں نے خریدیں۔ سیدنا سلیمان اپنے کہے پر بہت پشیمان ہوئے اور حالت بدل گئی اور توبہ کی۔

تلاوت قرآن کے اثرات

غزنی میں ایک مرد درویش تھے جو قرآن سات قراتوں سے پڑھنا جانتے تھے اور اس فن میں طاق تھے ان کا نام محمد مقری تھا۔ ان کی کرامت یہ تھی کہ جو شخص ان کے حضور ایک قرآنی سورت پڑھ لیتا۔ اللہ تعالیٰ تمام قرآن پاک اسے سکھا دیتے۔ چنانچہ اس فقیر نے بھی ایک سورت

پاک ان کے حضور پڑھی تو اس مرد بزرگ کی برکت سے تمام قرآن کریم حفظ ہو گیا۔الغرض اس موصوف کے ایک بھائی دمشق میں رہتے تھے۔ایک شخص دمشق سے غزنی میں آیا۔موصوف نے ان نووارد سے پوچھا کہ میرا بھائی بہ سلامت ہے یا نہیں۔حالانکہ ان کے بھائی وفات پا چکے تھے۔نووارد نے ان کی وفات کی خبر نہ بتلائی اور کہا ہاں وہ بہ سلامت ہیں۔اس کے بعد دمشق کے حالات بتانے شروع کر دیے کہ بارش زور کی ہوئی اور لوگوں کے گھر تباہ ہو گئے۔ایک دفعہ آگ لگی اور اتنے مکانات جل کر راکھ ہو گئے۔جب انہوں نے بات ختم کی۔خواجہ محمد مقری نے کہا تو میرا بھائی زندہ نہ رہا۔اس نے کہا ہاں وہ رحمت حق سے جا ملے۔

تین مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھنے کا اثر

حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ میں نے اپنے استاد مولانا بہاء الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ ایک دفعہ خواجہ تمیم انصاری رحمۃ اللہ علیہ حبشیوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے اور وہ حبشی آپ کو ہلاک کرنا چاہتے تھے۔اس لئے سات سال آپ کو مقید رکھا۔جس دن آپ کو ہلاک کرنے کا وقت مقرر کیا گیا تھا۔اپنے پیر خواجہ ابوسعید ابوالخیر کو خواب میں دیکھا۔فرمارہے تھے کہ آپ کو جب حبشیوں کے سردار کے پاس لے جائیں تو تین دفعہ سورۃ اخلاص پڑھنا اور اس پر پھونک مار دینا۔آپ اس خواب کی ہیبت سے بیدار ہوئے۔جب آپ کو حبشیوں کے سردار کے روبرو لے گئے۔آپ نے تین دفعہ سورۃ اخلاص پڑھی اور اس پر دم کر دی۔جونہی اس نے خواجہ کو دیکھا خواجہ کے پاؤں پر گر پڑا اور کہا مجھے نجات دیجئے۔تاکہ میں آپ کو رہا کروں۔خواجہ انصاری نے وجہ پوچھی تو اس نے کہا کہ آپ کے پہلوؤں میں دو اژدھا کھڑے ہیں اور مجھے ہلاک کرنا چاہتے ہیں۔خواجہ تمیم نے فرمایا میں نے تجھے معاف کر دیا۔جب آپ کی رہائی ہوئی تو وہ دونوں ناگ بھی غائب ہو گئے۔

سورۃ اخلاص کی برکت

آپ نے فرمایا حضرت شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ اور میں ایک دفعہ اکٹھے بیٹھے

تھے۔ مولانا علاؤ الدین صوفی سامنے سے گزرے۔ شیخ کی نظر ان پر پڑی ان کو بلایا اور اپنا لباس عطا کیا۔ پانچ دفعہ سورۃ اخلاص پڑھی اور ان پر دم کی۔ حق تعالیٰ نے مولانا علاؤ الدین کو بے شمار برکت اور نعمت عطا کی۔ شیخ جلال الدین تبریزی کی برکت سے ان کی قسمت بیدار ہوئی۔

ایک درویش کا مقام

ایک دن خواجہ داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما تھے کہ ایک قباپوش بزرگ ان کی زیارت و ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ سر جھکا لیا اور بیٹھ گئے۔ جب بھی خواجہ داؤد طائی اس بزرگ کو دیکھتے مسکرا پڑتے پھر حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا خرقہ پوش اصحاب میں جو نعمت میں تلاش کیا کرتا تھا ان صاحب میں مجھے مل گئی۔ اس مقام پر حضرت کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور فرمانے لگے۔ جس وقت خرقہ پوش حضرات عالم سماع میں خرقہ چاک کر دیتے ہیں اور دوستی و محبت حق کے سمندر میں شناوری کرتے ہیں۔ عشق حبیب میں ایسے مستغرق ہو جاتے ہیں کہ زندگی کے آثار کا ایک ذرہ ان میں موجود نہیں ہوتا۔ محبت کی بھٹی میں ایسے پگھل جاتے ہیں کہ ان کا نام و نشان تک صفحہ ہستی پر باقی نہیں رہتا۔ اس وقت رشک و غیرت کی انتہا سے یہ خرقہ پوش دوئی کے پردے چاک کر دیتے ہیں۔ یہ صاحب حال لوگ ہوتے ہیں کہ جو محبوب حقیقی کے عشق میں محو و مستغرق ہوتے ہیں۔ یہ دو مصرعے ایک بزرگ کے مجھے یاد ہیں۔

بیت:

خرقہ پوشانؒ محبت را دو تائی چاک زد
تامن اندر کوئے وصلت لذت یکتائی زدم

محبت کے خرقہ پوشوں نے دوئی کے پردے چاک کر دیئے۔ تبھی تو میں تیرے وصال کی گلی میں وحدت کی باتیں کر رہا ہوں۔

حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ کا مقام وصل

ایک دفعہ حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ عالم شوق و اشتیاق میں مشغول تھے اور آنکھوں سے خون

جاری تھا۔ جب عالم صحو میں آئے تو فرمایا۔ اس لمحے میں نے ایک قدم اٹھایا تھا تو عرش عظیم پر پہنچ گیا۔ میں نے عرش کو آواز دی۔ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى (رحمٰن عرش پر جلوہ افروز ہے) اے عرش! پتہ چلا ہے کہ وہ محبوب تجھ پر جلوہ افروز ہے۔ عرش نے جواب دیا۔ اے بایزید! بات کہنے کی جا نہیں۔ اس بے نیاز حقیقت ماب جل جلالہ کا پتہ تو تیرے دل کے عرش میں بتایا جاتا ہے۔ حیران ہوں اکثر عالم ملکوت کے لوگ زمین والوں کے ہاں اس محبوب کا پتہ بتلاتے ہیں اور اکثر زمین والے آسمان والوں سے اس کا نشان پوچھتے ہیں۔ اس بات سے درویش کے مقام و مرتبہ کا اظہار مقصود ہے کہ مرد درویش ایک قدم میں عرش عظیم سے بلند تر مقام پر رسائی حاصل کر سکتا ہے۔

سورۃ اخلاص کی برکت کا واقعہ

ایک دن خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ حجاج بن یوسف کے آدمیوں کے آگے بھاگے جا رہے تھے۔ یہاں تک کہ وہ خواجہ حبیب عجمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خانقاہ پر پہنچے۔ آپ نے پوچھا کیا حال ہے۔ آپ نے فرمایا حجاج کے آدمی میرا تعاقب کر رہے ہیں۔ خواجہ حبیب عجمی رضی اللہ عنہ نے کہا اندر تشریف لے جایئے۔ جونہی کہ آپ اندر گئے خواجہ حبیب ورد میں مشغول ہو گئے۔ حجاج کے آدمی آئے۔ خواجہ حبیب سے پوچھا کہ حسن کہاں ہیں۔ آپ نے کہا یہی کہیں نماز پڑھ رہے ہیں۔ جب حجاج کے آدمی اندر گئے۔ اللہ تعالیٰ نے حجاب آپ کے اور ان کے درمیان پیدا کر دیا کہ وہ خواجہ حسن کو نہ دیکھ سکے۔ واپس لوٹتے ہوئے انہوں نے خواجہ حبیب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اس جھوٹ پر حجاج آپ کو قتل کر دے گا۔ غرضیکہ جب وہ چلے گئے خواجہ حسن بصری باہر آئے تو خواجہ حبیب کو فرمایا۔ آپ نے اچھا حق استادی ادا کیا کہ مجھے ان پر ظاہر کر دیا۔ خواجہ حبیب نے فرمایا کہ اے خواجہ اگر میں سچ نہ کہتا وہ آپ کو اور مجھے دونوں گرفتار کر لیتے۔ پھر خواجہ حسن بصری نے پوچھا کہ جب میں اندر گیا اس وقت آپ نے کچھ پڑھا۔ انہوں نے کہا ہاں اور اسی کی برکت سے آپ خدا کی حفاظت میں رہے۔ پوچھا وہ کیا وظیفہ تھا۔ آپ نے فرمایا میں نے دس بار سورۃ اخلاص پڑھی

اور آپ پر دم کر دی۔ وہ پردہ جو آپ کے اور ان کے درمیان پیدا ہو گیا تھا۔ اسی سورۃ اخلاص کی برکت سے تھا۔

عطائے خرقہ کا واقعہ

ایک دفعہ قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ نے حوضِ شمسی پر مشائخ کی ایک جمعیت کے سامنے شیخ شاہی موتاب رحمۃ اللہ علیہ کو خرقہ مبارکہ عطا فرمایا۔ فوراً شیخ موزہ دوز رحمۃ اللہ علیہ کی طرف آدمی بھیجا کہ آج ہم نے شیخ شاہی موتاب کو خرقہ دیا ہے۔ آپ کو پسند ہے یا نہیں۔ شیخ محمود موزہ دوز نے کہلا بھیجا کہ آپ کی پسند ہماری پسند ہے۔ کیونکہ جس شخص کو آپ نے خرقہ عطا کیا ہوگا۔ وہ اس کا اہل و مستحق ہوگا۔ ورنہ آپ کیوں دیتے۔

درویش کامل کی نماز کا مقام

ایک دفعہ میرے بھائی شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ بدایوں کے قاضی نجم الدین سنامی کے پاس گزرتے ہوئے پوچھا کہ قاضی نجم الدین کیا کر رہے ہیں۔ لوگوں نے کہا نماز پڑھ رہے ہیں۔ آپ نے پوچھا کیا وہ نماز پڑھنا جانتے ہیں۔ یہ بات قاضی نجم الدین نے سن لی۔ شیخ کے پاس آئے اور کہا آپ نے یہ کیا بات کی ہے۔ حضرت شیخ نے فرمایا میں نے ٹھیک کہا ہے۔ کیونکہ علماء کی نماز اور ہے اور فقراء کی اور ہے۔ قاضی نے پوچھا وہ کیسے' فرمایا علماء اگر قبلہ کو سامنے نہ رکھیں تو ان کی نماز نہیں ہوتی۔ جب قبلہ نہ معلوم ہو تو ان کا دل قبلہ کی جو سمت متعین کر دے۔ اس طرف رخ کر کے نماز ادا کرتے ہیں لیکن فقراء جب تک عرش الٰہی کو اپنے سامنے نہیں پاتے نماز ادا نہیں کرتے۔ قاضی نجم الدین واپس آ گئے۔ رات کو قاضی صاحب نے خواب میں دیکھا کہ شیخ جلال الدین تبریزی عرش پر جانماز بچھائے نماز ادا فرما رہے ہیں۔ اس منظر کی ہیبت سے قاضی صاحب بیدار ہو گئے۔ شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے معذرت کی اور عرض کی میری تقصیر معاف فرمائیں۔ شیخ نے فرمایا اے نجم الدین! یہ منظر جو تو نے دیکھا کہ جلال الدین بر سرِ عرش نماز ادا کر رہا ہے۔ یہ درویشوں کا ادنیٰ ترین مقام ہے۔ درویش کامل کا مقام تو اس سے کہیں بڑھ

کر ہے۔ اگر ظاہر کروں تو تو قائم نہ رہ سکے اور شدت نور سے ہلاک ہو جائے۔

خوف الٰہی کا واقعہ

حضرت اقدس نے ایک اور واقعہ بیان فرمایا کہ سیدنا یحییٰ علیہ السلام بچپن ہی میں بہت زیادہ رویا کرتے تھے۔ ایک دن ایک پہاڑی کی چوٹی پر سجدہ میں رکھے ہوئے گریہ زاری فرما رہے تھے۔ ان کی والدہ ماجدہ تلاش کرتی ہوئیں وہاں پہنچ گئیں دیکھا کہ رو رہے ہیں۔ شفقت سے ان کا سر اپنی گود میں رکھا۔ سیدنا یحییٰ علیہ السلام نے سمجھا کہ موت کا فرشتہ آ گیا۔ فرمایا تھوڑی دیر توقف کرو میں اپنی والدہ کی زیارت کر آؤں۔ جونہی سیدنا یحییٰ علیہ السلام نے یہ کہا۔ ان کی والدہ زور سے بول اٹھیں۔ اے ماں کی جان! میں موت کا فرشتہ نہیں ہوں۔ تیری ماں ہوں آؤ میری آغوش میں آ جاؤ۔ یہ تھوڑا سا کھانا تمہارے لئے لائی ہوں۔ اٹھو اسے کھالو۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام والدہ ماجدہ کے حکم سے سرتابی نہ کر سکے۔ والدہ کے ساتھ گھر آ گئے۔ گھر آ کر انہوں نے پوچھا۔ یحییٰ بیٹے! تو ابھی بچہ ہے' گناہوں کی آلودگیوں سے تیرا وجود پاک و صاف ہے' پھر تو کس لئے اتنا گریہ کرتا رہتا ہے۔ اتنا رویا نہ کر جب والدہ نے یہ بات کہی۔ سیدنا یحییٰ علیہ السلام نے جواب دیا۔ امی جان! یہ صحیح ہے جو آپ فرما رہی ہیں۔ مگر قیامت کے دن اگر مجھے دوزخ کے شعلوں میں ڈالنے لگیں اور آپ دیکھ رہی ہوں۔ تو کیا آپ مجھے اس عذاب سے نجات دلا سکیں گی؟ والدہ نے جواب دیا نہیں' فرمایا تو پھر امی جان آپ مجھے رونے اور خوف الٰہی سے نہ روکیں کہ آج مجھے اس کا چارہ کرنا چاہئے۔ تاکہ کل قیامت کو دوزخ کے شعلوں سے رہائی مل جائے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لباس پہننے کا واقعہ

فرمایا جب سیدنا موسیٰ صلوۃ اللہ علیہ کے دل میں گلیم پوشی کی خواہش پیدا ہوئی۔ دربار خداوندی جل و علا میں مناجات کی۔ حکم ہوا اے موسیٰ! ہمارے عشاق کا لباس بے شکرانہ طلب کرتے ہو۔ پہلے اس کا شکرانہ ادا کرو پھر لباس عرفاء زیب تن کرو۔ جونہی کہ یہ پیغام خدا کے رسول نے سنا۔ فوراً اٹھے اور گھر تشریف لے گئے جو کچھ مال و جائیداد تھا سب کا سب خدا کی راہ میں خرچ

کر دیا۔ حتیٰ کہ ذاتی کپڑے تک دے دیئے۔ جب کچھ باقی نہ رہا اور اکیلے رہ گئے تو محبوب حقیقی کی بارگاہ میں کھڑے ہو گئے فرمان ہوا۔ اے موسیٰ! جب دنیا کی آلائشات میں تیرے پاس کچھ بھی نہ رہا اب گلیم پہن لے۔ کیونکہ اب تو اس کا مستحق ٹھہرا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے گلیم پہنی۔ دس سال تک تنہائی میں رہے۔ باہر تشریف نہ لائے۔ ذکر و فکر الٰہی میں مشغول مصروف رہے یہاں تک کہ فرعون سرکش سے مقابلہ کی ساعت آ گئی۔

آداب گلیم پوشی

فرمایا جب حضرت خواجہ بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ نے توبہ کی اور اپنے شیخ سے گلیم وصوف سے سرفراز ہوئے اور اس کو پہننے کا شرف حاصل کیا۔ اس کے بعد چالیس سال تک کسی نے ان کو خندہ کرتے نہیں دیکھا۔ لوگوں نے عرض کی حضور! چالیس سال ہونے کو آئے۔ مگر حضور کے لبوں پر کبھی خندہ نہیں آیا۔ فرمایا جب سے میرے شیخ نے یہ گلیم وصوف مجھے پہنا دی ہے۔ میں عالم حیرت میں ہوں اور مجھے اپنی خبر نہیں رہی۔ میرے شیخ نے اپنا کام سرانجام دیا اب مجھے لازم ہے کہ اس گلیم وصوف کا حق بجا لاؤں اور اس گلیم پوشی کے بعد جو کچھ انہوں نے نہیں کیا میں بھی نہ کروں۔ ورنہ کل قیامت کو اسی گلیم کو کالا ناگ بنائیں گے اور میری گردن میں ڈال دیں گے۔ پس اے درویش گودڑی پوش کو خندہ کیسے آ سکتا ہے۔

دنیا سے کنارہ کشی

حضرت نے فرمایا میں نے اسرار العارفین میں لکھا ہوا دیکھا ہے کہ ایک بزرگ چالیس سال تک دنیا والوں سے کنارہ کش رہے۔ تنہائی کی زندگی اختیار کی۔ مخلوق میں سے بہت کم لوگوں نے ان سے ملاقات کی۔ چنانچہ ایک دن ان سے پوچھا گیا کہ حضرت آپ کی اتنی طویل کنارہ کشی و عزلت نشینی کا سبب کیا ہے۔ فرمایا عزیزو! جب اہل تصوف خلق میں مشغول ہو جائیں تو خالق سے ان کا قرب کم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ میں نے چالیس سال سے عزلت گزینی کی ہے اور دنیا کی خواہشات و لذات سے اجتناب کر رہا ہوں۔

امتحان عشق

سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ علیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام نے جب عشق الٰہی کا دم بھرا۔ حضرت جبریل امین نے خدائے قدوس کی بارگاہ میں عرض کی کہ مجھے اجازت عطا ہو کہ سیدنا ابراہیم کی آزمائش کروں۔ فرمان ہوا اچھی بات ہے جاؤ اور میرے بندے ابراہیم کا امتحان لو۔ حضرت جبریل امین کوہ صفا پر تشریف لائے اور کھڑے ہو گئے۔ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام عمارت خانہ کعبہ کے اندر تھے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے بلند آواز سے ''یا اللہ'' کہا۔ جونہی یہ آواز سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے سنی خانہ کعبہ سے فوراً باہر تشریف لائے اور کہنے لگے۔ اے خواجہ! ایک دفعہ پھر اللہ پاک کا نام اسی طرح لو۔ جبریل امین نے کہا اس نام پاک کے سننے کا شکرانہ ادا کرو تو پھر یہ نام لوں۔

غرض کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا۔ میرے اتنے ہزار اونٹ ہیں۔ سب کے سب محبوب کی رضا و محبت میں قربان کرتا ہوں۔ اب کہو حضرت جبریل امین نے کلمہ ''یا اللہ'' پھر کہا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنا مال و متاع جو کچھ پاس تھا اللہ کی راہ میں دے دیا۔ جبریل امین نے پھر پوچھا اب کیا فرمائش ہے۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا۔ ایک دفعہ پھر کہو میرے جسم میں جان ہے وہ بھی راہ دوست میں فدا کروں۔ جبریل امین نے پھر ''یا اللہ'' کہا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے نعرہ مارا۔ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ جب ہوش میں آئے تو جبریل امین نے ان کے خلوص عشق پر آفرین کہی اور کہا کہ ابراہیم خلیل محبت حق میں صادق ہیں۔ جبریل امین واپس اپنے مقام پر پہنچ کر بارگاہ خداوندی میں سجدہ ریز ہو کر عرض کرنے لگے۔ الٰہی! میں نے ابراہیم خلیل کو تیری محبت میں ویسا ہی پایا جیسا کہ سنا تھا۔

عشق الٰہی میں حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کا مقام

حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ ایک دفعہ حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ محبت حق کے موضوع پر گفتگو ہوتی رہی۔ خواجہ حسن

بصری رحمۃ اللہ علیہا کو خیال گزرا کہ وہ عورت ہیں۔ آپ نے تبسم کھا کر فرمایا کہ جب میں رابعہ رحمۃ اللہ علیہا کے پاس اٹھا تو میں نے دیکھا کہ سرمایہ عشق الٰہی سے میرا دامن تہی ہے اور اخلاص عشق سے رابعہ کی جھولی مالا مال ہے۔

عالم شوق ومحبت

خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ جب عالم شوق ومحبت حق میں مشغول ہوتے تو تین تین چار چار دن رات خوشی کے عالم میں بلند آواز سے یہی کہتے۔ یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ (الحجر:۴۸) جب اس زمین کی بساط کو لپیٹ دیا جائے گا اور دوسری زمین کے فرش کو بچھا دیا جائے گا۔ یعنی قیامت کا دن آئے گا۔

محبت ورضا کا تحفہ

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے عالم شوق واشتیاق کی ایک واردات کا ذکر یوں فرمایا کہ ایک دفعہ جذب وکیف کی حالت میں اکیلے بارگاہ محبوب میں پہنچنے کا شرف حاصل ہوا۔ تمام عالم ملکوت کی سیر کی پھر فرمان ہوا اے بایزید! ہمارے حضور کیا تحفہ لائے ہو۔ میں نے عرض کیا بار خدایا تیری خدمت اقدس میں تیری محبت ورضا کا ہدیہ پیش کرنے کو لایا ہوں۔ آواز آئی بایزید تو اچھی چیز لایا ہے۔ یہ ہمارے شایان شان نذرانہ ہے ہم اسے قبول کرتے ہیں۔

جوتی نہ پہننے کی وضاحت

جس دن بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ نے توبہ کی تھی اس روز کا قصہ ہے کہ آپ پشیمان ہوتے ہوئے خواجہ جنید بغداری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آئے اور ان کے ہاتھ پر تائب ہوئے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے رسم مقراض کے بعد آپ کو خرقہ عطا فرمایا۔ اس کے بعد حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ چلے آئے اور جب تک جئے برہنہ پا رہے۔ پوچھنے والے نے پوچھا خواجہ جوتی کیوں نہیں پہنتے؟ فرمایا میری مجال نہیں کہ بادشاہ کے فرش پر جوتی پہن کر پھروں۔ ایک تو سبب یہ ہے، دوسرا بھی سن

لیجئے۔ جس دن خدائے عزوجل سے معاملہ کیا ہے اس روز ننگے پیر تھا۔ اس لئے اب جوتی پہنتے ہوئے شرم آتی ہے۔

آداب خلوت

ارشاد کہ "اسرار العارفین" میں لکھا ہے کہ خلوت بعض کے نزدیک چالیس دن کی ہونی چاہئے اور بعض کے نزدیک ستر دن کی اور بعض کے نزدیک نناوے دن کی' لیکن نناوے دن کی خلوت معتبر ہے جو شیخ عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے۔ مگر طبقہ جنیدیہ میں بارہ سال آئے ہیں اور طبقہ بصیریہ میں بیس سال' ریاضت سے مطلب یہ ہے کہ نفس امارہ مغلوب ہو اور گوشہ نشینی سے مراد یہ کہ سگ نفس کو محبوس کیا جائے۔ بہت سے مشائخ کے نزدیک مراقبہ کرنا ہی سلوک ہے وہ کہتے ہیں کہ تنہائی میں سوائے مراقب ہونے کے کچھ نہ کرو۔ عزلت نشینی کے وقت سر کو کپڑے سے ڈھک لینا چاہئے تاکہ اس کی برکت سے اس میں روشنی پیدا ہو جائے۔ خرقہ انہی کاموں کے لئے دیا جاتا ہے۔

خوف آخرت کا اثر

خوف امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ تیس سال تک خواب استراحت سے کنارہ کش رہے۔ جب کبھی نیند کا غلبہ ہوتا تو حضرت بے ہوش ہو جاتے۔ جب سنبھلتے اپنے نفس سے فرماتے۔ اے نفس! تو نے حضرت باری جل وعلا کے شایان شان کوئی اطاعت نہ کی کہ قیامت کے دن نجات پا جاتا اور خدا کے پہچاننے کا حق ادا کرتا جیسا کہ چاہئے تھا۔ اے نفس! تو دنیا و آخرت میں ناکارہ رہا۔ اس طرح مصروف زندگی گزارنے پر افسوس کرتے اور روتے رہتے۔ قرآن کریم پڑھتے ہوئے جب آیات عذاب پر پہنچتے تو مدتوں عالم تحیر میں یوں رہتے کہ مخلوق سے بے خبر۔ جب ہوش میں آتے تو فرماتے قیامت کو اگر ابو خلیفہ رہا ہو گیا تو حیرانی والی بات ہے۔

ولی اللہ کے ہاتھوں کو بوسہ دینے کا صلہ

ایک دفعہ ایک مخمور جوان گلی میں سے گزر رہا تھا کہ سامنے سے امام التارکین حضرت خواجہ ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ آتے دکھائی دیئے۔ وہ جوان فوراً حضرت خواجہ کے قدموں میں گر پڑا پھر نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ موصوف سے دست بوسی کا شرف حاصل کیا اور گھر چلا گیا۔ اسی رات خواب میں دیکھا کہ بہشت کی روشوں پر خراماں خراماں سیر کر رہا ہے۔ عجیب درد اس کے دل میں پیدا ہوا۔ کہ میں تو گناہگار ہوں یہ دولت بے پایاں مجھے کیسے نصیب ہو گی۔ آواز آئی تم جو کہتے ہو ٹھیک ہے لیکن کل تم نے ہمارے ایک دوست کے ہاتھ کو چومنے کی سعادت حاصل کی تھی۔ ہماری رضا کے لئے تم نے اسے اعزاز دیا۔ ہم نے تمہیں اسی بات پر بخش دیا۔ وہ جوان خواب سے بیدار ہوا۔ خواجہ ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کے حضور حاضر ہوا۔ توبہ کی اور بیعت سے مشرف ہوا۔ حقیقت میں جب خدا کی عنایت ہو جاتی ہے تو لاکھوں گناہوں کی ایک ذرہ رحمت سے تلافی کر دی جاتی ہے۔ دوزخ کی آگ سے بچایا جاتا ہے۔

صاحب کشف بادشاہ کا واقعہ

اے درویش! خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے میں لکھتے ہیں۔ ایک دفعہ ایک بادشاہ نہایت راسخ العقیدہ، پوری صلاحیتوں کا مالک اور صاحب کشف و حسن عقیدہ تھا۔ ایک دن اپنے بالا خانہ میں بیٹھا باہر دیکھ رہا تھا، اس کے پہلو میں اس کی بیوی بیٹھی تھی۔ چنانچہ وہاں سے اس کی نظر اپنے اصطبل میں پڑی۔ اصطبل میں دربار کے ایک حبشی ملازم کو دیکھا۔ پھر آسمان کی طرف نظر کی۔ دیر تک ادھر ہی دیکھتا رہا۔ پھر اصطبل کو دیکھا اور پھر اپنی بیوی کو دیکھ کر رونے لگا۔ جب اس کی بیوی نے یہ حال دیکھا تو سبب پوچھا کہ تو نے اصطبل کی طرف نظر کی اور پھر آسمان کو دیکھا اور پھر مجھے دیکھ کر رونے لگ گئے ہو۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ بادشاہ نے کہا کہ یہ نہ پوچھ بات کہنے کے لائق نہیں۔ اس کی بیوی نے بہت اصرار کیا۔ بادشاہ نے کہا اچھا بتاتا ہوں۔ سنو! جب میری نظر لوح محفوظ پر پڑی تو میں نے دیکھا کہ میرا نام زندہ لوگوں کی فہرست سے خارج کر دیا گیا

ہے۔میں سمجھ گیا کہ میرا انتقال کا وقت قریب آ گیا۔پھر میں نے دیکھا کہ میرا جانشین کون ہو گا۔میں نے دیکھا کہ اصطبل کا حبشی ملازم تخت نشین ہوگا اور تم اس کے نکاح میں آ ؤ گی۔بیوی نے جب یہ بات سنی تو بادشاہ سے پوچھا پھر اب آپ کا کیا ارادہ ہے۔آپ کیا کریں گے اس نے جواب دیا ارادہ کیا ہونا ہے جو خدائے کریم کی مرضی ہے وہی ہماری رضا ہے۔اسی وقت حبشی کو بلایا۔اپنا لباس اس کو عطا کر کے ولی عہد بنایا۔فوج کا سپہ سالار بنا کر امراء،وزراء کو اس کے ماتحت کر کے ایک مہم پر روانہ کیا۔حبشی بادشاہ کے حکم کے مطابق چلا گیا اور مہم میں کامیابی حاصل کی۔باغی سلطنت کو قتل کر دیا اور اس کے مال و متاع کو لوٹ کر مال غنیمت کے ساتھ واپس لوٹا۔جس رات اسے بادشاہ کی خدمت میں واپس آ کر حاضر ہونا تھا بادشاہ نے وفات پائی۔حبشی نے مہم کے دوران فوجوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا تھا تمام لوگ اس کے مطیع و فرماں بردار ہو گئے اور حبشی کو بادشاہ وقت تسلیم کر لیا گیا اور ملکہ بھی اس کے عقد میں آ گئی۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت

ایک دفعہ ایک مقام پر بارش نہ ہوئی۔چنانچہ ہری بھری کھیتیاں خشک ہو گئیں اور جاندار پانی کی ایک ایک بوند کو ترسنے لگے۔لوگ اکٹھے ہو کر خواجہ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دعا کی درخواست کی۔آپ نے فرمایا لوگ نماز گاہ میں جمع ہو جائیں۔حضور خواجہ کے حکم سے تمام مخلوق جمع ہو گئی حضرت منبر پر تشریف لائے۔بارش کی دعا مانگتے ہوئے آسمان کی طرف روئے مبارک کیا اور عرض کی۔اے اللہ! اگر اس اجتماع میں کوئی صاحب دل بزرگ ہے تو اس کے قدموں کی برکت سے باران رحمت برسا دے۔جونہی یہ بات آپ نے فرمائی۔اتنی بارش ہوئی کہ سات دن تک پانی کم نہ ہوا۔

دعائے بارش

ایک دفعہ دلی میں بارش نہ ہوئی۔اس وقت دلی میں ایک بزرگ تھے جن کا نام شیخ نظام الدین ابوالموید تھا۔لوگوں نے ان کی طرف رخ کیا۔دعا کے لئے عرض کی۔آپ منبر پر تشریف

لائے اور دعا کی۔اے اللہ! اگر تو نے بارش نہ بھیجی تو میں کس منہ سے زندہ رہوں گا۔یہ کہا اور منبر سے نیچے اتر آئے۔اللہ تعالیٰ نے اتنی بارش فرمائی کہ جل تھل ہو گئے۔حضرت خواجہ قطب الدین بختیار رحمۃ اللہ علیہ کی ان سے ملاقات ہوئی تو اس معاملے میں دریافت کیا۔مجھے تو آپ سے بڑی عقیدت تھی اور جانتا تھا کہ حضرت حق میں آپ کو مقام نیاز حاصل ہے۔لیکن آپ نے یہ کیا کہا کہ اے خدا اگر تو نے بارش نہ برسائی تو کیسے زندہ رہوں گا۔خدانخواستہ اگر وہ بارش نہ برساتا تو آپ کیا کرتے۔شیخ نظام الدین موید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا میں جانتا تھا کہ وہ ضرور بارش بھیجے گا۔خواجہ بختیار قدس سرہ العزیز نے دریافت فرمایا۔آپ کیسے جانتے تھے شیخ نظام نے کہا ایک دفعہ سلطان شمس الدین کے دربار میں میری سید نورالدین مبارک سے کسی مسئلہ پر تکرار ہو گئی۔میں نے کچھ باتیں کہیں اور انہوں نے بھی بات آئی گئی ہو گئی۔انہوں نے مجھے دعائے باراں کی اجازت عنایت فرمائی۔میں سید نورالدین مبارک کے روضہ پر حاضر ہوا اور عرض کی۔آپ نے مجھے دعائے باراں کی اجازت فرمائی تھی۔اگر آپ مجھ سے صلح فرمالیں تو میں دعائے باراں کی درخواست کروں گا۔روضہ انور سے آواز آئی ہم نے آپ سے صلح کر لی۔دعائے باراں کریں۔لہٰذا میں نے دعا کی اور بارش ہوئی۔

حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت

ایک دفعہ بصرے میں قحط پڑ گیا۔بارش نہ ہوئی۔مخلوق نے خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف رجوع کیا اور عرض کی۔آپ خدائے کریم کے حضور دعائے باراں فرمائیں۔امید ہے کہ وہ باران رحمت بھیج دے۔جب لوگوں کا اصرار بہت بڑھ گیا تو آپ نے فرمایا کل جامع مسجد میں لوگ اکٹھے ہوں۔میں بارش کی دعا کروں گا۔چنانچہ خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے نماز جمعہ ادا کی اور منبر پر تشریف لائے اور بارش کی دعا کی۔دستار و جبہ مبارک بغل مبارک سے نکالا اور کہا الٰہی! اس جامہ مبارک کا صدقہ جسے تیرے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کے لمس کا شرف حاصل ہے۔رحمت کی بارش فرما۔ابھی یہ بات پوری نہ کی تھی کہ اتنی بارش ہوئی کہ سات دن تک بصرہ میں

پانی کم نہ ہوا۔

حضرت ابوالغیث کی کرامت

حضرت شیخ ابوالغیث یمنی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ یمنی الحسینی رحمۃ اللہ علیہ بڑے صاحب باطن شخص تھے۔انہوں نے شیخ یوسف الحسینی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ عثمان ہارونی قدس اللہ اسرارہم جیسے مشائخ کو دیکھا تھا۔ایک دفعہ یمن پر ملا مغل چڑھ آیا۔خواجہ ابوالغیث صومعہ میں تشریف فرما تھے۔خلیفہ شہر نے حال عرض کیا۔آپ نے اپنی چھچی نکالی اور کہا آج رات کو اسے ان کافروں کے لشکر کے پاس جلانا۔

خلیفہ نے تعمیل ارشاد کی۔لکڑی کا جلانا تھا کہ ان حملہ آوروں میں آپس میں لکڑی چل گئی۔ایک دوسرے کو ہلاک کرنے لگا۔آخر معلوم ہوا کہ کوئی سبز پوشوں کی جماعت آئی تھی جس نے ان میں یہ کھلبلی مچادی۔جب صبح ہوئی تو مغلوں کا ایک شخص بھی زندہ نہ تھا۔(راحت القلوب)

حضرت خواجہ قطب الدین کا روحانی تصرف

حضرت بابا فرید فرماتے ہیں کہ شیخ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل ہے کہ ایک دفعہ وہ اور شیخ جلال تبریزی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ ملتان میں مقیم تھے کہ وہاں کا حاکم قباچہ نامی ان کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ مغل شہر کے قریب آگئے ہیں۔فرمائیے کیا کروں؟ شیخ قطب الدین کے پاس ایک تیر تھا۔وہ آپ نے اسے دے کر کہا کہ جاؤ اور اسے ان کے لشکر کی طرف پھینک دو۔اس نے ایسا ہی کیا تمام مغل بھاگ گئے۔(راحت القلوب)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وصال کا واقعہ

حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ ایک حکایت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عمر پوری ہونے کو تھی تو آپ ایک دن گھر سے باہر کہیں پھر رہے تھے کہ ملک الموت سے ملاقات ہوئی۔اس نے آپ کو سلام کیا۔آپ نے جواب دے کر پوچھا کہ تو کون

ہے؟ کہا ''ملک الموت'' آپ اس وقت ذوق شوق میں تھے۔ ہاتھ بڑھا کر ایسا طمانچہ مارا کہ ملک الموت نے راہ فرار اختیار کی اور بولے بابا اب نہیں آؤں گا۔ اپنی جگہ پہنچ کر حضرت عزرائیل سجدے میں گر پڑے اور کہنے لگے۔ الٰہی! تو نے مجھے کس کے پاس بھیجا تھا۔ اگر میں وہاں سے نہ بھاگتا تو خود میری جان خطرے میں تھی۔ جواب ملا اے ملک الموت! میرے اور میرے محبوں کے درمیان غیر دخل نہیں پا سکتا۔ میں جانوں اور میرا دوست جانے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سنئے کہ اس کے دوسرے دن نماز پڑھ کر بیت المقدس کی طرف رخ کئے بیٹھے تھے۔ حضرت جبرائیل آئے اور انہوں نے سلام کر کے حضرت موسیٰ کو ایک بہشتی سیب دیا۔ اس کے سونگھنے سے بوئے دوست دماغ میں پہنچی۔ چیخ ماری اور جان دیدی۔ شیخ الاسلام اس واقعے کو ختم کر کے آب دیدہ ہو گئے اور ان کے رونے نے حاضرین پر ایسا اثر کیا کہ سب بے تابانہ آہ و بکا کرنے لگے۔ شیخ الاسلام کی حالت اور بڑھی۔ بار بار یہ شعر زبان مبارک پر آتا تھا۔

در کوئے تو عاشقاں چناں جاں بدہند   کانجا ملک الموت نہ گنجد ہرگز

تیری گلی میں عاشق اس طرح جان دیتے ہیں کہ ملک الموت وہاں پہنچ ہی نہیں سکتے۔

اللہ کے عاشق کا وصال کیسے ہوتا ہے

آپ نے فرمایا ہے کہ ایک جوان کا وقتِ آخر آیا۔ یہ واصلان حق میں سے تھے۔ جب ملک الموت ان کی روح قبض کرنے کے لئے روانہ ہوئے تو مشرق' مغرب' جنوب شمال سب چھان مارا۔ کہیں پتہ نہ پایا۔ واپس آئے اور سجدۂ خداوندی بجالا کر عرض گزار ہوئے کہ الہ العالمین! وہ جوان تو مجھے ملتا ہی نہیں۔ فرمان ہوا جاؤ فلاں فلاں خرابے میں دیکھو۔ وہاں بھی موجود نہ تھے۔ دوبارہ حاضر ہو کر اطلاع دی۔ ندا آئی ملک الموت! میرے پیاروں کی جان تم نہیں نکال سکتے۔ وہ تو میرے نام' میری یاد' میری تمنا پر مر جاتے ہیں اور تمہیں اس کی خبر بھی نہیں ہوتی۔ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ چشم پر آب ہو کر پھر اسی مثنوی کو دہرانے لگے۔

در کوئے تو عاشقاں چناں جاں بدہند کانجا ملک الموت نہ گنجد ہرگز

شیخ سعدالدین کے وصال کا واقعہ

حضرت بابا فرید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ شیخ سعدالدین حمویہ کی حکایت سنائی۔ فرمایا یہ صاحب بڑے بزرگ تھے۔ کسی مسجد میں گئے اور وہاں چند دن مقیم رہے۔ اس شہر کے اکثر مسلمان امراض میں مبتلا تھے۔ آپ نے فرمایا سب کو میرے پاس لاؤ۔ ہاتھ پھیر دیتے اور خداتعالیٰ اس کی برکت سے بیمار کو اچھا کر دیتا۔ اسی طرح کئی ہزار آدمی صحت یاب ہو گئے۔ وہاں سے غزنی گئے۔ غزنی میں بھی بہت سے لوگوں کو ان کے طفیل دوبارہ زندگی ملی۔ پھر شیخ سعدالدین رحمۃ اللہ علیہ اوچ پہنچے جب ان کا وقت آخر قریب آیا تو انتقال کے دن ان کے تمام دوست احباب اس جگہ جہاں یہ ٹھہرے ہوئے تھے آن جمع ہوئے۔ آپ نے قبلہ رو ہو کر سورۃ البقرہ شروع کی۔ اشراق تک قرآن شریف ختم ہو گیا۔ اس کے بعد سجدہ کیا اور جان دے دی۔

حضرت سیف الدین باخزری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ سیف الدین باخزری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ایک دفعہ اپنے پیر کو خواب میں دیکھا کہ بڑا اشتیاق ظاہر کرتے ہیں۔ اس کے بعد قریباً ہفتہ بھر تک فراق و وداع کا ذکر بار بار شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کی زبان پر آتا رہا۔ خلق حیران تھی کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ آخر خود فرمایا کہ اے مسلمانو! میرے مرشد نے مجھے طلب کیا ہے اور میں جاتا ہوں یہ کہہ کر مکان میں چلے گئے۔ اس رات کو کہ جس میں رحلت ہونے والی تھی۔ سب احباب جمع ہوئے اور مشعل جلائی گئی۔ شیخ سیف الدین نے ہجر یار میں کچھ حصہ شب گزارا کہ ایک بزرگ کمبل پوش سیب ہاتھ میں لئے تشریف لائے اور ادب سے اسے شیخ کے سامنے پیش کیا۔ اس کا سونگھنا تھا کہ جاں بحق تسلیم ہو گئے۔ شیخ الاسلام پھر چشم پر آب ہوئے اور وہی شعر پڑھنے لگے۔

در کوئے تو عاشقاں چناں جاں بدہند کانجا ملک الموت نہ گنجد ہرگز

یہاں تک کہ شیخ بدرالدین رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کو حکم ہوا کہ تم اس مثنوی کو

کہو۔انہوں نے تعمیل کی۔تین دن رات کیفیت طاری رہی۔بعدازاں عالم صحو میں آ گئے۔الحمد اللہ علیٰ ذلک

عالم سکرات میں جان دینے کا واقعہ

یمن میں ایک دفعہ مینہ نہ برسا۔کھیتیاں خشک ہو گئیں اور مخلوق قحط سے مرنے لگی۔خلیفہ تمام اہل یمن کے ساتھ شیخ ابوالمغیث کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ حضور دعائے باراں کیجئے۔فرمایا کل میری نماز گاہ میں آؤ۔چنانچہ ایسا کیا گیا۔شیخ ابوالمغیث تشریف لائے اور منبر پر بیٹھ کر خدا کی حمد وثنا کرنے لگے اور رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھ کر آپ نے آسمان کی طرف نظر کی اور بولے۔''اے میرے اللہ! اگر میری اطاعت تیری جناب میں مقبول ہے تو باران رحمت نازل فرما۔''ان کلمات کا زبان سے نکلنا تھا کہ فوراً بارش آ گئی اور ایسی ہوئی کہ پانچ چھ روز تک نہ رکی۔لوگ قسمیں کھاتے تھے کہ ایسا پانی ہم نے مدت العمر نہیں دیکھا۔اس کے بعد ان کا انتقال کا حال بیان فرمایا کہ شیخ نماز فجر پڑھ کر حسب معمول مصلے پر بیٹھے ہوئے تھے اور ایک شخص خدمت میں حاضر تھا۔اشراق ادا کر کے مرد حاضر کو حکم دیا کہ غسال کو بلا لاؤ اور جامہ وخوشبو مہیا رکھو۔غسال کو طلب کر لیا گیا اور سب چیزیں بھی آ گئیں۔بعدازاں کہا کہ مجھے تنہا چھوڑ دو کہ شہسواران حق آئیں۔پھر سورۃ یٰسین پڑھنی شروع کی۔جب اس مقام پر پہنچے۔(فَسُبْحٰنَ الَّذِیْ بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ وَّاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ) تو جان دوست کے حوالے کر دی۔گوشہ دیوار سے آواز آئی کہ''دوست دوست سے پیوست ہو گیا''یہ فرما کر شیخ الاسلام ہائے ہائے کر کے رونے لگے اور نعرہ مار کر بے ہوش ہو گئے۔جب ہوشیار ہوئے تو یہ مثنوی زبان مبارک پر آئی۔

در کوئے تو عاشقاں چناں جاں بدہند
کانجا ملک الموت نہ گنجد ہرگز

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے روضہ کی زیارت کا اثر

حضرت بابا فرید کانجا ملک الموت نہ گنجد ہرگز نے فرمایا کہ کوئی بزرگ اپنے احباب

کے ساتھ روضہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زیارت کو گئے۔اس میں سے آواز سنائی دی۔ رَبِّ اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَیْکَ کہا کہ یہ عشق ہے کہ زندگی اور موت دونوں صورتوں میں قائم رہتا ہے۔ پھر ارشاد ہوا کہ قیامت کے دن بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام عرش کا کنگرہ پکڑ کر یہی فریاد کریں گے۔ رَبِّ اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَیْکَ اور اس وقت اگر فرشتوں نے انہیں نہ تھاما تو زیادتی اور اشتیاق کے سبب قیامت پر قیامت آ جائے گی۔ اس کے بعد شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے میری طرف رخ کیا اور فرمایا طالب کو چاہیے کہ مطلوب کے عشق و محبت میں ہر لمحہ مستغرق رہے اور اس کی یاد کبھی دل سے محو نہ کرے۔ ہر آن اسے ترقی دے۔ اسی اثناء میں کئی دفعہ جھوم جھوم کر مثنوی مذکور کو دہرایا۔

در کوئے تو عاشقاں چناں جاں بدہند کانجا ملک الموت نہ گنجد ہرگز

حضرت شیخ جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت

حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک بزرگ نے یہ حکایت سنائی کہ شیخ جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں کوئی آدمی حج کر کے آیا اور سر نیاز زمین پر رکھ کر عرض کرنے لگا کہ میں نے حضور کو حج میں طواف کرتے دیکھا تھا۔ شیخ نے جھنجھلا کر کہا "نادان! فقیروں کا حال فاش کرتا ہے۔ چپ رہ مردان خدا کملی میں رہتے ہیں۔ یہ بات کیا بڑی ہوئی ہمارے سامنے اس وقت کعبہ موجود ہے۔ اگر ہم چاہیں تو پلک جھپکنے میں مشرق سے مغرب تک پھر آئیں۔" اور اس شخص کا ہاتھ پکڑ کر کہا "آنکھیں بند کر" اس نے آنکھیں بند کر لیں دیکھتا کیا ہے کہ شیخ کوہ قاف میں اس فرشتے کے پاس جو وہاں کا موکل ہے۔ تشریف رکھتے ہیں تھوڑی دیر میں اپنے مقام پر آ گئے۔ بہت قائل ہوا اور یہ کہتا ہوا چل دیا کہ "ہاں! بے شک خدا کے دوستوں کو خدا کے سوا کوئی نہیں پہچان سکتا۔ اس کے بعد شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ شیخ جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ کو کسی وقت کسی نے نماز میں نہیں دیکھا۔ نماز کا وقت آتا اور وہ غائب ہو جاتے۔ آخر بھید کھلا کہ خانہ کعبے میں نماز ادا کرتے ہیں۔

اولیاء کے تزکیہ کی انتہا

ایک دفعہ آپ نے فرمایا کہ ایک درویش نے اپنا صومعہ بنایا تھا اور کئی برس سے اس میں

سکونت رکھتے تھے۔ایک اور درویش بھی وہاں آ ئے اور دریا کی دوسری طرف فروکش ہوئے۔ جب پہلے درویش کا کھانا تیار ہوا اور انہوں نے اپنے بال بچوں کو اکٹھا کیا اور بیوی سے کہا کہ یہ کھانا لے جا کر ان درویش کو دے دو۔ بیوی نے جواب دیا کہ دریا میں کشتی تو ہے نہیں میں کیونکہ جاؤ؟ فرمایا جب کنارے پر پہنچو تو یہ کہنا کہ اے دریا بحرمت اس درویش کے جس نے تیس سال میں ایک دفعہ بھی مجھ سے صحبت نہیں کی' مجھے راستہ دے۔ دریا تجھ کو راستہ دے گا۔ بیوی کو ان کے یہ الفاظ سن کر بڑا تعجب ہوا کہ ان سے اس قدر تو میرے فرزند ہوئے اور یہ کیا کہتے ہیں مگر خاموش روانہ ہوگی اور دریا کے کنارے پہنچ کر وہی الفاظ کہنے لگی۔ دریا شق ہو گیا اور عورت اس کے اندر چلی گئی اور نئے درویش کے قریب جا کر سلام کیا اور کھانا رکھ دیا۔ ان بزرگ نے کھانا نوش فرما لیا اور کہا جاؤ۔ عورت حیران ہوئی کہ اب واپس کیونکہ جاؤں۔ درویش نے دریافت کیا کہ تم آ ئیں کس طرح تھیں؟ عورت نے کہا میرے خاوند نے مجھے یہ بتایا تھا کہ یہ کہہ کر میں آ گئی۔ انہوں نے فرمایا اب یہ کہہ دینا کہ اے دریا بحرمت اس شخص کے جس نے تیس سال سے کھانا نہیں کھایا مجھے راستہ دے دے۔ الغرض عورت نے یہی کیا اور دریا نے بدستور راستہ دے دیا۔ جب شوہر کے پاس پہنچی تو کہنے لگی کہ ان دروغ بافیوں کی حقیقت مجھ پر ظاہر کیجئے۔ فرمایا میں نے اور ان درویش نے سچ کہا تھا' تیس سال سے میں نے خواہش نفس سے کبھی صحبت نہیں کی۔ فقط تیرے حق کی ادائیگی کی نیت رکھتا تھا اور اس درویش نے تیس سال سے کبھی کھانا نہیں کھایا' جب تک یہ ذہن میں نہ جما لیا کہ اس سے عبادت کے لئے طاقت حاصل کروں گا۔

کرامت کی وضاحت

آپ نے فرمایا ہے کہ شیخ سعد الدین حمویہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ کرامت کا ظاہر کرنا فرض کا ترک کرنا ہے۔ پھر اسی مضمون کے متعلق ارشاد ہوا کہ برادرم سعد الدین رحمۃ اللہ علیہ کہتے تھے کہ میرے شہر کا والی میرے ساتھ عقیدت نہ رکھتا تھا۔ ایک روز اس کا میرے دروازے کے آگے سے گزر ہوا۔ اس نے چوبدار کو یہ کہہ کر میرے پاس بھیجا کہ اس صوفی کو باہر لے آؤ تا کہ میں دیکھوں

کہ یہ کیسا شخص ہے۔ چوبدار نے اندر آ کر یہ حال مجھے سنایا۔ میں نے اس کی بات کی طرف التفات نہ کیا اور نماز میں مشغول ہو گیا۔ چوبدار نے جا کے بادشاہ سے کہہ دیا بادشاہ خود اتر پڑا اور دعا گو کے پاس آیا۔ میں یہ دیکھ کر کھڑا ہو گیا اور خندہ پیشانی سے پیش آیا الغرض ہم دونوں ایک جگہ بیٹھ گئے۔ میں نے خادم کو اشارہ کیا کہ سیب لے آؤ اور ایک سیب تراش کر بادشاہ کو کھلایا اور خود بھی کھایا۔ خوان میں ایک سیب سب سے بڑا تھا۔ بادشاہ کے دل میں خیال آیا کہ اگر یہ شیخ صفائے قلب رکھتے ہیں تو یہ سیب مجھ کو دیں گے۔ اس کے دل میں اس خیال کا آنا تھا کہ میں نے ہاتھ بڑھا کر اس سیب کو اٹھا لیا اور بادشاہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ میں ایک دفعہ سفر میں تھا کہ ایک شہر میں پہنچا وہاں ایک جگہ بہت سے لوگ جمع تھے اور ان کے بیچ میں ایک شخص گدھا ہاتھ میں پکڑے بیٹھا تھا۔ جس کی آنکھیں بندھی ہوئی تھیں اس گدھے والے نے مجمع میں ایک شخص کو انگوٹھی دے دی اور گدھے سے کہا اسے تلاش کرے۔ گدھے نے ہر شخص کو سونگھنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ انگوٹھی والے پاس پہنچا اور اس کو سونگھ کر وہیں کھڑا ہو گیا اور اس سے انگوٹھی لے لی۔

المختصر اس قصے کے بیان کرنے سے میرا مقصد یہ ہے کہ اگر میں اس وقت کوئی کشف و کرامت کی بات کہوں تو میری یہ حرکت مجھے اس گدھے کے برابر رتبہ دیدے گی اور بس اور اگر نہیں کہتا تو تم خیال کرتے ہو کہ یہ درویش صفائے قلب نہیں رکھتا۔ یہ کہہ کر میں نے وہ سیب بادشاہ کے سامنے ڈال دیا۔

موت سے بے خوفی

ایک مرتبہ آپ شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کے مرے ناقص فہم کے مطابق انتقال کا حال فرمانے لگے کہ ان کی رحلت کے موقع پر ایک مرید حاضر تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے شیخ کو ایسی حالت میں تبسم کناں دیکھ کر عرض کیا کہ اے مخدوم! آپ اب دنیا سے ہمیشہ کے لئے کوچ کر رہے ہیں اور آپ کو رنج نہیں۔ چہرے پر الٹی ہنسی ہے۔ کہا میاں خدا تعالیٰ کے پہچاننے والوں کی یہی شان ہونی چاہیے۔

آستانہ حضرت بابا فرید رحمتہ اللہ علیہ

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ کا دربار پاک پتن کی قدیم آبادی میں ایک بلند مقام پر واقع ہے۔اس درگاہ کی عمارات کی تفصیل حسب ذیل ہیں۔

1- روضہ مبارک

آپ کا روضہ آستانہ عالیہ کے عین وسط میں ہے۔روضہ مبارک کے مشرقی دروازے کو نوری دروازہ اور جنوبی دروازے کو بہشتی دروازہ کہتے ہیں۔نوری دروازے سے گنبد کے اندر داخل ہوں تو پہلا مزار آپ کے صاحبزادے خواجہ بدرالدین سلیمان کا ہے۔جو آپ کے اول سجادہ نشین تھے اور دوسرا مزار حضرت بابا صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا ہے۔نوری دروازہ کی بیرونی دیوار پر سنگ مرمر لگا ہوا ہے۔گنبد مبارک روضہ عالیہ گہرے سبز رنگ کا ہے۔روضہ پاک کے جنوب میں روضہ پاک کے متصل ایک خوبصورت بارہ دری ہے جہاں عموماً محفل سماع منعقد ہوتی رہتی ہے۔نوری اور بہشتی دروازوں کے کواڑوں پر چاندی چڑھی ہوئی ہے۔روضہ مبارک کی اندرونی دیواروں پر رنگ برنگ شیشوں سے گلکاری کی گئی ہے۔

رسومات عرس فریدی میں لکھا ہے کہ اولیاء مسجد کے گوشۂ شمال مغرب میں وہ چھوٹا سا قبہ ہے جہاں رحمتیں برستی ہیں۔تجلیاں کوندتی ہیں۔یہ قبہ بظاہر اینٹ اور چونے کا ہے اور یہ مزار پتھر کا ایک معمولی ٹکڑا۔لیکن اس قبہ کے اندر اور مزار کے پردے میں صاحب کمال ہستی آرام فرما ہے جس

کی موجودگی سے یہ مزار سنگ پارس ہے۔جس سے جو لگ گیا خالص سونا بن گیا۔کھوٹا یہاں آ کر کھرا اور کھرا کندن خالص بن جاتا ہے اور یہ گنبد اس صاحب تاثیر کے وجود سے ہے جنت والوں کی جلوہ گاہ ہے۔جو ولیوں کا ولی پیروں کا پیر اور بادشاہوں کا بادشاہ ہے۔یہاں فقیروں میں فقیری اور امیروں میں بادشاہی بٹتی ہے۔اس روضہ اقدس میں جو داخل ہوا اس نے امان پائی۔

2-اولیاء مسجد

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ پاک اور روضہ مبارک حضرت موج دریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان ایک چھوٹی سی سفید سنگ مرمر کی مسجد بنی ہوئی ہے۔یہاں برسوں حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے خلفائے کرام رحمۃ اللہ علیہ و دیگر اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہ (جو روضہ مبارک پر حاضری دینے آتے تھے) عبادت میں مصروف رہے۔کہا جاتا ہے کہ اب بھی روزانہ ایک قطب یا ابدال اس مسجد میں مصروف عبادت ہوتا ہے۔اس لئے اس مسجد کو اولیاء مسجد کہتے ہیں۔

3-روضہ مبارک حضرت موج دریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آستانہ عالیہ فریدیہ میں سب سے بڑے گنبد والا بڑا روضہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے اور آستانہ عالیہ کے دوسرے سجادہ نشین حضرت علاؤ الدین احمد موج دریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔یہ محمد بن تغلق نے تعمیر کرایا ہے۔محمد بن تغلق حضرت موج دریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مرید تھا۔اس روضہ مبارک کے اندر غلاف والا سب سے بڑا مزار حضرت موج دریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔بقیہ مزارات سجادہ نشینان آستانہ عالیہ اور ایک مزار حضرت موج دریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے استاد گرامی کا ہے۔حضرت موج دریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے مغرب میں دوسرا بڑا غلاف والا مزار موجودہ سجادہ نشین درگاہ عالیہ فرید حضرت دیوان غلام قطب الدین صاحب کے والد محترم حضرت شیخ دیوان سید محمد رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔روضہ مبارک کے اندر جانب مشرق ایک چار دیواری میں حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حرم اول (شہزادی صاحبہ) اور دو دختران کرام رحمۃ اللہ علیہ

کے مزارات ہیں۔ کچھ سجادہ نشینان رحمۃ اللہ علیہ کے مزارات اس روضہ کے متصل بابر غربی جانب واقع ہیں اور کچھ سجادہ نشینان رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم کے مزارات روضہ مبارک حضرت گنج علم رحمۃ اللہ علیہ کے جنوب میں اندازً پندرہ گز کے فاصلہ پر ہیں۔

صحن آستانہ عالیہ میں حجرہ قدم مبارک کے مشرق میں ایک مزار حضرت شیخ اللہ جیوا صاحب رحمۃ اللہ علیہ (المعروف جنوں والے پیر) کا ہے۔

4۔ روضہ مبارک حضرت گنج علم صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ مبارک کے مغرب میں ایک کمرہ نما سا روضہ آپ کے صاحبزادہ حضرت شیخ شہاب الدین گنج علم رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ اس روضہ میں دو مزار ہیں۔ دائیں طرف والا مزار حضرت گنج علم رحمۃ اللہ علیہ صاحب کا اور بائیں طرف والا مزار سجادہ نشین مفتی دیوان اللہ جوایا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ حضرت گنج علم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس کا پانی کند ذہن اور غبی بچوں کے لئے اکسیر ہے۔

5- جامعہ مسجد

حضرت موج دریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور گنج علم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ مبارک کے غربی جانب ایک بہت بڑی مسجد ہے جسے جامعہ فریدیہ کہتے ہیں۔ صحن مسجد میں سنگ مرمر اور چونے کا پلستر لگا ہوا ہے۔ مسجد کا صحن کافی وسیع ہے۔ مسجد میں ایک خوبصورت سائبان بنوایا گیا ہے۔ اس کے علاوہ مسجد کے جنوب میں زائرین کے وضو کرنے کے لئے ایک بہت بلند بڑی پانی کی ٹینکی تعمیر کی گئی ہے۔

6- سماع خانہ

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ مبارک کے نوری دروازہ کے بالکل سامنے سماع خانہ ہے۔ جہاں عرس مبارک میں مجالس سماع منعقد ہوتی ہے۔ سماع خانہ کے جنوب کے حجروں

میں تبرکات رکھے ہوئے ہیں اور شیرینی وغیرہ وہیں تقسیم ہوتی ہے۔

7- گنبد کلاں

احاطہ درگاہ کے اندر شمال مشرقی کونے میں ایک وسیع و چوکور عمارت پر ایک عالی شان گنبد ہے۔ جو اپنی بلندی و فلک پیائی کی وجہ سے جنوب مغرب میں دور دور تک دکھائی دیتا ہے۔ اس گنبد کو "کلاں" کہتے ہیں۔ اس گنبد کلاں کا ایک چھوٹا سا دروازہ ہے جو جنوب میں آستانہ عالیہ کے صحن میں کھلتا ہے۔ اس گنبد میں حضرت علاؤالدین موج دریا صابر ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار اقدس ہے۔ جن سے سلطان محمد تغلق شہنشاہ سند کو اس قدر عقیدت تھی کہ آپ کے مزار پر بصرف زر کثیر رفیع الشان گنبد تعمیر کرایا۔ بعد میں جگہ کی گنجائش کے سبب سے دیگر سجادہ نشینوں کو بھی اس میں دفن کیا گیا۔ اس لئے اس کے اندر قطار در قطار بہت سے مزارات ہیں۔

8- بیبیوں کے مزارات

"گنبد کلاں" کے مشرق میں ایک پردہ دار چار دیواری کے اندر حضرت کی رفیقہ حیات شہزادی بی بی خاتون (جو غیاث الدین بلبن کی دختر نیک اختر تھیں) اور صاحبزادیاں مدفون و مستور ہیں۔

گنبد کلاں کے اندر بارہ مزارات سجادہ نشینان از سید علاؤالدین موج دریا رحمۃ اللہ علیہ تا دیوان سید ابراہیم شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ و دیوان فیض اللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکٹھے تین لائن میں واقع ہیں۔ گوشہ شمال مغرب والا مزار حضرت شاہ علاؤالدین موج دریا کے استاد کا ہے۔ گوشہ جنوب مغرب میں ایک کاری گر کا مزار ہے جس نے اس گنبد کلاں کی تعمیر میں حصہ لیا تھا۔ اس کے برابر میں شاہ و شیخ دیوان سید عبدالرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تربت ہے۔ دیوان سید تاج الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ حاجی الحرمین و سید ابراہیم شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ثانی و سید حامد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزارات بہشتی دروازہ کے دکن کی طرف پندرہ گز کے فاصلے پر واقع ہیں۔ دیوان سید محمد اشرف صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے بعد کے سجادہ نشینان کے مزارات تا دیوان سید شیخ شرف الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے

مزارات گنبد کلاں کے باہر مغرب میں واقع ہیں۔۱۳۰۲ھ دیوان اللہ جوایا صاحب کی مرقد اندرون روضہ گنج علم رحمۃ اللہ علیہ صاحب بنائی گئی اور دیوان سخی فتح محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ۴ جمادی الثانی ۱۳۴۳ھ میں انتقال کیا اور گنج علم کے مغرب میں جامع مسجد کے برابر میں دفن ہوئے۔

9- مجلس خانہ

مشرق میں صدر دروازہ سے اندر آنے والے راستہ اور گنبد کلاں کے درمیان دو تین سہ دریاں ہیں جو مغرب میں صحن آستانہ عالیہ میں کھلتی ہیں۔ان کے پیچھے حجرے ہیں۔ایک سہ دری جو گنبد کلاں کی مغربی دیوار سے ملحق ہے۔اسے مجلس خانہ کہتے ہیں اس مجلس خانہ میں گنبد کلاں کی دیوار کے ساتھ ایک سنگ مرمر کی چبوتری (تھڑی) نشست گاہ کے طور پر بنی ہوئی ہے۔جہاں کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر دیوان صاحب بعض رسمات ادا کرتے ہیں اور تبرکات تقسیم کرتے ہیں۔

10- حجرہ اعتکاف حضرت مخدوم پاک رحمۃ اللہ علیہ

آستانہ عالیہ کے جنوب میں حجروں کی ایک طویل قطار ہے۔مشرق میں پہلا حجرہ خواجہ جمال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے جو جمالی برج کہلاتا ہے۔حجروں کی اس قطار میں گھنٹہ گھر کے ساتھ جو غربی حجرہ ہے اس حجرہ میں بیٹھ کر حضرت مخدوم پاک رحمۃ اللہ علیہ لنگر تقسیم فرماتے رہے اور اس حجرہ کے ساتھ حضرت مخدوم پاک سیدنا علاؤ الدین علی احمد صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ کا حجرہ اعتکاف ہے۔جہاں حضرت مخدوم پاک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پیر و مرشد کے زیر عاطفت تزکیہ نفس کر کے مقام صابر اور کمالاتِ صوری و معنوی حاصل کئے۔حجروں کی اس قطار میں حجرہ اعتکاف پاک رحمۃ اللہ علیہ سے کچھ فاصلے پر غربی جانب حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کا حجرہ ہے جسے نظامی برج کہتے ہیں۔حجروں کی اس قطار میں درمیانی حجرہ میں گھنٹہ گھر قائم ہے۔یہ گھنٹہ گھر حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک عقیدت مند گھڑی ساز نے تیار کیا تھا۔

شہر کے دیگر مزارات کی تفصیل

1-مزار مبارک حضرت مولانا بدر الدین اسحاق رحمۃ اللہ علیہ

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اور داماد حضرت مولانا بدر الدین اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کا مزار اقدس دربار عالی حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شمال مشرق جانب تقریباً دوسو گز کے فاصلے پر (درمیان شہر) واقع ہے۔آپ کا عرس مبارک (میلہ جھجرانوالہ) یکم جمادی الثانی سے ۷ جمادی الثانی تک منایا جاتا ہے۔رسومات عرس کی ادائیگی حضرت دیوان صاحب سجادہ نشین درگاہ عالیہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

2-مزار اقدس حضرت خواجہ عزیز مکی شہید رحمتہ اللہ علیہ

آپ رضی اللہ عنہ اصحاب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہیں۔حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بتصرف باطنی آپ رضی اللہ عنہ کی عظمت معلوم کر کے آپ رضی اللہ عنہ کا مزار اقدس بنوایا۔آپ رضی اللہ عنہ کا عرس مبارک ساون کے مہینے میں منایا جاتا ہے۔آپ رضی اللہ عنہ کا روضہ مبارک پاک پتن شہر کے غربی جانب واقع ہے۔

3-زیارت گودڑی حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ

روضہ مبارک حضرت خواجہ عزیز مکی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کر کے شہر کو آئیں تو راستے میں دائیں طرف زیارت گودڑی شریف حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ جب اجودھن تشریف لائے تو آپ نے سب سے پہلے اسی جگہ قیام فرمایا تھا۔

4-روضہ مبارک حضرت شیخ مودود صاحب رحمۃ اللہ علیہ

گودڑی شریف کے مشرقی جانب چند قدم پر حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر زید

الانبیاء رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے (برادر شیخ خواجہ علاؤ الدین احمد موج دریا رحمۃ اللہ علیہ) حضرت شیخ مودود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا روضہ مبارک ہے۔اس روضہ مبارک میں چار مزارات ہیں۔دو مزارات حضرت شیخ مودود صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے بھائی حضرت شیخ محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور دو مزارات ان کے صاحبزادوں کے ہیں۔

5-روضہ مبارک حضرت محمد عبداللہ شاہ نورنگ نوری رحمۃ اللہ علیہ

شہر کے جنوب میں گول سڑک سے کچھ فاصلے پر حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے معصوم فرزند حضرت عبداللہ نورنگ نوری رحمۃ اللہ علیہ کا روضہ مبارک ہے۔عبداللہ شاہ گراؤنڈ آپ کے اسم گرامی سے منسوب ہے۔ختم شریف ماہ ذوالحجہ میں ہوتا ہے مگر ۱۴ محرم الحرام کو لنگر فریدیہ کی جانب سے رات کو اس روضہ مبارک کے فقراء میں جھنڈارہ تقسیم کیا جاتا ہے۔روضہ مبارک کے ساتھ وسیع قبرستان ہے۔

6- آستانہ حافظ قائم صاحب رحمۃ اللہ علیہ

روضہ مبارک حضرت شیخ مودود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مشرق میں کچھ فاصلے پر ایک وسیع چار دیواری میں نوشاہی قادری خاندان کے ایک بزرگ حضرت حافظ قائم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا روضہ مبارک ہے۔روضہ مبارک کے اندر دوسرا مزار آپ کے صاحبزادے کا ہے۔

7-روضہ مبارک حضرت سید محبوب شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

عبداللہ شاہ گراؤنڈ کے شمال میں گول سڑک سے متصل ایک بابرکت بزرگ حضرت سید محبوب شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (اولاد حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ) کا مزار مبارک ہے جو چٹی قبر کے نام سے مشہور ہے۔

8- آستانہ عالیہ خواجہ مظہر فرید رحمۃ اللہ علیہ

عبداللہ شاہ گراؤنڈ کے مغرب میں اور روضہ مبارک حضرت خواجہ عزیز مکی صاحب

رحمۃ اللہ علیہ کے جنوب مشرق میں کچھ فاصلے پر آستانہ عالیہ حضرت خواجہ مظہر فرید چشتی رحمۃ اللہ علیہ ہے۔اس آستانے میں دو روضے ہیں۔مشرق جانب بارہ دری والا روضہ حضرت خواجہ مظہر فرید چشتی رحمۃ اللہ علیہ اور غربی جانب والا روضہ حضرت پیر امیر علی شاہ چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔روضہ مبارک حضرت خواجہ مظہر فرید چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے مشرقی دروازے سے متصل حضرت حاجی پیر اختیار علی شاہ چشتی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت پیر امیر علی شاہ چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے روضے کے ساتھ جنوب میں حضرت پیر سردار علی شاہ چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے مزارات عالیہ ہیں۔یہ سب بزرگ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ہیں۔

شہر کی شمال مشرقی گھاٹی (ڈھکی) پر حضرت پیر زین بانولا یا لٹ بانولا پیر رحمۃ اللہ علیہ (خلیفہ حضرت علاؤالدین احمد موج دریا رحمۃ اللہ علیہ) کا روضہ مبارک ہے۔اس روضہ مبارک کے شمال میں ایک الگ ٹیلے پر حضرت سبز پیر رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے۔شہر کے جنوب مشرق میں گھاٹی پر ہی حضرت میراں شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ (مرید و خلیفہ حضرت دیوان محمد ابراہیم صاحب المعروف شیخ فرید ثانی رحمۃ اللہ علیہ) کا روضہ مبارک ہے۔آپ سے کچھ فاصلے پر شمال مغربی جناب حضرت امام صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے۔اس گھاٹی سے نیچے مشرقی جانب حضرت جلال شاہ رحمۃ اللہ علیہ' سید فتح دریا رحمۃ اللہ علیہ اور اولاد حضرت سامانہ پیر (خلیفہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ) کے مزارات ہیں۔ان مزارات کے شمال میں کچھ فاصلے پر حضرت ابوالخیر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ جمال رحمۃ اللہ علیہ کے مزارات ہیں۔روضہ مبارک حضرت خواجہ عزیز مکی صاحب رضی اللہ عنہ کے شمال میں حضرت سید چراغ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور جنوب میں حضرت پیر سلطان رحمۃ اللہ علیہ و حضرت قاضی شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے روضے مبارک ہیں۔ان روضوں کے ساتھ وسیع قبرستان ہیں۔

خلفائے کرام

حضرت بابا صاحب کے خلفائے کرام کی تعداد بے شمار ہے۔جن میں بائیس کے اسم گرامی درج ذیل ہیں۔یہ عظیم المرتبت خلفاء قطب کے درجہ پر فائز ہوئے۔

1- حضرت خواجہ قطب جمال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ (آپ سے سلسلہ چشتیہ جمالیہ جاری ہوا جو بعد میں چشتیہ نظامیہ میں مدغم ہو گیا)۔

2- حضرت سیدنا مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ (آپ حضرت بابا صاحب کے خواہر زادہ اور داماد بھی ہیں۔آپ سے سلسلہ چشتیہ صابریہ جاری ہوا)۔

3- حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی بدایونی رحمۃ اللہ علیہ (بانی سلسلہ چشتیہ نظامیہ)

4- حضرت مولانا سید بدر الدین اسحاق رحمۃ اللہ علیہ (داماد حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

5- حضرت خواجہ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ (برادر خورد حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

6- حضرت خواجہ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ

7- حضرت خواجہ بدر الدین سلیمان رحمۃ اللہ علیہ

8- حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ

9- حضرت خواجہ محمد یعقوب رحمۃ اللہ علیہ

10- حضرت شیخ زکریا سندھی رحمۃ اللہ علیہ

-11 حضرت شیخ منتخب الدین زر بخش رحمۃ اللہ علیہ
-12 حضرت امام علی الحق سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ
-13 حضرت شیخ علی شکر باران رحمۃ اللہ علیہ
-14 حضرت زین الدین دمشقی رحمۃ اللہ علیہ
-15 حضرت شیخ محمد نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ
-16 حضرت شیخ صدر دیوانہ رحمۃ اللہ علیہ
-17 حضرت شیخ نور جمال کابلی رحمۃ اللہ علیہ
-18 حضرت شیخ محمد سراج رحمۃ اللہ علیہ
-19 حضرت مولانا داؤد پالہی رحمۃ اللہ علیہ
-20 حضرت مولانا تقی الدین رحمۃ اللہ علیہ
-21 حضرت شیخ دھاور رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ جمال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضور بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اولین خلیفہ ہیں۔محبت و پیار میں فرمایا کرتے تھے۔جمال جمال ماست۔حضرت شیخ جمال الدین ہانسی کے رہنے والے تھے۔سلسلہ نسب حضرت سیدنا سراج الامہ امام اعظم ابوحنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے۔علم و فضل میں یگانہ زمانہ اور خطابت و بیان کا جادو جگاتے تھے۔جب حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہانسی تشریف لائے تو آپ کی کشش شیخ جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ کو بے اختیار آپ کی خدمت میں کھینچ لائی۔اپنی والہانہ خدمت اور خلوص کی بدولت وہ بہت جلد حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے منظور نظر بن گئے۔کہتے ہیں کہ دہلی سے واپس ہو کر بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے محض شیخ جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خاطر بارہ برس تک ہانسی میں سکونت اختیار فرمائی۔یہیں شیخ جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ آپ کی بیعت سے مشرف ہوئے اور خلافت کی دولت سے سرفراز ہوئے۔

آپ نے زندگی میں کئی دفعہ پاک پتن شریف حاضر ہونے کی سعادت حاصل کی۔ایک دفعہ علالت وضعف کی وجہ سے خود حاضر ہونے معذور تھے تو اپنی خادمہ کو جو ایک بوڑھی خاتون تھیں اور بڑی زاہدہ و عابدہ تھیں بھیجا۔حضور بابا صاحب ان کو مادر موناں کے لقب سے خطاب فرماتے جب آپ بارگار گنج شکر میں حاضر ہوئیں تو حضرت نے پوچھا! ہمارے جمال کا کیا حال ہے؟ اس نے عرض کیا۔حضور جس دن سے آپ کے مرید ہوئے ہیں۔اسباب دنیا اور شغل خطابت ترک کر دیا ہے ان کو بھوک و افلاس نے گھیر لیا ہے۔سخت مجاہدوں میں مشغول رہتے ہیں۔یہ سن کر حضور بابا صاحب مسکرائے اور فرمایا الحمد اللہ اچھی زندگی گزار رہا ہے۔

طویل مدت تک مرشد گرامی کی والہانہ خدمت کرتے رہے۔خانقاہ فریدی کے تمام درویشوں نے کوئی نہ کوئی کام اپنے ذمہ لے رکھا تھا۔شیخ جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد لنگر کے لئے جنگل سے ویلہ (ایک قسم کا جنگلی پھل) لانے کی خدمت تھی۔آپ اس کام کو نہایت مستعدی سے سر انجام دیتے تھے۔

''سیر الاقطاب'' میں حضرت شیخ جمال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ایک عجیب روایت درج ہے۔اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت خواجہ بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کئی بار شیخ جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ کو مانگا۔لیکن بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہر بار یہی جواب دیتے کہ'' جمال الدین ماست و کسے شخص جمال خویش بہ دیگرے نمی دہد'' آخر خواجہ بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے جذب باطنی سے شیخ جمال الدین کو اپنی طرف کھینچا۔

شیخ صاحب کے دل میں اضطراب پیدا ہو گیا اور انہوں نے بار بار مرشد گرامی رحمۃ اللہ علیہ سے خواجہ بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جانے کی اجازت طلب کی۔بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ان کا اصرار ناگوار گزرا اور ایک دن حال جلال میں شیخ جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا'' برو د روئے خود سیاہ کن'' آپ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلتے ہی شیخ جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ کا جمال صورت اور کمالات باطنی سلب ہو گئے اور وہ خانقاہ فریدی سے نکل کر دیوانہ وار دشت نوردی کرنے لگے۔مرشد گرامی کی ناخوشی ان کے لئے سوہان روح بن گئی تھی۔ہر وقت روتے تھے توبہ کرتے

تھے اور مرشد کو یاد کرتے تھے۔ حالت جذب وجنون میں کبھی جسم کے کپڑے پھاڑ ڈالتے اور کبھی سر پر خاک ڈالتے۔ اسی حالت میں ایک سال گزر گیا۔ ایک دن شیخ عالم نامی ایک سوداگر کا قافلہ اس جنگل سے گزرا۔ جہاں شیخ جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ پریشان حال پھر رہے تھے۔ شیخ عالم حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدت مند تھا۔ اس نے شیخ جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ کو پہچان لیا اور ان کے حال پر نہایت تعجب اور افسوس کا اظہار کیا۔ شیخ جمال رحمۃ اللہ علیہ ''ہائے فرید'' کا نعرہ مار کر بے ہوش ہو گئے۔ چند ساعت بعد ہوش آیا تو شیخ عالم سے التجا کی کہ دربار فریدی میں پہنچو تو میری طرف سے اتنا عرض کر دینا۔

حضرت گنج شکر قطب زماں قطب زمیں
چشم رحمت بکشا جانب درویش بہ بیں

شیخ عالم نے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر رقت انگیز پیرائے میں شیخ جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ کا حال بیان کیا اور ان کے لئے عفو کی التجا کی۔ آپ کو رحم آ گیا اور یہ رباعی ایک رقعہ میں تحریر کر کے شیخ عالم کے حوالے کی کہ جمال الدین کو پہنچا دو۔

رو گرد جہاں بگرد و پا آبلہ کن
گرہم چونمی یابی و مارا گلہ کن
یک صبح باخلاص بیابرد درما
گر کار تو بر نیار د آنگاہ گلہ کن

شیخ جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ کو یہ رقعہ پہنچا تو فرط مسرت سے بے خود ہو گئے۔ اسے بار بار چومتے اور آنکھوں سے لگاتے تھے۔ اسی وقت اجودھن کے لئے چل کھڑے ہوئے۔ مرشد گرامی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچ کر ان کے قدموں پر گر پڑے اور اس روئے کہ گھگی بندھ گئی۔ بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سینے سے لگا لیا اور تمام سلب کردہ کمالات واپس عطا کر دیئے۔ اس کے بعد شیخ جمال نے اس ذوق وشوق سے مرشد کی خدمت کی کہ پہلے سے بھی زیادہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے محبوب ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ کو خرقہ خلافت عطا فرمایا اور قطب ہانسی کا خطاب دے کر ہانسی جانے کا حکم دیا۔ ارشاد مرشد کی تعمیل میں شیخ جمال الدین ہانسی تشریف لائے اور ساری عمر اسی جگہ مقیم رہ کر اصلاح خلق میں مشغول

رہے۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تمام مریدوں اور خلفاء میں حضرت شیخ جمال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ عظیم الشان اعزاز حاصل ہوا کہ آپ مرشد گرامی کی طرف سے ''خلافت فریدی'' کے مصدق مقرر کیے گئے۔ چنانچہ جس مرید کو حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سند خلافت عطا فرماتے۔ اسے حکم دیتے کہ جب تک اس سند خلافت کی تصدیق وتوثیق شیخ جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ کی سند کی تصدیق نہ کرتے اور صاحب سند بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس فریاد کرتے تو آپ فرماتے۔

''پارہ کر وہ جمال الدین را فرید نتواں دوخت''

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے س ارشاد سے یہ نتیجہ اخذ کرنا صحیح نہ ہوگا کہ آپ سند خلافت کی تجدید کرنے سے عاجز تھے۔ فی الحقیقت آپ کے ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ جمال الدین میرا محب صادق اور محبوب ہے اور اس کی پسند اور ناپسند میری پسند اور ناپسند ہے۔ ''سیر الاقطاب'' اور ''خزینۃ الاصفیاء'' میں روایت ہے کہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بھانجے مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ کو سند خلافت عطا کرکے دہلی جانے کا حکم دیا تو ساتھ ہی ارشاد فرمایا کہ پہلے ہانسی جا کر شیخ جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ سے اپنی سند کی تصدیق کراؤ۔ مخدوم علاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ بڑے صاحب جلال بزرگ تھے۔ ہانسی پہنچ کر شیخ جمال الدین کی خدمت میں حاضر ہوئے تو رات کا وقت تھا۔ حجرے کا چراغ ہوا کے ایک تیز جھونکے سے بجھ گیا۔ مخدوم علاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی انگلی کھڑی کی اور وہ چراغ کی طرح روشنی دینے لگی۔ شیخ جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ کو ان کا اظہار کرامت پسند نہ آیا اور انہوں نے مخدوم علاؤ الدین کی سند خلافت چاک کر دی۔ مخدوم علاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ نے حالت جلال میں فرمایا۔ ''آپ نے میری سند چاک کی میں نے آپ کا سلسلہ چاک کر دیا۔'' یہ کہہ کر حضرت صابر رحمۃ اللہ علیہ واپس بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے اور سارا واقعہ بیان کیا۔ حضرت بابا صاحب نے فرمایا کہ ''تیر پہلوانان دیں خطا نمی رود'' یہ بتاؤ کہ تم نے جمال الدین کا سلسلہ کس طرف سے چاک کیا۔ مخدوم صابر رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا ''اول سے'' بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''یہ اچھا ہوا اللہ تعالیٰ کچھ مدت بعد تمہارے ایک مرید کی دعا سے جمال

الدین کا سلسلہ درست کر دے گا تمہیں میں نئی سند لکھ دیتا ہوں۔"

حضرت سلطان المشائخ شیخ نظام الدین بدایونی دہلوی کو بھی جب منصب خلافت پر متمکن فرمایا گیا تو ارشاد ہوا۔ نظام دہلی جاتے ہوئے ہمارے جمال سے خلافت نامہ پر مہر لگوا لینا۔ چنانچہ حضرت سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔

"میں حضور بابا صاحب کے حسب الارشاد حضرت جمال ہانسوی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کا معمول تھا کہ جب میں آپ کے پاس جاتا تو آپ تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے۔ اس مرتبہ خلافت نامہ لے کر میں ان کی خدمت میں گیا تو وہ خلاف معمول بیٹھے رہے۔ مجھے تعجب ہوا آپ نے فوراً فرمایا۔ مولانا نظام الدین آپکی تعظیم کے لئے نہ اٹھنے کی وجہ یہ ہے کہ میرے اور آپ کے درمیان الفت و محبت ہے۔

"من و تو یکے شدیم پیش خود برخاستن چہ گونہ روادارو"

غرضیکہ کافی دنوں کے بعد مناسب موقع پا کر میں نے اپنا خلافت نامہ حضرت قطب جمال کی خدمت میں پیش کیا تو وہ بہت خوش ہوئے اور یہ شعر پڑھا اور دستخط کر کے مہر لگا دی۔

خدائے جہاں را ہزاراں سپاس — کہ گوہر سپردہ بہ گوہر شناس

تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ شیخ جمال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ صاحب کرامت بزرگ تھے۔ لیکن اظہار کرامت سے حتی الوسع مجتنب رہتے۔ "جواہر فریدی" میں آپ کی ایک عظیم کرامت کا حال درج ہے۔ ایک دفعہ شیخ جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ شمس الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ اور کچھ دوسرے احباب کے ساتھ سفر کر رہے تھے۔ اثنائے سفر میں ایک گاؤں میں پہنچے۔ وہاں کے حاکم نے نہایت خوش دلی سے ان کا استقبال کیا اور بہت خاطر تواضع کی۔ ان ایام میں اس علاقہ میں سخت خشک سالی تھی اور مدت سے لوگ بارش کو ترس رہے تھے۔ شیخ جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ حاکم کی میزبانی سے بہت مسرور ہوئے اور دوسرے دن اس سے رخصت چاہی۔

حاکم نے استدعا کی کہ بارگاہ رب العزت میں بارش کے لئے دعا فرمائیے۔ شیخ جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ اس کی استدعا سن کر خاموش ہو گئے اور دل ہی دل میں بارش کے لئے دعا کی۔ چند

لمحوں کے اندر آسمان پر گھنگھور گھٹائیں چھا گئیں اور اس قدر بارش ہوئی کہ ہر طرف پانی ہی پانی نظر آنے لگا۔ وہاں کے لوگ اس قدر خوش ہوئے کہ انہوں نے ہر ایک مہمان کی خدمت میں ایک ایک گھوڑا مع ساز و سامان نذر کیا۔

آپ کی تصانیف میں دو کتابیں موجود ہیں۔ ایک آپ کا فارسی دیوان' دوسرا عربی زبان میں "ملہمات" کے نام سے ایک مقالہ آپ کے علم و فضل کی یادگار ہے۔

حضرت جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ۶۵۹ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ "جواہر فریدی" میں ہے کہ شیخ قطب الدین منور نواسہ شیخ جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ نے جس دن سے یہ حدیث پاک سنی کہ اَلْقَبْرُ روضہ مِنْ رِیَاضِ الْجَنَّةِ او حُفْرَةٌ من حُفُرَاتِ النیران (یعنی قبر ایک باغ ہے جنت کے باغوں سے یا ایک گڑھا ہے دوزخ کے گڑھوں سے) تو بہت رنجیدہ رہتے تھے اور ہر وقت عذاب قبر کے خوف سے بے قرار رہتے تھے۔"

وصال کے کچھ عرصہ بعد مزار انور پر گنبد تعمیر کرنے کے لئے دیواریں کھودی گئیں تو ایک طرف سے لحد مبارک کا منہ کھل گیا۔ جس میں سے خوشبو کی لپٹیں آنے لگیں۔ گویا جمال فرید رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک جنت کی کیاروں میں ایک کیاری ہے۔

سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ میں نے شیخ جمال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ کو وصال کے بعد خواب میں دیکھا فرماتے تھے کہ میں ہمیشہ نماز مغرب کی سنتوں کے ساتھ صلوٰۃ الروح اور فرضوں کے متصل آیۃ الکرسی پڑھا کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اسی عمل کے سبب بخش دیا۔ (جواہر فریدی)

حضرت شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ نجیب الدین متوکل حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے حقیقی بھائی تھے۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے خرقہ خلافت پانے کے بعد شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ مرشد گرامی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کے مطابق دہلی آ کر قیام پذیر ہو گئے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ ابھی

سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت نہیں کی تھی۔ دہلی پہنچنے کے تھوڑے ہی عرصہ کے اندر شیخ متوکل رحمۃ اللہ علیہ کے کمالات کی شہرت دور دور تک پھیل گئی اور ہزارہا لوگ آپ کے فیوض و برکات سے متمتع ہونے لگے۔ شیخ متوکل رحمۃ اللہ علیہ عبادت و ریاضت میں کمال انہماک رکھتے تھے۔ استغراق کا یہ عالم تھا کہ انہیں مہینہ دن اور شہر میں غلہ کے نرخ کی خبر بھی نہ ہوتی تھی۔ امیر اور غریب ان کے نزدیک یکساں تھے۔ ممکن نہ تھا کہ وہ کسی امیر سے امتیازی سلوک کریں۔ عوام میں وہ شیخ نجیب الدین شیر سوار کے نام سے مشہور ہو گئے تھے۔ ایک دفعہ شیخ نورالدین محمد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ شیخ فریدالدین رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی ہیں۔ شیخ متوکل رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ برادر صوری تو ہوں۔ برادر معنوی کون ہے؟ اس کی حقیقت خدا جانے پھر شیخ نورالدین نے پوچھا۔ ''شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ لوگ آپ کو متوکل کہتے ہیں۔'' جواب دیا'' نجیب الدین تو میں ہوں۔ متوکل کون ہے؟ یہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہونے سے پہلے اکثر شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ ان کی زبانی بابا صاحب کے حالات و کمالات سن کر غائبانہ بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدت مند ہو گئے۔ چنانچہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت کی بدولت اپنے مرشد گرامی کی خدمت میں حاضر ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔

آپ کے متوکل ہونے کی وجہ تسمیہ یوں بیان کی جاتی ہے کہ ایک مرتبہ عید کے روز شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ بھی عید گاہ میں تشریف لائے۔ لوگ ہر طرف سے آپ کے ہاتھ پاؤں چومنے کے لئے ٹوٹ پڑے۔ خراساں کے کچھ قلندر بھی وہاں موجود تھے۔ انہوں نے شیخ متوکل رحمۃ اللہ علیہ کا اس قدر احترام ہوتے دیکھا تو دل میں ٹھان لی کہ آج اس بزرگ ہستی کے مہمان بنیں گے۔ چنانچہ نماز عید کے بعد وہ شیخ متوکل رحمۃ اللہ علیہ کے مکان پر گئے اور آپ کے ہاں ٹھہرنے کی خواہش کی۔ حضرت شیخ نے فرمایا'' مرحبا خوش آمدید'' انہیں جماعت خانہ میں بٹھایا اور گھر کے اندر تشریف لے گئے۔ زوجہ محترمہ سے کہا کہ کچھ درویش آج ہمارے مہمان ہیں۔ ان کے طعام کا

انتظام کرو۔ زوجہ نے عرض کی کہ گھر کا حال آپ پر روشن ہے آج دو دن سے ہم سب فاقہ سے ہیں۔ شیخ نے فرمایا کہ اگر کوئی چادر یا سر پوش ہو تو وہی دے دو۔ تاکہ بازار میں فروخت کر کے مہمان کے لئے کھانا مہیا کروں۔ نیک بخت بیوی نے فوراً اپنا سر پوش (دوپٹہ) آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ لیکن اس میں بے شمار پیوند لگے ہوئے تھے اور اس قابل نہ تھا کہ فروخت ہو سکے۔ مجبوراً شیخ متوکل رحمۃ اللہ علیہ نے پانی کو کوزہ اٹھایا اور باہر آ کر مہمانوں سے فرمایا درویشو ہمیں معذور جانو کہ ماحضر یہی ہے۔ درویش اہل دل تھے انہوں نے اس پانی کو متبرک سمجھا اور اسے پی کر حضرت کے پاؤں چومے۔ حضرت شیخ اپنے حجرہ کے اندر جا کر عبادت میں مشغول ہو گئے۔ دل میں خیال آیا کہ آج عید کا دن کیسا گزرا کہ بچوں پر دو دن کا فاقہ ہے اور مہمانوں کو کھانا کھلانے کی توفیق بھی نہیں ہے۔ اتنے میں دیکھا کہ نورانی صورت کے ایک بزرگ حجرہ میں تشریف لائے اور فرمایا کہ باہر آؤ۔ شیخ متوکل رحمۃ اللہ علیہ باہر آئے تو دیکھا کہ صحن خانہ میں ایک خوان کھانے کا رکھا ہے اور وہ بزرگ کہیں نظر نہیں آتے۔ سمجھ گئے کہ یہ عطیہ خداوندی ہے چنانچہ یہ کھانا مہمانوں کو کھلایا اور خود بھی اہل وعیال سمیت کھایا۔

آپ کے توکل ایک اور واقعہ حضرت سلطان المشائخ بیان فرماتے ہیں۔

"شیخ الشیوخ العالم کے حلقہ ارادت میں آنے سے پہلے ایک دن میں شیخ نجیب الدین متوکل کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا۔ چنانچہ میں نے اس مجلس میں کھڑے ہو کر حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ ایک مرتبہ سورۃ فاتحہ وسورۃ اخلاص اس نیت سے پڑھیے کہ میں کہیں کا قاضی مقرر ہو جاؤں۔ جس پر شیخ متوکل نے خاموشی اختیار کی۔ میں یہ سمجھا کہ میری آواز آپ کے کانوں تک نہیں پہنچی۔ اس لئے پھر اپنی بات دہرائی اس پر شیخ مسکرائے اور کہا قاضی نہ بنو کچھ اور بنو۔"

حضور بابا صاحب کی نظر میں حضرت شیخ نجیب الدین متوکل کا مقام کیا تھا؟ اس بارے میں شیخ محقق کا بیان ہے۔

شیخ فرید الدین گنج شکر کی خدمت میں ایک شیخ نجیب الدین متوکل نے حاضری دی اور عرض کیا۔ لوگ کہتے ہیں کہ آپ مناجات میں "یارب" کہتے ہیں۔ جس کا جواب وہ آپ سنتے ہیں

لَبَّیْکَ عَبْدِیْ (اے میرے بندے میں تیری مدد کو حاضر ہوں) یہ سننے کے بعد شیخ گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔ اَلدَّرَجَافُ مُقَدَّمَةُ الْکُوْن (باتیں واقعات کا پیش خیمہ ہوتی ہیں) اس کے بعد شیخ متوکل نے کہا۔ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت خضر آپ کے پاس آتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں۔ یہ ابدال بھی آپ کی خدمت میں حاضری دیتے ہیں یہ سننے کے بعد صرف اتنا کہا۔ تم بھی تو ابدال ہو۔

آپ کے وصال کے متعلق یوں بیان کیا جاتا ہے کہ آپ حضرت بابا فرید کی خدمت میں انیس مرتبہ پاک پتن تشریف لائے۔ انیسویں بار جب آپ حضور سے رخصت ہو رہے تھے تو بابا جی نے حسب معمول یہ دعا نہ کی کہ اللہ میرے بھائی کو دوبارہ جلدی ملانا۔ وہی ہوا شیخ نجیب الدین متوکل اپنے شیخ اور برادر مکرم کو دوبارہ نہ دیکھ سکے اور حضور بابا صاحب کے وصال سے کچھ عرصہ پہلے واصل بحق ہو گئے۔ شیخ نجیب الدین متوکل رحمتہ اللہ علیہ کے تیں، فرزند تھے شیخ ا۔اعلا رحمتہ اللہ علیہ، شیخ احمد رحمتہ اللہ علیہ اور شیخ محمد رحمتہ اللہ علیہ ان کی اولاد ہندو پاکستان کے متفرق شہروں میں پائی جاتی ہے۔

مولانا سید بدرالدین اسحاق رحمتہ اللہ علیہ

حضرت مولانا سید بدرالدین اسحاق رحمتہ اللہ علیہ حضرت بابا فرید گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ کے خصوصی خادمین میں سے تھے۔ علاوہ ازیں آپ خلیفہ اور داماد بھی تھے۔ آپ علم و فضل اور زہد و تقویٰ میں بڑے فقید المثال تھے۔ آپ صحیح النسب سید تھے۔ آپ کے دادا سلطان شہاب الدین غوری کے دور میں بخارا سے دہلی آ کر آباد ہو گئے۔

آپ کا سلسلہ نسب پندرہ واسطوں سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک پہنچتا ہے۔ جو اس طرح ہے۔ خواجہ بدرالدین اسحاق رحمتہ اللہ علیہ بن خواجہ علی رحمتہ اللہ علیہ بن خواجہ اسحاق رحمتہ اللہ علیہ بن سید معین الدین (منہاج الدین) بن سید احمد رحمتہ اللہ علیہ بن سید محمود رحمتہ اللہ علیہ بن سید محمد رحمتہ اللہ علیہ بن سید فتح الدین رحمتہ اللہ علیہ بن سید جلال الدین رحمتہ اللہ علیہ بن سید صدر الدین رحمتہ اللہ علیہ بن سید قطب الدین رحمتہ اللہ علیہ بن سید

زکریا بن سید عمر رحمۃ اللہ علیہ بن حضرت امام زین عابدین رحمۃ اللہ علیہ بن حضرت امام حسین رحمۃ اللہ علیہ بن حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔

آپ کی پیدائش دہلی میں ہوئی جوانی کے عالم تک آپ نے دہلی کے نامور علماء سے تعلیم حاصل کی اور نہایت ہی قلیل مدت میں بے شمار علوم حاصل کر لئے۔ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ آپ کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ بخارا جا کر وہاں کے علماء سے مزید علمی استفادہ کیا جائے اور دل میں جو علمی الجھنیں پیدا ہو چکی تھیں۔ان کا خاطر خواہ حل تلاش کیا جائے۔اس غرض سے آپ اپنے ایک دوست کے ہمراہ بخارا جانے کے لئے دہلی سے چل دیئے۔جوں ہی پاک پتن کے پاس پہنچے تو دوست نے مشورہ دیا کہ یہاں ایک بزرگ شیخ فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ رہتے ہیں۔کیوں نہ ان مسائل کے بارے میں ان سے مذاکرہ کر لیا جائے۔سنا ہے کہ وہ شرح صدر اور تبحر علمی کے حامل ہیں اور واردین کے دل کے عقدے حل کرنے میں مشہور ہیں۔چنانچہ آپ حضور بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور بابا جی نے دوران گفتگو ان تمام مسائل کا حل اپنی تقریر لپذیر میں کر دیا۔حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ حیرت زدہ رہ گئے۔دل میں کہا کہ اس بزرگ کے پاس کوئی کتاب نہیں اور چادر اوڑھے ہوئے علم لدنی کی خبریں دے رہے ہیں۔یہ علم اکتسابی نہیں جس چیز کے لئے میں بخارا کا سفر کر رہا ہوں۔وہ تو مجھے یہیں مل گئی۔بخارا کا سفر ترک کیا اور ساری عمر حضور بابا صاحب کے قدموں میں گزارنے کا فیصلہ کیا۔

سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ" مولانا بدر الدین اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اس طرح خدمت کی کہ خدمت کا حق ادا کر دیا۔وہ سوتے' جاگتے' اٹھتے' بیٹھتے ہر وقت مرشد کے حکم کے منتظر رہتے تھے۔کوئی لمحہ ایسا نہیں گزرتا تھا کہ وہ مرشد کی خدمت پر کمربستہ نہ ہوں۔خانقاہ فریدی کے درویشوں میں ان کے ذمہ یہ خدمت تھی کہ جنگل میں جا کر لنگر خانہ کے لئے ایندھن لائیں۔مرشد کی خوشنودی کے لئے سالہا سال تک اس خدمت کو نہایت جاں فشانی سے سرانجام دیتے رہے۔"

حضرت مولانا نے حضور بابا صاحب کی خدمت اس طرح کی کہ آپ کے خلوص نے

حضرت کا دل موہ لیا۔ خلافت کی دولت سے مالا مال ہوئے۔ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ انہیں اس قدر عزیز جانتے تھے کہ اپنی لخت جگر سیدہ فاطمہ کا نکاح ان سے کر دیا تھا اور اس طرح انہیں اپنے گھر کا فرد بنا لیا تھا۔ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اس تعلق کی بنا پر خانقاہ فریدی کے تمام درویش خواجہ اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی نہایت تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ بالخصوص سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کو تو ان سے بے پناہ محبت تھی۔ کبھی کبھی حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ خواجہ اسحاق رحمۃ اللہ علیہ پر عجیب طریقے سے اظہار شفقت فرماتے۔ وہ یوں کہ بیعت کے خواہش مندوں کو کہہ دیتے کہ اپنا دست بیعت خواجہ اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں دے دو کہ اس کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے۔

خواجہ بدرالدین اسحاق رحمۃ اللہ علیہ بے حد رقیق القلب تھے اور ان پر ہر وقت خشیت الٰہی کا غلبہ رہتا تھا۔ آنکھوں سے آنسو کبھی تھمتے ہی نہ تھے۔

جواہر فریدی میں ہے کہ کثرت گریہ سے خواجہ اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی دونوں آنکھوں میں گل پڑ گئے تھے۔ سید محمد مبارک کرمانی رحمۃ اللہ علیہ کی بہن نے ایک دفعہ خواجہ اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ اے بھائی اگر آپ تھوڑی دیر کے لئے آنسو بہانا بند کر دیں تو میں آپ کی آنکھوں کا علاج کروں۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے بہن آنسو میرے اختیار میں نہیں ہیں۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اخبار الاخیار میں لکھتے ہیں۔ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ ایک دن شعر پڑھ رہے تھے۔

پیش صلابت غمش روح نطق نمی زند

اے زہزار صعوہ کم ترلس تو نواچہ بی زنی

"اس کے غم عشق کی شدت میں روح تک آواز نہیں نکالتی۔ اے انسان تیری ہستی کے ہزارویں حصے سے بھی کم ہے پھر بتا کہ تو کیوں نالہ وزاری کرتا ہے۔"

اس شعر کے ذوق میں پورا دن عالم تحیر میں بسر ہوا تھا کہ مغرب کے وقت شیخ نے آپ کو امام بنایا۔ آپ نے نماز شروع کی اور قرات کے بجائے یہی شعر زبان سے ادا ہوا۔ پھر بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ جب ہوش آیا تو شیخ نے پھر آپ ہی سے امامت نماز کے فرائض انجام دلائے۔

جماعت خانہ کا نظم و نسق آپ کے حوالے کیا گیا۔ حضرت کی طرف سے تعویذ لکھنے کا کام بھی آپ ہی سرانجام دیتے تھے اور کاملین درگاہ فریدی کے لئے خلافت نامہ بھی آپ ہی تحریر فرماتے تھے۔ ان کارہائے جلیلہ سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضور بابا صاحب کی بارگاہ میں حضرت مولانا کیا قرب و اختصاص کا درجہ رکھتے تھے۔

ایک دفعہ خواجہ اسحاق رحمۃ اللہ علیہ لنگر خانہ کے لئے ایندھن لانے کے لئے جنگل گئے تو حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دونو عمر صاحبزادے بھی آپ کے ہمراہ ہو لئے۔ ناگہاں جنگل سے ایک شیر نمودار ہوا۔ صاحبزادے ایک درخت پر چڑھ گئے۔ خواجہ اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی آستین اس شیر کے منہ پر ماری اور فرمایا "اے سگ یہاں سے دور ہو جا" شیر نے اپنا سر زمین پر رکھا اور پھر جنگل کی طرف بھاگ گیا۔

ملک شرف الدین حاکم دیپالپور' خواجہ بدرالدین اسحاق کی [illegible] صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مرید ہوا تھا۔ ایک دفعہ بادشاہ کا عتاب ملک شرف الدین پر نازل ہوا اور شاہی پیادے اسے گرفتار کر کے دیپالپور سے لے چلے۔ اس نے خواجہ اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے نام ایک رقعہ لکھا جس میں اپنی مصیبت کا حال بیان کیا اور اپنے ایک خادم کو دے کر کہا کہ یہ خواجہ اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچا دینا اور آج کل خربوزوں کا موسم ہے۔ کچھ خربوزے بھی خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نذر کے لئے لیتے جانا۔ خادم نے اس کے حکم کی تعمیل کی۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے رقعہ پڑھا اور پھر اجودھن کے قاضی صدرالدین سے جو وہاں موجود تھے۔ فرمایا کہ حاضرین مجلس میں خربوزے تقسیم کرو۔ انہوں نے خربوزے تقسیم کرنے شروع کئے تو فرمایا شرف الدین کا حصہ بھی نکالو۔ انہوں نے تعمیل ارشاد کی خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی دستار مبارک اتاری اور اس پر ملک شرف الدین کے حصے کا خربوزہ رکھ کر فرمایا "جب تک شرف الدین نہیں آئے گا ہم خربوزہ نہیں کھائیں گے" تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ ملک شرف الدین آ کر قدم بوس ہوا اور کہا "مجھے شاہی پیادے گرفتار کر کے لے جا رہے تھے کہ راستہ میں بادشاہ کا حکم پہنچا کہ ملک شرف الدین بے قصور ہے اسے چھوڑ دو۔ چنانچہ میں رہا ہو کر سیدھا یہاں آ رہا ہوں۔"

حضرت بابا صاحب کے وصال کے کچھ عرصہ بعد آپ پاک پتن شریف کی جامع مسجد قدیم میں تشریف لے آئے تھے۔آپ کا معمول تھا کہ صبح کی نماز سے چاشت تک گریہ وزاری کے ساتھ اپنے اوراد و وظائف میں مصروف رہتے تھے اور چاشت کے نفل ادا کرنے کے بعد طویل سجدہ فرماتے اور اتنا گریہ کرتے کہ سجدہ کی جگہ تر بتر ہو جاتی۔

حضرت مولانا کا وصال ۷ جمادی الاخر ۶۶۷ ہجری کو حضور بابا صاحب کے تین سال بعد اس طرح ہوا کہ آپ نے شدت مرض کے باوجود صبح کی نماز جماعت سے ادا کی۔اوراد وظائف پورے کئے یہاں تک کہ اشراق کا وقت ہو گیا۔اشراق ادا کی نماز چاشت تک پھر مشغول رہے۔چاشت کے نفل ادا کرنے کے بعد حسب معمول سجدہ میں سر رکھا۔گریہ وزاری کی اس کے بعد بلند آواز سے ایک مرتبہ ''اللہ'' کہا اور سجدہ ہی میں واصل بحق ہو گئے۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی کے بطن سے آپ کے دو صاحبزادے تھے۔سید محمد امام' سید موسیٰ۔حضرت مولانا کے وصال کے بعد صاحبزادگان حضرت سلطان المشائخ کے پاس دہلی تشریف لے گئے تھے۔دونوں کی تعلیم و تربیت آپ کی نگرانی میں ہوئی۔تکمیل ظاہری و باطنی کے بعد خلافت سے سرفراز فرمایا۔حضرت سید محمد امام کو حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ مجالس اپنا قائم مقام بنا کر بھیجا کرتے تھے اور لوگوں کو اپنی موجودگی میں آپ کا مرید کرایا کرتے تھے۔یہ طریقہ حضور بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بھی تھا کہ اپنی موجودگی میں ارادت مندوں کو فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مولانا سے بیعت کر لو کہ ان کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے۔

خواجہ بدرالدین اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی یادگار ان کی دو تصانیف ہیں۔ایک علم صرف کی کتاب جو نظم میں ہے۔دوسری ''اسرار الاولیاء'' جس میں حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات جمع کئے گئے ہیں۔

حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ

حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے اکابر خلفاء میں

سے ہیں۔ آپ کا اصل نام سید نظام الدین محمد رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ مگر آپ سلطان المشائخ محبوب الٰہی اور سلطان الاولیاء کے خطاب سے مشہور ہیں۔ آپ کے مرشد آپ کو عموماً بابا نظام کہہ کر پکارتے تھے۔ آپ کے دادا سید علی بخاری اور نانا سید عرب ہم جد تھے۔ آپ کے والد کا نام احمد تھا۔ اس لحاظ سے آپ نجیب الطرفین سید تھے۔

آپ کے آباؤ اجداد سلطان شمس الدین التمش کے ابتدائی عہد حکومت میں بخارا سے ہجرت کر کے لاہور وارد ہوئے اور پھر وہاں سے نقل مکان کر کے بدایوں میں آباد ہو گئے۔ بدایوں اس وقت علماء و صلحاء کا مسکن ہونے کی وجہ سے "قبۃ الاسلام" کہلاتا تھا۔ یہیں آپ کے والد ماجد سید احمد رحمۃ اللہ علیہ اور والدہ بی بی زلیخا رحمۃ اللہ علیہا کا عقد ہوا۔ اسی شہر میں ۲۷ صفر ۶۳۴ھ کو آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

سید محمد بن سید احمد بن سید علی بن سید عبداللہ خلمی بن سید حسن خلمی بن سید علی مشہدی بن سید احمد مشہدی بن سید ابی عبداللہ بن سید علی اصغر بن سید جعفر ثانی بن امام علی نقی رحمۃ اللہ علیہ بن امام محمد تقی رضی اللہ عنہ بن امام علی رضا رضی اللہ عنہ بن امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ بن امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ بن امام محمد باقر رضی اللہ عنہ بن امام علی زین العابدین رضی اللہ عنہ بن سید الشہداء امام حسین رضی اللہ عنہ بن حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔

پانچ سال کی عمر میں سایہ پدری سر سے اٹھ گیا۔ والدہ بی بی زلیخا رحمۃ اللہ علیہا بڑی جلیل القدر خاتون تھیں اور زہد و تقویٰ کے لحاظ سے حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کی مثیل تھیں۔ سرتاج کی وفات کے بعد انہوں نے نہایت صبر اور حوصلہ سے کام لیا اور سوت کات کات کر اپنے لخت جگر کی پرورش کرنے لگیں۔ عسرت کے ان دنوں میں کبھی کبھی ماں بیٹوں پر فاقہ آ جاتا۔ اس دن بی بی زلیخا رحمۃ اللہ علیہا فرزند سے فرماتیں۔ "بابا محمد آج ہم لوگ خدا کے مہمان ہیں۔" شروع شروع میں نوعمر فرزند والدہ کے ارشاد کا مطلب نہ سمجھ سکے۔ جب سمجھے تو اس میں لذت محسوس کرنے لگے۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ میں کئی کئی دن فاقہ کے انتظار میں رہتا کہ کس دن والدہ صاحبہ مجھ سے فرمائیں۔ "بابا محمد آج ہم لوگ خدا کے مہمان ہیں۔"

''حضرت بی بی زلیخا رحمۃ اللہ علیہا نے صاحبزادے کی تعلیم وتربیت پر خاص توجہ دی اوران کو تعلیم کے لئے بدایوں کے نامور عالم مولانا سید علاؤ الدین اصولی رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کیا۔ مولانا اصولی رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت توجہ اور محبت باطنی سے آپ کو تعلیم دی۔ چند سال بعد جب آپ فارغ التحصیل ہو گئے تو والدہ ماجدہ نے شہر کے علماء ومشائخ کو بلا کر جلسہ دستار بندی منعقد فرمایا۔ بدایوں کے ایک صاحب کمال درویش حضرت علی مولا بدایونی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے سر پر دستار فضیلت باندھی اور دعا دی کہ اللہ تعالیٰ تم کو علم کی وافر دولت عطا فرمائے۔ کہتے ہیں اسی مجلس میں بعض بزرگوں نے پیشین گوئی کی کہ اس لڑکے کا سر کسی انسان کے آگے نہیں جھکے گا۔ اس کے بعد آپ کا شمار بدایوں کے نامور علماء میں ہونے لگا۔ قرآن مجید بھی یہیں حفظ کر لیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے پناہ ذہانت وفطانت عطا کی تھی۔ بحث ومباحثہ میں کمال مہارت رکھتے تھے۔ اس وجہ سے لوگوں میں نظام الدین بحاث یا محفل شکن مشہور ہو گئے تھے۔

کچھ عرصہ بعد مزید تعلیم کے لئے والدہ ماجدہ کے ہمراہ دہلی تشریف لے گئے۔ ایک روایت کے مطابق اس وقت آپ کی عمر پچیس برس کی تھی۔ دہلی میں آپ نے مولانا شمس الدین خوارزمی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ وہ اس دور [illegible] روزگار علماء میں سے تھے۔ انہوں نے حضرت سلطان المشائخ پر خاص نظر عنایت مبذول کی اور آپ نے تھوڑے ہی عرصہ میں وہاں سے سند فضیلت حاصل کر لی۔ بعض روایات کے مطابق آپ نے دہلی میں مولانا کمال الدین زاہد رحمۃ اللہ علیہ سے بھی استفادہ کیا اور ان سے مشارق الانوار کا درس لیا۔

جن دنوں حضرت سلطان المشائخ دہلی میں تحصیل علم میں مشغول تھے۔ آپ کو اپنی والدہ محترمہ کی وفات کا صدمہ جانکاہ اٹھانا پڑا۔ وہ صاحب نسبت اور مستجاب الدعوات تھیں۔ خشیت الٰہی کے غلبہ سے ہر وقت روتی رہتیں۔ وفات سے چند دن پہلے کھانا پینا چھوٹ گیا اور انہیں معلوم ہو گیا کہ اب خالق حقیقی کی طرف بلاوا آیا ہی چاہتا ہے۔ سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ جمادی الاخریٰ کا چاند دیکھ کر سلام کے لئے والدہ ماجدہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو بے اختیار منہ سے نکل گیا۔ ''میرے بچے آئندہ مہینے کس کے سلام کو آؤ گے اور کس سے دعائیں لو گے۔'' سلطان

المشائخ بے تاب ہو گئے اور رو رو کر کہا اماں جان ہم آپ کے بغیر کیسے جئیں گے۔ والدہ نے تسلی دی اور فرمایا کہ اس وقت جا کر سو رہو اور صبح آنا۔ سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ نے رات نہایت بے چینی سے گزاری۔ علی الصباح والدہ ماجدہ کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے آپ کا داہنا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور آسمان کی طرف منہ کر کے کہا "الٰہی یہ بے کس یتیم اب تیرے حوالے ہے۔" یہ کہا اور جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ بی بی زلیخا رحمۃ اللہ علیہا کا مزار دہلی میں آج بھی مرجع خلائق ہے۔

آپ کا قیام حضور بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے بھائی اور پیارے خلیفہ حضرت خواجہ نجیب الدین متوکل کے ہمسایہ میں رہا۔ دونوں بزرگوں میں راہ و رسم بڑھ کر دلی دوستی اور باہمی محبت میں ڈھل گئی۔ حضور بابا صاحب سے آپ کا تعلق خاطر بچپن ہی میں ہو گیا تھا۔ اس بارے میں اخبار الاخیار میں حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں۔

"جب آپ کی عمر بارہ سال ہوئی۔ تو کتب کشف پڑھتے تھے۔ ایک دن ایک قوال جس کا نام ابوبکر تھا۔ ملتان سے بدایون میں آیا اور آپ کے استاد گرامی کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میں شیخ بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت سے شرف یاب ہوا اور پھر شیخ موصوف کے مناقب و مجاہد تفصیل سے بیان کرنے لگا۔ حضرت سلطان المشائخ بھی سنتے رہے لیکن آپ کو ذرا رغبت نہ ہوئی۔ اس کے بعد اسی قوال نے حضور بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر پاک شروع کر دیا۔ کہا کہ میں قصبہ اجودھن (پاک پتن شریف) میں گیا تو ایسے ایک شیخ گرامی کی زیارت نصیب ہوئی جو اس زمانے میں کرامت و اتقاء زہد و ورع میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ طالبوں کو بیعت کرتے ہی خدا تک پہنچا دیتے ہیں۔ ان کی نظر کیمیا کے اثر سے کاملین فیض یاب ہوتے ہیں۔ خدا نے ان کو اپنی نعمتوں کا قاسم بنایا ہے۔

حضرت سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ حضور بابا صاحب کا ذکر سن کر میرے دل میں شوق زیارت پیدا ہو گیا اور اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے ہر وقت آپ کا خیال بندھ گیا۔ آخر شیخ نجیب الدین متوکل کے وسیلے سے حضرت کی خدمت بابرکت میں پاک پتن شریف حاضر ہوا۔ جب میں نے شرف پابوسی حاصل کیا تو آپ نے یہ شعر پڑھا۔

ندائے آتش فراقت و لہا کباب کردہ   سیلاب اشتیاقت جانہا خراب کردہ

اس کے بعد میں نے بھی چاہا کہ شرح اشتیاق وشوق قدم بوسی کا کچھ حال عرض خدمت کروں۔لیکن آپ کی ذات کی ہیبت وعظمت نے اتنا مبہوت کر دیا کہ دل تھرتھرا اٹھا۔صرف اتنا کہہ سکا کہ مجھ پر بھی حضرت کی قدم بوسی کا اشتیاق بہت غالب تھا۔حضور بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہ فراست نے آثار دہشت میرے چہرے پر ملاحظہ فرمائے تو کہا۔ ہر آنے والا اسی قسم کے حال سے دوچار ہوتا ہے۔ چھ پارے قرآن مقدس کی تفسیر دوبارہ پڑھائی۔اس کے بعد شرف بیعت سے نوازا۔میں نے عرض کیا کہ اب میرے لئے کیا حکم ہے۔تعلیم وتعلم میں مشغول رہوں یا اوراد و نوافل میں حضرت نے فرمایا کہ میں کسی کو پڑھنے پڑھانے سے منع نہیں کرتا ہوں۔ یہ بھی کرو اور وہ بھی کرو پھر دیکھو کہ غلبہ کس کو ہے۔فقیر کو علم بھی ضروری ہے تا کہ شیطان کے دھوکے میں نہ آئے۔

چند روز کے بعد ۲۱ ربیع الاول ۶۵۴ ہجری کو چہار شنبہ کے دن مجھے خلعت خلافت سے نوازا اور دہلی جانے کی اجازت دی۔

سند خلافت پانے کے بعد حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے تمام زندگی دہلی میں گزار دی۔صرف چند مواقع پر تھوڑے تھوڑے عرصہ کے لیے دہلی سے باہر تشریف لے گئے۔شروع شروع میں دہلی پہنچ کر کسی مستقل جگہ قیام نہ کیا۔متعدد جگہوں پر تھوڑے تھوڑے دن رہ کر مجاہدات و ریاضات کرتے رہے۔جب شہر میں ہجوم خلائق بڑھا تو شہر سے باہر غیاث پور میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔یہی جگہ اب بستی نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کہلاتی ہے۔

قیام غیاث پور کا ابتدائی زمانہ بری عسرت میں گزارا۔کئی کئی دن کا فاقہ ہو جاتا۔آپ کے دو مرید مولانا برہان الدین غریب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا کمال الدین یعقوب پٹنی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس حال میں آپ کے شریک تھے۔چند سال بعد مرشد گرامی (حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ) کی توجہ اور دعا سے فتوح کی وہ کثرت ہوئی کہ بادشاہوں کو بھی رشک آتا تھا۔اس ضمن میں تذکروں میں کچھ اور روایات بھی درج ہیں۔ایک دلچسپ روایت یہ ہے کہ ایک دفعہ حضرت محبوب الٰہی اور آپ کے مریدوں پر چار دن کا فاقہ گزر گیا' پانچویں دن ایک بڑھیا کچھ آٹا لائی۔شیخ کمال الدین

یعقوب رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ایک ہنڈیا میں ڈال کر آگ پر رکھ دیا۔ اتفاق سے ایک گدڑی پوش فقیر پہنچا اور اس نے کھانا طلب کیا۔ محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے وہ ہنڈیا اس کے سامنے رکھ دی کہ ماحضر تناول فرمایئے۔ درویش نے ہنڈیا سے چند گرم گرم لقمے منہ میں ڈالے اور پھر اسے یہ کہتے ہوئے زمین پر دے مارا۔

"شیخ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نعمت باطن شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ ارزانی داشت و من دیگ فقر ظاہری او بشکستم حالا سلطان ظاہری و باطنی شدی" اتنا کہہ کر یہ درویش وہاں سے غائب ہو گیا۔

کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ظاہری حالت میں یکسر انقلاب آ گیا۔ جس خانقاہ میں کئی کئی دن چولھا گرم نہ ہوتا تھا۔ وہاں رات دن لنگر جاری رہتا تھا اور باورچی خانہ ہر وقت گرم رہتا تھا۔ ہزارہا لوگ نہ صرف لنگر سے مستفیض ہوتے بلکہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے بہت کچھ نقد بھی پاتے۔ شیخ نصیر الدین فراغ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ دولت کا ایک دریا ہے جو محبوب الٰہی کے دروازے کے آگے بہ رہا ہے۔ صبح سے عشاء تک لوگ نذریں پیش کرتے رہتے۔ لیکن ان سے زیادہ سائل آتے اور کوئی [illegible] ذات منبع جود و سخا بن گئی تھی۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اتنا اثر و اقتدار عطا فرمایا کہ بادشاہان وقت بھی آپ سے خم کھاتے تھے۔ باوجود اس قدر فارغ البالی کے آپ نے اپنی درویشانہ وضع آخر دم تک ترک نہ کی۔ نہایت کثرت سے روزے رکھتے لنگر میں مہمانوں کے لئے عمدہ سے عمدہ کھانے پکواتے۔ لیکن خود نہایت معمولی اور قلیل غذا تناول فرماتے۔ خادموں کو سخت تاکید تھی کہ مال جمع نہ ہونے پائے۔ ہزاروں روپے روزانہ آتے تھے اور روزانہ خرچ ہو جاتے تھے۔ ہر جمعہ کو توشہ خانہ مال اور غلہ سے بالکل خالی کرا دیتے اور اس کے بعد نماز جمعہ کے لئے تشریف لے جاتے۔ عبادات سے آپ کے شغف کا یہ عالم تھا کہ تمام عمر صائم الدہر رہے اور دن رات میں کئی سو رکعتیں نماز پڑھا کرتے تھے۔ پنج گانہ نمازیں ہمیشہ باجماعت ادا کرتے اور تہجد اشراق اور چاشت کی نمازوں کی نہایت التزام سے پابندی فرماتے۔ آپ کی خانقاہ میں ہر وقت قال اللہ

وقال الرسول کی صدائیں گونجتیں اور انوار الٰہی کی بارش ہوتی رہتی۔
فی الحقیقت آپ کی خانقاہ ایک عظیم الشان دینی درس گاہ بن گئی تھی۔ جہاں سے ہزاروں تشنہ گان علم اپنی علمی پیاس بجھاتے اور ہزاروں فساق و فجاز تائب ہو کر ہدایت کی راہ پر گامزن ہو جاتے۔

''سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغی مساعی کی بدولت ہزاروں بے نماز نماز کے پابند ہو گئے اور ہزاروں بدکار بدکاری سے تائب ہو کر احکام الٰہی کے سختی سے پابند ہو گئے۔ آپ کے اخلاق حمیدہ کو دیکھ کر ہزاروں لوگوں کی زندگیاں بدل گئیں۔ ان کے معاملات میں سچائی پیدا ہو گئی اور وہ کثرت سے عبادات میں مشغول رہنے لگے۔ آپ کا در کرم ہر ایک کے لئے کھلا ہوا تھا اس میں غریب و امیر' عالم و جاہل' شریف و رذیل' بادشاہ فقیر کسی کی تمیز نہ تھی۔ سب کو نیکی اور توبہ کی تلقین فرماتے۔ آپ کی برکات و فیوض کی بدولت شراب' دروغ گوئی' سود جوا کم تولنے اور آمیزش کرنے اور اس طرح کی دوسری برائیوں کا نام و نشان تک مٹ گیا تھا۔ عوام الناس کا تمام رجحان دین کی طرف ہو گیا تھا۔ مسجدیں نمازیوں سے پر رہتی تھیں۔

حضرت سلطان المشائخ کے عقیدت مندوں میں عوام' امراء' وزراء' درویش سبھی شامل تھے۔ لیکن آپ کی بے نیازی کا یہ عالم تھا کہ خود کبھی کسی امیر یا وزیر حتی کہ کسی بادشاہ تک کے ہاں تشریف نہیں لے گئے۔ سلطان جلال الدین خلجی آپ سے ملاقات کا خواہش مند تھا لیکن آپ بادشاہ کے آنے کی خبر سن کر اجودھن میں روانہ ہو گئے۔ کیونکہ انہیں کسی بادشاہ کا تقرب پسند نہیں تھا۔ سلطان علاؤ الدین خلجی بھی آپ کا عقیدت مند تھا۔ جب اس نے درنگل پر فوج کشی کی تو محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے فتح کی بشارت دی۔ اپنے ایک خادم کو سلطان نے ہدایت کر رکھی تھی کہ محفل سماع میں محبوب الٰہی کو جس شعر پر وجد آئے لکھ لیا کرے۔ چنانچہ بادشاہ برکت کے لئے وہ اشعار سنا کرتا تھا اور اس پر عجیب کیفیت طاری ہوتی تھی۔ اس کے دو فرزند خضر خان اور شادی خان حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کے مخلص مریدوں میں شامل تھے۔ سلطان علاؤ الدین خلجی کی وفات کے بعد قطب الدین خلجی خضر خان اور شادی خان کو قتل کر کے تخت نشین ہوا۔ (۷۱۶ھ) اس کو

حضرت محبوالٰہی رحمۃ اللہ علیہ سے سوء ظن تھا چنانچہ اس نے حکم دیا کہ آئندہ کوئی سرکاری ملازم سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں نہ جائے اور نہ کوئی نذر آپ کو بھیجے۔ سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کو بادشاہ کے حکم کا علم ہوا تو آپ نے خدام درگاہ سے فرمایا کہ آج سے خانقاہ کے اندر و باہر لنگر کا خرچ دگنا کر دو۔ چنانچہ اس دن سے لنگر کا خرچ دگنا ہو گیا اور روزانہ سولہ سترہ ہزار آدمی آپ کے یہاں کھانا کھاتے۔ بادشاہ کو اطلاع ملی تو پیچ و تاب کھا کر خاموش ہو گیا۔ اس کے بعد بادشاہ نے محبوب الٰہی کو اپنے دربار میں حاضر ہونے کا حکم دیا لیکن حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے معذوری کا اظہار فرمایا۔ بادشاہ کے غیظ و غضب کی انتہا نہ رہی اس نے ایک تحریری حکم سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کو ہر قمری مہینہ کی پہلی تاریخ کو دربار میں حاضر ہونے کے لئے بھیجا۔ سلطان المشائخ نے فرمایا میں اپنے پیران عظام کے طریقہ کے خلاف کوئی عمل نہ کروں گا۔ دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا ظہور میں آتا ہے۔ خدا کی قدرت کہ مہینہ کی آخری رات کو محل کے اندر شورش ہوئی اور قطب الدین اپنے منظور نظر غلام خسرو خان کے ہاتھ سے مارا گیا۔

خسرو خان نے تخت نشین ہو کر سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پانچ لاکھ ٹنکے بھیجے۔ آپ نے یہ رقم اسی وقت غربا و مساکین میں تقسیم کر دی۔ چار ماہ بعد سلطان غیاث الدین تغلق خسرو خان کو قتل کر کے تخت پر بیٹھا۔ اسے بھی سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ سے چشمک تھی۔ چنانچہ اس نے محبوب الٰہی کو پیغام بھیجا کہ خسرو خان نے جو رقم آپ کو بھیجی تھی وہ خزانہ شاہی میں جمع کرائیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کہلا بھیجا کہ جس وقت میرے پاس یہ رقم آئی تھی میں نے اسی وقت حاجت مندوں میں تقسیم کر دی تھی اور اپنے پاس ایک حبہ بھی باقی نہ رکھا تھا۔ اب میرے پاس کیا ہے جو خزانہ شاہی میں جمع کراؤں اس کے بعد بادشاہ نے مسئلہ سماع میں سلطان المشائخ سے اختلاف کیا اور بڑے بڑے علماء و مشائخ کو مناظرے کے لئے بلایا۔ اس مجلس میں سلطان المشائخ بھی شریک ہوئے۔ سارا دن بحث جاری رہی۔ سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ نے نفس غنا کے جواز میں حدیثیں پیش کیں تو مخالف علماء نے کہا کہ امام خلیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول پیش کرو۔ آپ نے فرمایا کہ حدیث کے مقابلے میں حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا قول کیسے پیش کیا جا سکتا ہے۔ اتفاق سے اس

مجلس میں مولانا بہاؤالدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے نواسے مولانا علم الدین رحمۃ اللہ علیہ بھی تشریف لے آئے۔ وہ ایک عالم متبحر تھے اور شام عراق فلسطین و ماوراالنہر وغیرہ کی سیاحت کر چکے تھے۔ بادشاہ نے ان سے پوچھا کہ وہاں کے علما، ومشائخ کا کیا مسلک ہے۔ مولانا علم الدین نے فرمایا وہاں کے لوگ عام طور پر سماع کی حلت کے قائل ہیں۔ بادشاہ نے ان کا ارشاد سن کر سلطان المشائخ سے مزید تعرض نہ کیا اور آپ کو یہ کہہ کر رخصت کیا آپ جیسے لوگ سماع سن سکتے ہیں۔

ایک بار حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی خانقاہ میں ایک باؤلی بنوانی شروع کی۔ (یہ باؤلی آج کل بھی درگاہ خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ میں موجود ہے) غیاث الدین تغلق نے تمام مزدوروں کو اپنے یہاں بلا کر کام پر لگا دیا۔ لیکن مزدوروں کی سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت کا یہ عالم تھا کہ شاہی کام سے فارغ ہونے کے بعد رات کو مشعل جلا کر باؤلی کھودتے۔ بادشاہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اثر سے بہت خائف ہوا۔ چند دن بعد لکھنوتی (بنگالہ) کی مہم پر گیا واپسی سفر کے دوران میں اس نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو پیغام بھیجا کہ میرے دہلی پہنچنے سے قبل آپ غیاث پور سے باہر چلے جائیں۔ کیونکہ آپ کی وجہ سے وہاں لوگوں کا بہت ہجوم رہتا ہے اور شاہی ملازمین کو جائے رہائش تلاش کرنے میں وقت ہوتی ہے۔ حضرت [illegible] دوراست'' خدا کی قدرت کہ بادشاہ ابھی دہلی سے تین میل دور تھا کہ اس کی جائے قیام کی چھت یکایک گر پڑی اور وہ اس کے نیچے دب کر مر گیا۔ غرض سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کی پوری زندگی اس طرح گزری کہ نہ کسی بادشاہ کے دربار میں حاضری دی اور نہ کسی بادشاہ سے مرعوب ہوئے۔

حضرت سلطان المشائخ کی بے مثل جود وسخا۔ مہمان نوازی اور عبادت کا ذکر پیچھے آچکا ہے۔ آپ کے استغنا کا یہ عالم تھا کہ ایک موقع پر سلطان جلال الدین خلجی اور دوسرے مواقع پر عقیدت مند امراء کی طرف سے آپ کی خدمت میں جاگیری (گاؤں' زمین بعض باغات وغیرہ) پیش کی گئیں لیکن آپ نے لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا۔

''از خواجگان ما ومشائخان ما ہیچ کس ازیں قبول نہ کردہ است''

وسعت قلب کی یہ کیفیت تھی کہ بدترین مخالفوں کو بھی معاف کر دیتے تھے اور ان کے

خلاف کسی قسم کا کینہ دل میں نہیں رکھتے تھے۔ مخالفوں کی گستاخانہ باتیں سن کر مسکرا دیتے تھے۔ رسول اکرم ﷺ سے بے پناہ محبت تھی حضور ﷺ کا ذکر سنتے ہی چشم پرآب ہو جاتے۔

مرشد گرامی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی والہانہ محبت تھی ان کے وصال کے بعد صاحبزادوں اور دوسرے پیر بھائیوں کی مقدور بھر خدمت کرتے رہے۔ لوگوں کو آپ کی درگاہ سے ہزار ہا روپے کے کپڑے تقسیم ہوتے۔ لیکن آپ کے اپنے لباس میں بے شمار پیوند لگے ہوتے۔ لنگر میں عمدہ سے عمدہ کھانے تیار ہوتے اور لوگوں کو کھلائے جاتے لیکن خود ایک روٹی سبزی یا تلخ کریلے کے ساتھ کھا کر روزہ افطار فرماتے۔ غرض آپ کی ذات گرامی زہد و اتقا صبر و قناعت جود و سخا حلم و عفو اور فقر و استغنا کا مجموعہ تھی۔

۷۲۵ھ میں آپ علیل ہو گئے چونکہ ہمیشہ ریاضت و مجاہدہ میں لگے رہتے تھے اور اکثر روزہ سے رہتے تھے۔ اس لئے جسمانی طور پر پہلے ہی کمزور تھے' بیماری نے اور لاغر بنا دیا' پھر یہ عمر مبارک نوے برس کے قریب ہو چکی تھیں۔ چنانچہ بیماری کے دنوں میں کمزوری سرعت سے بڑھنے لگی وفات سے چالیس روز قبل کھانا پینا بالکل چھوڑ دیا تھا۔ دوا کی طرف بھی مطلق توجہ نہ فرماتے تھے۔ جیسا کہ پہلے خواجہ بندہ نواز کا بیان نقل کیا جا چکا ہے۔ خواجہ صاحب کی آنکھیں ہمیشہ نمناک رہتی تھیں اور اکثر روتے رہتے تھے' کثرت گریہ سے چہرے پر زخم جیسے نشان پڑ گئے تھے۔ علالت کے ان دنوں میں رونے کی یہ کیفیت اور زیادہ شدت اختیار کر گئی اور آنکھوں سے آنسو جاری رہنے لگے۔ جب کھانے پینے کے لیے اصرار کیا جاتا تو فرماتے۔

''کسیکہ مشتاق حضرت رسالت ﷺ باشد او طعام دنیا چگونہ''

جب مرض الموت کی شدت ہوئی تو آپ سے دوا پینے کے لئے اصرار کیا گیا مگر آپ نے نہ پی اور فرمایا۔

''درمند عشق را دارو بجز دیدار نیست''

سلطان محمد تغلق نے خواجہ صاحب کی بیماری کو بڑھتا دیکھ کر اپنا شاہی طبیب آپ کے علاج کے لئے بھیجا' ساتھ یہ بھی کہلا بھیجا کہ مجھے بھی آپ کی عیادت کا اشتیاق ہے اگر اجازت ہو تو

میں قدم بوسی کے لئے حاضر ہو جاؤں۔

جب طبیب آیا اس وقت خواجہ صاحب پر غشی کی حالت طاری تھی اور رہ رہ کر بے ہوشی کے دورے پڑتے تھے۔ جب ہوش آتا تو دریافت فرماتے میں نے نماز پڑھی ہے یا نہیں جب عرض کیا جاتا کہ آپ نے نماز پڑھی ہے تو مکرر نماز پڑھنے لگ جاتے۔

وفات

بعد ازاں حضرت نے فرمایا حضرت شیخ العالم تشریف لائے ہیں۔ مجھے تعظیم کے لئے اٹھاؤ۔ ہم سب آگے بڑھے تاکہ حضرت کو سہارا دے کر اٹھایا جائے اچانک حضرت پر سکوت طاری ہو گیا اور سانس کی حرکت بھی بند ہو گئی۔ اس وقت ہم سب جان گئے کہ سورج غروب ہو گیا۔ حالانکہ وقت چاشت کا تھا اور سورج آسمان پر تیزی سے چمک رہا تھا۔ (روز چہار شنبہ ۱۸ ربیع الاخر ۷۲۵ھ کو وفات پائی) ہم سب کی حالت پہلے تو سکتے کی سی ہو گئی جو کھڑا تھا وہ دم بخود اسی طرح کھڑا رہا اور جو بیٹھا تھا وہ بت کی طرح بے حس و حرکت بیٹھا رہ گیا۔ اقبال' مبشر اور عبدالرحیم کی بے قراری حد سے بڑھی ہوئی تھی۔ خواجہ سید محمد امام اور قاضی سید محی الدین کاشانی اور خواجہ سید موسیٰ اور سید حسین کرمانی وغیرہ مخلصین خاص بہت زیادہ اندوہگین اور مضطرب تھے خلف بھی رو رہے تھے۔ مگر کوئی شخص صبر وضبط کی حد سے آگے نہ بڑھتا تھا۔ یعنی چیخ چیخ کر کوئی نہ روتا تھا۔

اچانک اطلاع ملی کہ سلطان محمد تغلق آیا ہے اور حضرت رکن الدین سہروردی بھی تشریف لائے ہیں۔ سلطان نے حضرت کے پلنگ کے قریب آ کر چہرہ مبارک کھول کر زیارت کی اور بہت رویا' پھر پوچھا دفن کا انتظام کہاں ہو گا۔ سید حسین کرمانی رحمۃ اللہ علیہ نے آگے بڑھ کر بادشاہ سے حضرت کی وصیت کا ذکر کیا اور تالاب کے اندر دفن کرنے کی تجویز بادشاہ کو سنائی۔ بادشاہ نے اسے پسند کیا اور حکم دیا کہ احمد ایاز خواجہ یہاں شاہی مزدوروں کے لئے فوراً انتظام کرے یہ سن کر میں اسی وقت گھوڑے پر سوار ہو کر شہر کو گیا۔ وہاں سے مزدوروں کو لایا اور تھوڑی دیر میں تالاب بھر دیا گیا۔ وہاں قبر تیار کر دی گئی۔

حضرت شیخ رکن الدین سہروردی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ بادشاہ کے علاوہ ان لوگوں نے بھی میت کو کندھا دیا جو خواجہ صاحب کی زندگی میں ان کے مخالف تھے۔ یہ غالباً بادشاہ کو خوش کرنے کے لئے کیا گیا۔

حضرت علاؤالدین علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مخدوم علاؤالدین علی احمد صابر سلسلہ چشتیہ کے اولیائے عظام میں سے یکتائے روزگار ولی اللہ میں آپ کی ذات گرامی کی نسبت سے سلسلہ چشتیہ کی ایک شاخ چشتیہ صابریہ مشہور ہوئی۔ آپ فقر و فاقہ میں فقید المثال ہوئے ہیں۔ آپ بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اور حقیقی بھانجے تھے۔ آپ کا نسبی تعلق خاندان سادات سے ہے۔ آپ کے والد کا اسم گرامی ایک روایت کے مطابق شاہ عبدالرحیم بتایا جاتا ہے۔ جن کو سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا پڑپوتا کہا جاتا ہے۔ ایک دوسری روایت کے مطابق آپ کا نسبی تعلق حضرت امام حسین سے یوں ملتا ہے۔

مخدوم علاؤالدین علی احمد رحمۃ اللہ علیہ بن سید عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ بن سید فتح اللہ رحمۃ اللہ علیہ بن سید نور محمد رحمۃ اللہ علیہ بن سید امجد رحمۃ اللہ علیہ بن سید غیاث الدین رحمۃ اللہ علیہ بن سید [illegible] رحمۃ اللہ علیہ [illegible] رحمۃ اللہ علیہ بن سید تاج الدین رحمۃ اللہ علیہ بن سید محمد علی ضیاء الدین بن سید اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ بن امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ بن امام محمد باقر رضی اللہ عنہ بن امام زین العابدین رضی اللہ عنہ بن سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ بن امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔

آپ کی والدہ ماجدہ کا نام حضرت ہاجرہ تھا۔ لیکن جمیلہ خاتون کے نام سے مشہور تھیں۔ حضرت ہاجرہ کے والد ماجد کا نام گرامی قاضی جمال الدین سلیمان تھا۔ آپ حضرت جمال الدین سلیمان کی بڑی صاحبزادی تھیں اور حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کی بڑی ہمشیرہ صاحبہ تھیں آپ بڑی زاہدہ اور عابدہ تھیں۔

آپ ۱۹ ربیع الاول ۵۹۲ھ میں بوقت نماز تہجد پیدا ہوئے۔ آپ کی ولادت کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ قصبہ کھوتوال میں آپ کے نانا حضرت قاضی جمال الدین سلیمان کے گھر

ہوئی۔مگر تذکرہ اولیائے ہند میں لکھا ہے کہ آپ ہرات میں پیدا ہوئے آپ کا بچپن ہرات میں گزرا اور جب آپ کی عمر ۵ سال تھی تو آپ کے والد گرامی کا انتقال ہو گیا۔

آپ نے ابتدائی تعلیم ہرات ہی میں حاصل کی آپ کے والد محترم کا چونکہ اس وقت انتقال ہو چکا تھا۔جب کہ آپ کی عمر صرف ۵ سال تھی اس لئے ان کے بعد آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کو دینی تعلیم دلوانے کی طرف پوری توجہ دی تو آپ نے سب سے پہلے قرآن مجید پڑھا آپ کافی ذہین تھے۔اس لئے قرآن پاک کے بعد عربی اور فارسی پڑھنا شروع کی اور تھوڑے عرصہ میں عربی اور فارسی کی تعلیم مکمل کر لی۔جب آپ نے ابتدائی تعلیم کی تو مزید علم حاصل کرنے کی خاطر حضرت بابا فریدالدین علیہ الرحمت کی طرف رجوع کیا گیا۔

اعلیٰ اور روحانی تعلیم کے سلسلہ میں آپ کی والدہ ماجدہ نے حضرت گرگانی رحمۃ اللہ علیہ سے مشورہ کیا اور طے پایا کہ آپ کو آپ کے ماموں شیخ الشیوخ حضرت بابا فریدالدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اجودھن بھیج دیا جائے۔جہاں آپ ظاہری اور باطنی تعلیم حاصل کر سکیں۔

ایک روایت کے مطابق اپنی والدہ اور حضرت ابوالقاسم گرگانی کے ہمراہ ایک قافلہ کی معیت میں جو ہرات سے ہندوستان آ رہا تھا۔۶۰۱ ھ میں حضرت صابر صاحب رحمۃ اللہ علیہ گیارہ یوم کا سفر طے کر کے اجودھن پہنچ گئے۔

آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کو اپنے حقیقی بھائی، حضور بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کر کے عرض کیا۔بھائی! میرے علی احمد کو اپنی فرزندی میں قبول کیجئے اور اس کی تعلیم ظاہری و باطنی فرمایئے۔حضور بابا صاحب اس ہونہار اور صاحب عزیمت بھانجے کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا بہن میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے ایسا سعادت مند فرزند لا کر مجھے دیا ہے۔جو سارے جہاں کو روشنی دینے والا ہے۔

حضور بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فیضان نظر نے حضرت مخدوم صابر کلیسری رحمۃ اللہ علیہ کے دل کو نور عرفان سے لبریز کر دیا۔والدہ ماجدہ حضرت مخدوم بہ اطمینان تمام اپنے جگر گوشہ کو حضرت کے سپرد کر کے عازم ہرات ہو گئیں۔لیکن جاتے ہوئے دوبارہ عرض کیا دیکھنا بھائی میرے بیٹے کو کوئی

تکلیف یا تنگی نہ ہو۔ حضور بابا صاحب نے آپ کے اطمینان کے لئے حضرت مخدوم کو بلایا اور لنگر کا منتظم بنا دیا۔ آپ نے لنگر کا انتظام لے لیا اور حسن وخوبی سے اس فرض کو جو پیر و مرشد نے سونپا تھا ادا کرتے رہے۔

روحانیت اور معرفت سے بھر پور کرنے کے لئے حضرت بابا صاحب نے آپ کو اپنی بیعت میں لینا مناسب سمجھا۔ لہٰذا آپ نے ۲۵ شوال بروز جمعرات بعد نماز عصر ۶۰۳ھ کو اپنے دست حق پرست پر بیعت فرمالیا۔ اس وقت حضرت مخدوم علی احمد کی عمر گیارہ سال تھی۔ کیونکہ اس سے قبل حضرت بابا صاحب نے ایک روز خواب میں دیکھا تھا کہ حضرت شاہ سیف الدین عبد الوہاب (جدامجد صابر صاحب) ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم مخدوم علی احمد صابر کو تمہارے سپرد کرتے ہیں۔ آپ ہی ان کے استاد بھی ہیں، سرپرست بھی ہیں اور پیر طریقت بھی ہیں۔

آپ کا معمول تھا نماز اشراق ادا کرنے کے بعد حجرہ مبارکہ سے نکلتے اپنے سامنے غرباء و مساکین میں کھانا تقسیم کرتے اور پھر حجرے میں چلے جاتے اور عبادت و ریاضت میں مصروف ہو جاتے۔ مغرب کی نماز کے بعد پھر باہر تشریف لاتے اور لنگر تقسیم کرتے۔ اس زمانہ میں آپ نے کھانا پینا بالکل ترک کر دیا۔ عالم جذب کا شدت سے غلبہ رہتا۔ طبیعت مبارکہ میں جلال پیدا ہو گیا۔ یہاں تک کہ آپ کے حجرے کے قریب کوئی جا نہیں سکتا تھا۔

جب روزہ پر روزہ رکھتے رکھتے دو دو تین تین دن گزر جاتے اور بھوک کی شدت برداشت سے باہر ہو جاتی تو افطار کے وقت آپ جنگل کی طرف نکل جاتے۔ وہاں جنگلی خودرو پھل پھول اور درختوں کی پتیوں سے جو سوائے قدرت خدا کے کسی کی ذاتی ملکیت نہ ہوتی تھیں۔ اکل حلال سمجھ کر افطار کر لیتے تھے اور بعد فراغت نماز مغرب پھر تقسیم لنگر کی خدمات پر حاضر ہو جاتے تھے۔ مسالک السالکین فی تذکرۃ الواصلین سے یہ بھی روایت ہے کہ اسی زمانے میں آپ نے کلام مجید حفظ کیا اور یہیں سے آپ کی شاعری کی بھی ابتداء ہوئی۔ آپ نے فارسی اور پراکرت میں اشعار کہے، اسی زمانے میں سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی آپ کے ہم عصر تھے۔ آپ میں اور حضرت محبوب الٰہی میں اچھا ربط وضبط تھا۔ آپ محفل سماع میں بھی شرکت فرماتے تھے لیکن تقسیم

لنگر کے فرائض سے کبھی غافل نہیں ہوتے تھے۔

کچھ مدت کے بعد آپ کی والدہ ہرات سے تشریف لائیں۔ حضرت مخدوم کا حال دیکھا۔ ہڈیوں کا ایک ڈھانچہ رہ گئے تھے بھائی سے شکایت کی حضور بابا صاحب نے فرمایا بہن! آپ کو معلوم ہے میں نے صابر کو لنگر کا منتظم بنایا تھا آپ سے پوچھا تو آپ نے کہا مجھ کو لنگر تقسیم کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ نہ کہ اس میں سے کھانے کا حضور بابا صاحب نے فرمایا میرا علاؤ الدین! صابر ہے خداوند تعالیٰ نے اس کو کھانے کے لئے پیدا ہی نہیں کیا۔

ایک دن آپ کی والدہ نے سوچا کہ اب بیٹا جوان ہو گیا ہے اور کیوں نہ اس کی شادی کی جائے۔ والدہ ماجدہ کی سوچ اگر چہ مثبت تھی لیکن حضرت مخدوم علی احمد صابر کی روحانی کیفیات اور مجاہدہ اس کی بات کا متقاضی تھا کہ ان کی شادی نہ کی جائے مگر والدہ ماجدہ نے آپ کی شادی کے بارے میں حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کی کہ میری خواہش ہے کہ آپ اسے اپنا بیٹا بنا لیں اور اپنی صاحبزادی کے ساتھ میرے بیٹے کی شادی کر دیں۔

آپ کی والدہ ماجدہ نے جب حضرت بابا صاحب سے لڑکی کا رشتہ مانگا تو انہوں نے حضرت علی احمد کی شادی کے بارے میں کہا کہ [illegible] مگر علی احمد شادی کے قابل نہیں' وہ ہر وقت حالت جذب میں رہتا ہے ایسی حالت میں ان کی شادی کرنا بیکار ہے' ہمشیرہ صاحبہ نے کہا' بھائی وہ جیسا بھی ہے چونکہ وہ یتیم ہے' بن باپ ہے' اور میں بیوہ ہوں اس لئے آپ اپنی صاحبزادی دینے سے پہلو تہی کرتے ہیں یہ سن کر حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا نہیں نہیں یہ بات نہیں' مجھے تمہاری دل شکنی پسند نہیں' میری طرف سے اجازت ہے۔ جب چاہو شادی کر سکتی ہو حضرت کی والدہ کے اصرار پر مورخہ ۲۱ شوال بروز بدھ بعد نماز عصر ۶۱۳ ھ کو حضرت صابر صاحب کا نکاح حضرت بابا صاحب کی صاحبزادی سے ہو گیا۔

رات ہوئی تو مخدوم صاحب کی والدہ محترمہ نے آپ کے حجرے میں چراغ روشن کر کے دلہن کو حجرہ میں پہنچا دیا۔ دلہن بہ پاس ادب دست بستہ کھڑی رہی۔ تہجد کے وقت جب آپ نے مراقبہ سے سر اٹھایا تو سامنے عورت کھڑی ہوئی نظر آئی۔ آپ نے دریافت کیا تم کون ہو!

کیوں کھڑی ہو؟ دلہن نے جواب دیا میں آپ کی زوجہ ہوں خدمت گزاری کے لئے حاضر ہوں۔ حضرت مخدوم صاحب نے فرمایا خدا وحدہ لاشریک ہے اس کی کوئی بیوی نہیں میں اس کا بندہ ہوں اور اس کے جمال میں گم ہوں' یہ فرما کر آپ پھر مراقبہ میں مشغول ہو گئے۔ آپ کے ان الفاظ پر جہاں آپ تھے وہاں جلالی انوارات الٰہی کا نزول ہوا۔ جنہیں آپ کی دلہن برداشت نہ کر سکی اور بے ہوش ہو کر گر گئی اور کچھ دیر کے بعد قضائے الٰہی سے اللہ کو پیاری ہو گئی۔

حضرت مخدوم صاحب کی والدہ کے دل میں طرح طرح کے خیالات پیدا ہو رہے تھے۔ وہ حضرت مخدوم صاحب کی مجذوب حالت سے باخبر تھیں۔ احتیاط کے طور پر انہوں نے حجرہ کا دروازہ کھلوایا۔ یہ دیکھ کر مخدوم صاحب مراقبہ میں مصروف ہیں اور دلہن اللہ کو پیاری ہو گئی۔ والدہ محترمہ نے نہایت غصہ کی حالت میں حضرت مخدوم صاحب کی پشت پر زور سے ہاتھ مار کر فرمایا کہ میں نے تمہارے ماموں کی بیٹی سے تمہاری شادی کی تھی۔ لیکن تم نے دلہن کو کیا کر دیا ہے بتاؤ میں تمہارے ماموں کو کیا جواب دوں گی اور کیا منہ دکھاؤں گی؟ مخدوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا اماں جان میرا کیا قصور ہے یہی رضائے الٰہی تھی۔

اپنے بھائی حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کی بیٹی کی اچانک موت سے آپ کی والدہ کے دل پر گہرا اثر ہوا اور وہ بیمار ہو گئیں۔ آہستہ آہستہ بیماری بڑھتی گئی آخر ۲ محرم ۶۱۴ھ بروز جمعہ اس دار فانی سے کوچ کر گئیں۔

والدہ محترمہ کے انتقال کے بعد آپ کی استغراق حالت شدت اختیار کر گئی اور اس کے بعد آپ نے لنگر تقسیم کرنا چھوڑ دیا۔

اس کے بعد آپ پر حالت استغراق کا غلبہ زیادہ ہو گیا اور آپ کی نو سال تک یہی کیفیت رہی۔ لیکن اس عرصہ کے دوران بھی حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی باطنی توجہ آپ پر مسلسل رہی۔ لیکن ایک روز حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے محسوس کیا کہ حضرت صابر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا استغراق ختم ہونا چاہئے۔ چنانچہ حضرت بابا فرید کی توجہ سے آپ کا استغراق ختم ہو گیا۔

حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مخدوم صابر علاؤ الدین علی احمد رحمۃ اللہ علیہ کو

اپنے سامنے ایک مجلس میں بٹھلا کر کہ جس میں بڑے بڑے بزرگان وقت مثلاً حضرت شیخ ابوالحسن صاحب شاذلی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ حمید الدین صاحب ناگوری رحمۃ اللہ علیہ وحضرت شاہ منور علی صاحب الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ بدیع الدین قطب المدار مکنپوری رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا محمد ابوالقاسم گرگانی رحمۃ اللہ علیہ وحضرت شیخ ابوالغیث بن جمیل رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ ہم اجمعین شامل تھے بٹھلا کر عام حضرات کے سامنے مہر ولایت کا انکشاف بموجب حکم باطن فرمایا۔ سب حضرات نے یکے بعد دیگری مہر ولایت کو دیکھ کر ہذا ولی اللہ کر بابا صاحب کو مبارکباد دی۔ اس کے بعد بابا صاحب نے امامت وارشادات خاندان چشتیہ عالیہ سے مشرف فرما کر اپنی کلاہ حضرت صابر رحمۃ اللہ علیہ کے سر اقدس پر رکھ دی اور اس پر اپنا سبز عمامہ باندھ دیا اور سند خلافت عطا فرما کر یہ تاکید فرمائی کہ دہلی جانے سے قبل اس پر حضرت شیخ جمال الدین ہانسوی سے تصدیق کی مہر ثبت کروالینا۔ چنانچہ اسی حکم کے مطابق حضرت مخدوم علاؤالدین علی احمد صابر پاک پتن سے بذریعہ سواری ہانسی روانہ ہو گئے۔ وہاں پہنچنے پر آپ حضرت جمال الدین ہانسوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے حاضر ہونے کا مدعا بیان کیا کہ میری سند خلافت پر مہر اور دستخط ثبت فرمائیں۔ اس روز مطلع غبار آلود تھا آفتاب غروب ہو چکا تھا رات کی تاریکی چھا چکی تھی تو حضرت جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ ہانسوی نے فرمایا کہ اب آپ آرام فرمایئے۔ صبح ہونے دیں میں خلافت خاص پر مہر لگا کر دستخط کر دوں گا۔ مگر حضرت مخدوم صاحب نے اسی وقت مہر و دستخط کرنے پر اصرار کیا چراغ طلب کیا گیا۔ اس روز ہوا زور سے چل رہی تھی' ہوا کا جھونکا آیا چراغ گل ہو گیا۔ حضرت مخدوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی انگلی پر کچھ پڑھ کر دم کیا مثل شمع کے روشن ہو گئی اور فرمایا کہ اب بھی چراغ بجھ جائے گا۔

حضرت شیخ صاحب نے آپ کی اس حرکت اور غصے پر بہت کچھ غور فرما کر کہا کہ ابھی روشنی کم ہے۔ صابر صاحب نے جھلا کر پھر انگلی پر دم کیا تو وہ مثل مشعل کے روشن ہو گئی۔ شیخ صاحب نے تب تو خیال فرمایا کہ جب ان کے غصہ اور تنک مزاجی کا یہ حال ہے تو دہلی کی قطبیت کیا کریں گے دو چار دن میں جلا کر خاک کر دیں گے اور دہلی بلاوجہ تباہ و برباد ہو جائے گی اور صابر صاحب

سے فرمایا کہ بھائی تم تو بہت جوشیلی طبیعت کے آدمی ہو اور دہلی والے تمہارے غصہ اور جلال کی تاب نہ لا سکیں گے تم ذرا سی ہی بات پر اس کو جلا کر خاک سیاہ کر دو گے۔ اس لئے میں نہیں مناسب سمجھتا کہ تمہیں دہلی میں رکھا جائے یہ فرما کر سند قطبیت کو چاک کر ڈالا۔ حضرت صابر صاحب جو عین مظہر جلال تھے بھلا اس حرکت کی تاب کہاں لا سکتے تھے۔ غصہ میں آگ بگولا ہو گئے اور جلال میں آ کر فرمایا تو سند من چاک کردی من سلسلۂ ترا بریدم یعنی تم نے میری سند چاک کر ڈالی میں نے بھی تمہارا سلسلہ قطبیت قطع کر دیا۔

یہاں یہ ہو رہا تھا اور ادھر بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ قدس اللہ سرہ' اپنی مجلس میں ارشاد فرما رہے تھے کہ آج دین کے دو بڑے پہلوانوں میں لڑائی ہو رہی ہے خدا خیر کرے۔

''اس واقعہ کے کچھ دنوں بعد حضرت مخدوم پاک رحمۃ اللہ علیہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہانسی کا واقعہ گوش فرمایا' حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سماعت فرما کر ارشاد فرمایا'' جمال رحمۃ اللہ علیہ کے چاک کئے ہوئے کو میں نہیں سی سکتا' غم نہ کرو میں اس سے بہتر تمہیں حکم نامہ لکھ کر دوں گا۔ آخر حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو دوبارہ خلافت نامہ لکھ کر مرحمت فرمایا اور سرزمین کلیئر کو بخش کر وہیں جانے کا حکم [illegible]

آپ پاک پتن شریف سے جانے کے بعد ایک دن میں ۱۶ ذالحجہ ۶۵۰ ھ کو کلیئر میں پہنچ گئے اور وہاں ایک مکان میں سکونت اختیار کی جو مسمات گل زادی کا تھا۔ گل زادی کے اہل خانہ آپ کو ماننے والوں میں سے تھے جہاں آپ نے قیام کیا وہاں جمال تیلی اور مسمات نعمت کا بھی مکان تھے اور آپ کی رہائش کے شمالی جانب قاضی تبرک کا مکان بھی تھا۔ چنانچہ آپ نے مکان کے ایک گوشہ میں سکونت اختیار کر لی اور حسب معمول عبادت اور ریاضت میں مشغول ہو گئے۔ اگلے روز عصر کی نماز کے لئے مسجد میں تشریف لے گئے مسجد کے نمازیوں سے ملاقات ہوئی اس کے بعد آپ کے زہد و تقویٰ عبادت و ریاضت کی شہرت تمام آبادی کلیئر میں پھیلنے لگی اور لوگ آپ کو دیکھنے کے لئے آنے جانے لگے۔

کلیئر کا شہر بڑا بارونق تھا امراء اور علماء کا بڑا عروج تھا۔ خاص طور پر قاضی تبرک کلیئر کی

بڑی عام شخصیت تصور کیا جاتا تھا لیکن کلیئر کے مذہبی حالات بڑے دگرگوں تھے۔ عام لوگوں میں اچھائی اور برائی کی تمیز نہ رہی تھی۔ غریبوں کے ساتھ امیر لوگ اچھا سلوک نہ کرتے تھے حتیٰ کہ مساجد میں بھی غریبوں کے ساتھ بڑا ناروا سلوک کیا جاتا تھا۔ اگر کوئی غریب اگلی صفوں میں بیٹھ جاتا تو اسے اٹھا کر پچھلی صفوں میں کر دیتے تھے۔ حضرت علی احمد صابر کو کلیئر کے اس طرح کے حالات بالکل پسند نہ آئے۔ ایک جمعہ کا واقعہ ہے کہ آپ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ جامع مسجد میں اگلی صفوں میں جا کر بیٹھ گئے۔ چونکہ آپ کی وضع قطع درویشانہ تھی اس لئے علماء نے آپ سے کہا کہ یہ جگہ تو تمہارے لائق نہیں ہے۔ تم یہاں سے اٹھ جاؤ خادموں نے اٹھنے سے انکار کر دیا۔ جب علماء نے اپنے ظرف کے مطابق تنگ دلی اور سختی شروع کی تو آپ مراقبہ میں چلے گئے۔ مراقبہ سے سر اٹھایا اور فرمایا ''اس علاقہ کا صاحب ولایت آگے بیٹھنے کے لائق ہے'' انہوں نے پوچھا تمہاری ولایت کا کیا ثبوت ہے؟ آپ نے جواب دیا ہماری ولایت کی دلیل یہ ہے کہ تم سب ابھی مر جاؤ گے اور یہ شہر بھی تباہ ہو گا۔ یہ کہہ کر آپ اپنے ساتھیوں سمیت مسجد سے نکل آئے تھوڑی دیر بعد مسجد گر گئی اور لوگ نیچے دب کر مر گئے۔

اس واقعہ کے بعد کلیئر میں ایک ہولناک وبا پھیل گئی۔ ہزارہا لوگ اس کا شکار ہو گئے اور ہزاروں شہر چھوڑ کر بھاگ گئے۔ حتیٰ کہ کلیئر کا پر رونق شہر جلال صابری کی چمک سے ایک دہشت ناک ویرانہ کی صورت اختیار کر گیا۔ مخدوم صابر رحمۃ اللہ علیہ اس ہو کے عالم میں گولر کے ایک درخت کی ایک شاخ پکڑ کر مراقبہ فنا میں مستغرق ہو گئے۔ اسی حالت میں مدت گزر گئی حتیٰ کہ خواجہ شمس الدین ترک رحمۃ اللہ علیہ کا ورود کلیئر میں ہوا۔ انہوں نے مخدوم رحمۃ اللہ علیہ کے قریب پہنچ کر کلام پاک کی قرات شروع کر دی۔ کلام پاک کی تلاوت کی آواز کانوں میں پڑتے ہی مخدوم صابر رحمۃ اللہ علیہ ہوش میں آ گئے۔ گولر کی شاخ چھوڑ دی زمین پر بیٹھ گئے اور خواجہ ترک رحمۃ اللہ علیہ کو بھی بیٹھنے کا حکم دیا پھر فرمایا کہ تلاوت جاری رکھو۔ خواجہ ترک رحمۃ اللہ علیہ نے اس سوز و گداز سے چند آیات قرآنی کی تلاوت کی کہ مخدوم صابر رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں سینے سے لگا لیا اور فیوض باطنی سے مالا مال کر دیا۔ اس کے ایک مدت بعد تک خواجہ ترک رحمۃ اللہ علیہ نہایت تن دہی سے مخدوم صابر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت کرتے رہے۔ حتیٰ کہ

مخدوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں خرقہ خلافت عطا فرما کر پانی پت جانے کا حکم دیا۔

حضرت مخدوم کے حکم سے حضرت ترک پانی پتی سلطان علاؤ الدین خلجی کی فوج میں بھرتی ہو گئے۔ حضرت مخدوم نے فرمایا "ترک! جب تم سے کوئی کرامت ظاہر ہو گی اسی روز ہمارا یوم وصال ہو گا۔"

یہ وہ زمانہ تھا جب علاؤ الدین خلجی چتوڑ کے قلعے کا محاصرہ کیے ہوئے تھا۔ حضرت ترک پانی پتی کو جنگ میں حصہ لیتے اور رات کو ذکر و فکر میں مشغول ہو جاتے اور ساتھ ہی تبلیغ دین و اشاعت اسلام کا کام سرانجام دیتے۔ سلطان کافی عرصہ تک محاصرہ کرنے کے بعد بھی اسے فتح کرنے میں ناکام رہا۔ آخر وہ فقراء مشائخ کی تلاش میں لگ گیا کہ ان کی توجہ خاطر و دعائے دلی سے یہ مہم سر ہو جائے۔ اس جستجو میں تھا کہ کسی بزرگ نے اسے اشارہ کیا کہ بادشاہ تم جس صاحب نظر کی تلاش میں سرگرداں ہو وہ تمہارے لشکر میں موجود ہے۔ اس کو پا لینے کی راہ یہ ہے کہ آج جب رات کو تیز و تند ہوائیں چلیں گی تو سب خیموں کی روشنیاں گل ہو جائیں گی لیکن اس درویش کا چراغ جلتا رہے گا۔

سلطان علاؤ الدین نے بے چینی سے رات کا انتظار کیا۔ رات کو سخت آندھی چلی لشکریوں کے چراغ گل ہو گئے صرف ایک چراغ حضرت ترک پانی پتی کا جلتا رہا۔ بادشاہ خیمہ میں پہنچا۔ حضرت تلاوت قرآن میں مصروف ہیں دست بستہ ہو کر ایک کونے میں کھڑا ہو گیا۔ حضرت تلاوت سے فارغ ہوئے بادشاہ پر نظر کی سلطان قدموں میں گر پڑا۔ معذرت کی کہ مجھے علم نہ تھا میں آپ کی قدر و منزلت نہ کر سکا۔ مجھے معاف فرما دیں۔ آپ نے فرمایا میں یہاں سے تین کوس پر جا کر دعا کر دوں گا ان شاء اللہ قلعہ فتح ہو گا۔ چنانچہ اسی روز قلعہ فتح ہو گا۔ حضرت ترک پانی پتی کو اپنے مخدوم پیر کی بات یاد آ گئی دوڑتے بھاگتے کلیئر شریف پہنچے تو حضرت مخدوم واصل الی الحق ہو چکے تھے۔ تجہیز و تکفین کا سامان کیا ۱۳ ربیع الاول ۶۹۰ ہجری کا سن تھا۔

مزار مبارک رڑکی (ضلع سہارنپور بھارت) سے تیس میل کے فاصلے پر کلیئر شریف میں مرجع خلائق ہے۔ مخدوم صابر رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلہ چشت کی مشہور شاخ صابریہ کا آغاز ہوا۔ کہا جاتا

ہے کہ مخدوم صابر رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد تقریباً سو سال تک آپ کے مزار سے وقفہ وقفہ کے بعد ایک زبردست شعلہ برق نمودار ہوتا رہا۔ جس سے خوفزدہ ہو کر کوئی شخص آپ کے مزار کے قریب جانے کی جرات نہ کرتا۔ آخر دسویں صدی میں مشہور بزرگ شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ وہاں تشریف لائے۔ کلام مجید پڑھتے ہوئے مزار کے قریب جا پہنچے فاتحہ پڑھی اور سر جھکا کر بیٹھ گئے۔ یکایک عالم روحانی میں مخدوم صابر رحمۃ اللہ علیہ کی آواز آئی۔ عبدالقدوس تم کو یہاں پہنچنے کی اس لئے اجازت دی گئی ہے کہ تم میرے طریقے پر تھے۔

شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کی " تمام مخلوق آپ کے مزار کی زیارت کی مشتاق ہے۔ آپ برق جلال کو مستور فرمائیں تو ایک عالم فیضیاب اور دعا گو ہوگا۔" حضرت مخدوم رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی درخواست قبول فرمائی اور برق جلال کا چمکنا موقوف ہو گیا۔ اس کے بعد ہر خاص و عام مزار مبارک پر حاضر ہونے لگا اور رفتہ رفتہ "پیران کلیر" کے نام سے ایک قصبہ آباد ہو گیا۔

اختتامیہ

اللہ تعالیٰ کا احسان اور شکر ہے کہ یہ کتاب رمضان المبارک ۱۹۹۶ء میں پایہ تکمیل کو پہنچی۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور بندہ ناچیز کو اپنا بندہ خاص بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ مورخہ ۲۴ جنوری ۱۹۹۶ء

(عالم فقری)

اثر ہے مرحبا، یہ بخشش و فیضان خواجہؒ میں
سمٹ آئی ہے دنیا سایہ داماں خواجہؒ میں

تذکرہ خواجہ غریب نوازؒ

تصنیف: عالم فقری

عطائے رسول، سلطان الہند، قطب العارفین، خواجہ خواجگان، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کی حیات مبارکہ، عبادت و ریاضت، کشف و کرامات، وظائف چشتیہ، تعلیمات اور نامور خلفاء کا تذکرہ

ادارہ پیغام القرآن
40 اُردو بازار لاہور

اولیائے کرام کے مستند حالات وواقعات کا تذکرہ

اللہ کے مشہور ولی

تصنیف: عالم فقری

رسول اللہ ﷺ کے دین کی پوری پوری تبلیغ اولیاء کرامؒ نے انتہائی جانفشانی کے ساتھ کی ہے۔ مصیبتیں برداشت کی ہیں مخالفین کی سختیاں سہی ہیں اور اسلام کا نور دنیا کے ہر ملک میں پہنچایا اولیاء اللہ کیسی ریاضتیں کرتے تھے' اُن کی عبادتیں کس شان کی ہوتی تھیں۔ مخلوق الٰہی کے ساتھ اُن کا برتاؤ کیسا تھا اور وہ کس طرح زندگی بسر کرتے تھے۔

''اللہ کے مشہور ولی'' میں ان ہی برگزیدہ اولیاء کے مقدس حالات' اُن کے ریاضات ومجاہدات اور کشف وکرامات اقوال' احوال وآثار کا مفصل تذکرہ ہے جن کو مستند کتابوں سے نہایت جامعیت کے ساتھ مرتب کیا گیا ہے۔

ادارہ پیغام القرآن 40 اُردو بازار لاہور

کلی کلی میں ہے رنگینی بقائے دوام
سدا بہار ہے باغ و بہار قطبؒ زماں

تذکرہ

خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ

تصنیف: عالم فقری

حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ کے نائب' حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کے مرشد کامل' قطب الہند' قطب الاقطاب' حضرت خواجہ بختیار کاکیؒ کا' تذکار جمیل' حیات مبارکہ' عبادت و ریاضت' روشن تعلیمات' نامور خلفاء' کشف و کرامات' احوال و آثار کا بیان

ادارہ پیغام القران
40 اُردو بازار لاہور

یادگار مقامات باباصاحب

حلاوت خیز ہر نغمہ ہے شیریں ہر ترانہ ہے
عجب رحمت نشاں گنج شکر کا آستانہ ہے









مسجد اولیاء پاکپتن شریف







ادارہ پیغام القرآن
۴۰۔ اردو بازار ○ لاہور ☎ 042-7323241